عمران سیریز
سپیشل نمبر
بلیک سکارپ
مکمل ناول
مظہر کلیم ایم اے
خان برادرز گارڈن ٹاؤن ملتان

جولیا اپنے فلیٹ میں بیٹھی ٹی وی پر ایک دلچسپ پروگرام دیکھنے میں مصروف تھی کہ اچانک کال بیل بج اٹھی۔ جولیا کال بیل کی آواز سن کر بے اختیار چونک پڑی کیونکہ اس وقت کسی کے آنے کا اسے کوئی خیال ہی نہ تھا۔ اس نے ریموٹ سے ٹی وی کی آواز آہستہ کی اور اٹھ کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھی۔ اسی لمحے کال بیل دوبارہ بجی تو جولیا نے ڈور فون کا بٹن آن کر کے رسیور اٹھا لیا۔

"کون ہے باہر"..... جولیا نے ماؤتھ پیس کو منہ سے لگاتے ہوئے کہا۔

"دروازہ کھولیں"..... رسیور سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"کون ہیں آپ۔ اپنا تعارف کرائیں"..... جولیا نے کہا۔

"میرا نام ثمینہ ہے اور میں آپ کے ساتھ والے فلیٹ میں رہتی ہوں۔ میرا فون خراب ہو گیا ہے۔ میں نے ایک ایمرجنسی فون کرنا ہے"..... رسیور سے اس بار قدرے ملتجیانہ لہجے میں کہا گیا۔

"سوری۔ آپ نیچے پلازہ آفس سے فون کرلیں"...... جولیا نے
سپاٹ انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس
نے بٹن آف کر کے رسیور واپس ہک میں لٹکا دیا۔ اس وقت چونکہ
رات کافی گزر چکی تھی اس لئے وہ دروازہ کھولنے کے موڈ میں نہیں
تھی۔ ویسے بھی انہیں ہر وقت اور ہر طرف سے محتاط رہنا پڑتا تھا
لیکن دوسرے لمحے کال بیل ایک بار پھر بج اٹھی اور اس بار اس انداز
میں بجتی چلی گئی جیسے کال بیل کے بٹن پر انگلی رکھ کر اسے کوئی اٹھانا
ہی بھول گیا ہو۔ جولیا کا چہرہ غصے سے یکلخت تمتما اٹھا۔ اس نے
آگے بڑھ کر جیسے ہی دروازہ کھولا۔ ایک نوجوان لڑکی اسے دھکیلتی
ہوئی دوڑ کر اندر داخل ہوئی اور سیدھی سٹنگ روم میں پہنچ کر اس نے
رسیور اٹھایا اور انتہائی تیزی سے نمبر پریس کرنے لگی۔ جولیا اس کی اس
کارروائی پر حیرت انگیز انداز میں اسے دیکھتی رہ گئی۔

"میں الرحمت پلازہ کے فلیٹ نمبر ایک سو ایک سے ثمینہ بول
رہی ہوں۔ پلیز فوراً یہاں ایمبولینس بھیجیں۔ اٹ از ویری ایمرجنسی۔
میری والدہ کو دل کا دورہ پڑ گیا ہے۔ پلیز فوراً۔ اٹ از ویری سیریس
ایمرجنسی"...... ثمینہ نے چیخ چیخ کر کہنا شروع کر دیا تو جولیا کے
چہرے پر انتہائی شرمندگی کے تاثرات ابھر آئے۔ لڑکی نے دوسری
طرف سے کچھ سن کر رسیور کریڈل پر پٹخا اور پھر اسی انداز میں آندھی
اور طوفان کی طرح دوڑتی ہوئی جولیا کے قریب سے نکل کر فلیٹ سے
باہر ایک سائیڈ پر غائب ہو گئی۔ جولیا کو جیسے ہوش آ گیا۔ وہ بجلی کی

سی تیزی سے حرکت میں آ گئی۔ وہ دوڑتی ہوئی اندرونی کمرے کی
طرف بڑھی۔ اس نے الماری کھول کر اس میں موجود ایک میڈیکل
بیگ اٹھایا اور ایک بار پھر بیرونی دروازے کی طرف دوڑ پڑی۔ اس
نے فلیٹ نمبر ایک سو ایک کے دروازے کو دبایا تو دروازہ اندر سے
بند نہ تھا۔ جولیا نے اسے دھکیل کر کھولا اور تیزی سے اندر داخل ہوئی
تو سامنے ہی ایک کمرے میں ایک ادھیڑ عمر لیکن بھاری تن و توش کی
عورت بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی۔ اس کے چہرے پر شدید تکلیف کے
تاثرات نمایاں تھے۔ اس کا ایک ہاتھ اس کے دل پر تھا۔ آنکھیں
بند تھیں جبکہ وہ لڑکی جو جولیا کے فلیٹ پر فون کرنے آئی تھی اس
عورت کے دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی اپنی ہتھیلی پر مسلسل رگڑ رہی تھی۔
جولیا ایک نظر میں ہی سمجھ گئی کہ اس عورت کو دل کا شدید ترین دورہ
پڑا ہے۔ اس نے جلدی سے بیگ کو فرش پر رکھ کر کھولا اور پھر اس
میں سے ایک شیشی نکال کر اس نے اس میں سے ایک گولی نکالی۔

"اسے اپنی والدہ کی زبان کے نیچے رکھ دیں"...... جولیا نے کہا
اور بیگ سے ایک انجکشن نکال کر اسے تیار کرنے لگی اور پھر اس نے
اس عورت کے بازو میں انجکشن لگا دیا۔ انجکشن لگنے اور زبان کے
نیچے گولی رکھنے سے اس عورت کی حالت بہتر ہونا شروع ہو گئی۔
جولیا ہونٹ بھینچے دیکھتی رہی۔ اسی لمحے دور سے ایمبولینس کے سائرن
کی آوازیں سنائی دینے لگیں اور پھر تھوڑی دیر بعد کسی کے دوڑ کر
آنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ چند لمحوں بعد ایک ڈاکٹر اور ایک

نرس اندر داخل ہوئے۔ ان کے پیچھے دو آدمی ایک سٹریچر اٹھائے ہوئے تھے۔

"اوہ۔ اوہ انہیں واقعی دل کا شدید دورہ پڑا ہے"...... ڈاکٹر نے اس عورت پر جھکتے ہوئے کہا اور پھر اس نے تیزی سے جیب سے ایک لمبی سی نلکی نکال کر اس کا ایک سرا توڑا اور ٹوٹا ہوا سرا اس نے اس عورت کی ناک سے لگا دیا۔ چند لمحوں بعد ہی اس عورت کا تکلیف سے تقریباً مسخ شدہ چہرہ نارمل ہونا شروع ہو گیا۔ چند لمحوں بعد اس نے نلکی ہٹا کر ایک طرف پھینک دی۔

"آپ ڈاکٹر ہیں۔ آپ نے انہیں طبی امداد دی ہے"...... نرس نے جولیا سے مخاطب ہو کر کہا۔

"نہیں۔ میں ڈاکٹر نہیں ہوں۔ ان کی ہمسائی ہوں۔ میں نے ایسے معاملات سے ابتدائی طور پر نمٹنے کا باقاعدہ کورس کیا ہوا ہے"...... جولیا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"آپ کی اس امداد نے ان کی زندگی بچا لی ہے۔ اب یہ ہسپتال تک پہنچ جائیں گی اور انشاء اللہ اب یہ بچ بھی جائیں گی"...... ڈاکٹر نے کہا اور پھر اس نے عورت کو سٹریچر پر ڈالنے میں دوسروں کی مدد کی۔

"آپ بھی ساتھ جائیں"...... جولیا نے اپنا بیگ اٹھاتے ہوئے اس لڑکی سے کہا۔

"آپ کا شکریہ"...... اس لڑکی نے کہا اور پھر وہ سٹریچر کے

ساتھ ساتھ باہر نکل گئی۔ جولیا بھی بیگ اٹھائے باہر آ گئی تھی۔ اس لڑکی نے دروازہ بند کرنے کے بجائے لاک کیا اور پھر دوڑتی ہوئی سیڑھیوں کی طرف بڑھتی چلی گئی جہاں سٹریچر لے جایا گیا تھا۔ جولیا نے ایک طویل سانس لیا اور پھر واپس اپنے فلیٹ پر آ گئی۔ اسے اب اپنے آپ پر غصہ آ رہا تھا کہ اس نے دروازہ کھولنے سے کیوں انکار کیا۔ اگر اس کی وجہ سے یہ عورت ہلاک ہو جاتی تو شاید وہ کبھی اپنے آپ کو معاف نہ کرتی۔ اس نے بیگ واپس الماری میں رکھا اور ریموٹ اٹھا کر اس نے ٹی وی آف کیا کیونکہ ٹی وی اسی طرح چل رہا تھا کیونکہ جلدی کی وجہ سے جولیا نے اسے بند ہی نہ کیا تھا لیکن ابھی اسے تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ کال بیل کی آواز ایک بار پھر سنائی دی۔ جولیا چونک کر اٹھی اور تیزی سے دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

"کون ہے"...... جولیا نے ڈور فون کے ذریعے پوچھا۔

"ثمینہ ہوں۔ دروازہ کھولیے"...... دوسری طرف سے اسی لڑکی ثمینہ کی آواز سنائی دی جو پہلے آئی تھی اور جولیا کا دل دھک سے رہ گیا۔ وہ یہی سمجھی کہ اس کی ماں کے ساتھ کچھ ہو گیا ہے۔ اس نے جلدی سے دروازہ کھولا لیکن دوسرے لمحے وہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ وہی لڑکی بڑے مطمئن انداز میں کھڑی تھی۔ اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔

"کیا ہوا آپ کی والدہ کے ساتھ"...... جولیا نے چونک کر

پوچھا۔

"وہ اب خطرے سے باہر ہیں اور محفوظ ہاتھوں میں ہیں۔ میں فلیٹ سے کچھ ضروری سامان لینے آئی ہوں لیکن اس سے پہلے میں آپ سے چند ضروری باتیں کرنا چاہتی ہوں"...... ثمینہ نے کہا تو جولیا ایک طرف ہٹ گئی اور ثمینہ اندر داخل ہو گئی۔ جولیا نے دروازہ بند کر دیا اور اسے لے کر سٹنگ روم میں آ گئی۔ ریفریجریٹر سے اس نے جوس کے دو ٹن نکالے اور انہیں لا کر درمیانی میز پر رکھ دیا۔

"آپ کا نام جولیانا ہے"...... ثمینہ نے ہاتھ بڑھا کر جوس کا ٹن اٹھاتے ہوئے کہا۔

"ہاں"...... جولیا نے جواب دیا۔ اسے اس پر اس لئے کوئی حیرت نہ ہوئی تھی کہ پلازہ کے آفس میں اس کا یہی نام درج تھا۔

"آپ کیا کرتی ہیں"...... ثمینہ نے دوسرا سوال کیا۔

"میرا شیئر بروکنگ ہے۔ سٹاک ایکسچینج میں شیئرز کا کاروبار کرتی ہوں"...... جولیا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"جبکہ مجھے بتایا گیا ہے کہ آپ کا تعلق پاکیشیا سیکرٹ سروس سے ہے"...... ثمینہ نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا لیکن جولیا کا ردعمل دیکھ کر وہ بے اختیار جھینپ سی گئی کیونکہ جولیا کے چہرے پر اس کا کوئی ایسا ردعمل ظاہر نہ ہوا تھا جس سے ثمینہ کو اپنی بات پر یقین آ جاتا۔ جولیا بے اختیار ہنس پڑی تھی۔

"میں اب پاکیشیائی شہری ضرور ہوں لیکن ظاہر ہے کوئی ملک

اپنی سیکرٹ سروس میں کسی غیر ملکی کو کیسے شامل کر سکتا ہے۔ تمہیں کس نے یہ بات کہی ہے"...... جولیا نے بڑے نارمل لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ جولیا نے واقعی اپنے اعصاب کی مضبوطی کا مظاہرہ کیا تھا۔

"آئی ایم سوری مس جولیانا۔ یہ بات تو واقعی میرے ذہن میں بھی نہ آئی تھی"...... ثمینہ نے قدرے شرمندہ سے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تمہیں کس نے کہی ہے یہ بات"...... جولیا نے پوچھا۔

"اس عورت نے جسے میں نے اپنی ماں کہا تھا اور جسے دل کا دورہ پڑا تھا"...... ثمینہ نے جواب دیا تو جولیا اس بار بے اختیار چونک پڑی۔

"کیا مطلب۔ کیا وہ تمہاری ماں نہیں ہے"...... جولیا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"میں آپ کو اپنے بارے میں بتاتی ہوں۔ آپ تو یہاں نئی آئی ہیں جبکہ مجھے یہاں رہتے ہوئے چار سال ہو گئے ہیں۔ میں جب گریجویشن کر رہی تھی تو میرے والدین ایک کار حادثے میں ہلاک ہو گئے۔ میرے تمام رشتہ دار غیر ممالک میں سیٹل ہیں۔ میرا ایک بھائی تھا وہ بھی ایکریمیا چلا گیا اور وہاں سیٹل ہو گیا۔ اس نے وہاں شادی کر لی ہے۔ اس نے مجھے بے شمار بار کہا ہے کہ میں بھی پاکیشیا چھوڑ کر ایکریمیا سیٹل ہو جاؤں لیکن مجھے بچپن سے ہی

اپنے وطن سے محبت ہے۔ یہ جیسا بھی ہے میرا ملک ہے اور میں یہاں سیکنڈ کلاس شہری نہیں ہوں۔ معاف کرنا میں آپ پر طنز نہیں کر رہی۔ اپنی بات کر رہی ہوں۔ بہرحال میں یہاں رہ گئی اور میں نے یہاں ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں ملازمت کر لی۔ میرے اخراجات زیادہ تو نہ تھے۔ اس لئے میں نے خاصی رقم بچا لی۔ اس کے ساتھ ساتھ والدین نے جو اثاثے چھوڑے تھے۔ وہ بھی میں نے فروخت کر دیئے اور یہ تمام رقم ایک کنسٹرکشن کمپنی میں انویسٹ کر دی جہاں سے مجھے نہ صرف بڑی معقول رقم ہر ماہ ملتی رہتی ہے بلکہ میرے اثاثوں میں بھی اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اس پر میں نے وہ ملازمت چھوڑ دی اور اپنے اصل شوق کی طرف آ گئی۔ میں نے یہاں کے ایک معروف اخبار نیشنل ٹائمز میں بطور کرائم رپورٹر ملازمت کر لی۔ اس طرح میں انڈر ورلڈ میں داخل ہو گئی لیکن وہاں ان لوگوں کے ساتھ چلنے کی وجہ سے میں نے باقاعدہ مارشل آرٹ کی ٹریننگ لی۔ نشانہ بازی اور اسلحے کا استعمال سیکھا۔ جوڈو کراٹے اور ایسے ہی کئی دوسرے فنون بھی میں نے بے پناہ شوق کی وجہ سے سیکھ لئے۔ جن کی وجہ سے میں انڈر ورلڈ میں محفوظ ہو گئی اور میں نے جرائم کی بڑی بڑی سازشوں کو بے نقاب کیا۔ اس طرح اخبار میں بھی میری اہمیت اور حیثیت میں اضافہ ہوتا چلا گیا اور میری زندگی میرے شوق کے مطابق گزرنے لگ گئی۔ یہ پلازہ ہر لحاظ سے مجھے پسند آیا چنانچہ میں نے یہاں فلیٹ خرید لیا اور چار سالوں سے میں یہاں رہ رہی

ہوں“..... ثمینہ نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”تم نے شادی نہیں کی“..... جولیا نے خالصتاً نسوانی سوال پوچھتے ہوئے کہا تو ثمینہ بے اختیار ہنس پڑی۔

”انڈر ورلڈ میں رہتے ہوئے میرا مردوں پر سے اعتبار ختم ہو چکا ہے اور مردوں کے بارے میں میرا یہ خیال راسخ ہو چکا ہے کہ ہر مرد چاہے وہ دیکھنے میں کتنا سنجیدہ، بردبار اور مخلص نظر آتا ہو، دراصل ایسا نہیں ہوتا۔ مرد صرف عورت کا استحصال کرنے کے لئے ایسے روپ دھارتے ہیں۔ ان کے اندر خلوص نہیں ہوتا۔ صرف ہوس ہوتی ہے۔ معاف کیجئے میرا لہجہ قدرے جذباتی ہو گیا ہے۔ بہرحال اس لئے میں نے کبھی شادی کے بارے میں سوچا ہی نہیں“..... ثمینہ نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔ یہ تمہارا اپنا نظریہ ہے ورنہ میرے خیال میں تمام مرد ایک جیسے نہیں ہوتے لیکن تم نے اس عورت کے بارے میں کچھ نہیں بتایا جسے تم نے اپنی ماں بتایا تھا“..... جولیا نے کہا۔

”یہ عورت کل ایکریمیا سے آئی ہے اور میرے بھائی کا رقعہ لے کر آئی ہے۔ اس نے مجھے بتایا ہے کہ طویل عرصہ پہلے اس کے والد اس حیثیت ایکریمیا شفٹ ہو گئے تھے اور وہ وہیں پلی بڑھی ہے اور اب یہاں پہلی بار سیر و سیاحت کے لئے اور اپنا ملک دیکھنے کے لئے آئی ہے۔ میرے بھائی سے ان کے خاندانی دوستانہ تعلقات ہیں اس لئے اس نے میرے بھائی سے میرے بارے میں رقعہ لیا

تھا۔ میں نے اسے خوش آمدید کہا۔ ویسے بھی وہ بہت اچھی اور مخلص عورت لگتی ہے۔ پھر اچانک اس پر دل کا شدید دورہ پڑ گیا۔ میرا فون خراب تھا اس لئے میں آپ کے پاس فون کرنے آئی تھی۔ اس کے بعد کی صورتحال کا آپ کو علم ہے۔ آپ نے واقعی اس عورت کی زندگی بچانے میں اہم کردار ادا کیا ہے''۔۔۔ ثمینہ نے جواب دیا۔

''تمہیں میرے بارے میں کس نے بتایا ہے کہ میرا تعلق پاکیشیا سیکرٹ سروس سے ہے''۔۔۔ جولیا نے کہا۔

''ہاں۔ یہ بات تو میں باتوں باتوں میں بھول ہی گئی ہوں۔ اس عورت جس کا نام کاشفہ ہے کو جب ہسپتال میں ہوش آ گیا اور اس کی حالت خطرے سے باہر ہو گئی تو میں نے اسے آپ کے بارے میں بتایا کہ آپ کی وجہ سے اس کی زندگی بچ گئی ہے تو اس نے مجھے کہا کہ فلیٹ میں موجود اس کے ہینڈ بیگ کے خفیہ خانے میں ایک خط موجود ہے یہ آپ کو پہنچا دیا جائے اور کاشفہ نے ہی مجھے بتایا کہ آپ کا تعلق پاکیشیا سیکرٹ سروس سے ہے۔ میں نے مزید تفصیل پوچھنا چاہی تو اس نے منع کر دیا کیونکہ اس کی طبیعت پھر بگڑنے لگ گئی تھی۔ چنانچہ میں یہاں آ گئی اور میں نے کاشفہ کے ہینڈ بیگ سے وہ خط نکالا اور آپ کے پاس آ گئی''۔۔۔ ثمینہ نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اپنے ہینڈ بیگ سے اس نے ایک خاکی رنگ کا لفافہ نکال کر جولیا کی طرف بڑھا دیا۔

''میں ہسپتال جا رہی ہوں۔ پھر واپسی پر آپ سے ملاقات

ہو گی''۔۔۔ ثمینہ نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر جولیا نے اس کے جانے کے بعد دروازہ بند کیا اور لفافہ کھولا تو اس کے اندر ایک خاکی رنگ کا کاغذ موجود تھا۔ کاغذ پر چند سطریں موجود تھیں لیکن وہ نجانے کس زبان میں تھیں کہ جولیا باوجود کوشش کے انہیں پڑھ نہ سکی۔ وہ کافی دیر تک بیٹھی سوچتی رہی۔ پھر اس نے خود ہی صفدر کے فلیٹ پر جانے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ صفدر سے اس سارے معاملے کو ڈسکس کرنا چاہتی تھی کیونکہ اس کی نظروں میں صفدر انتہائی ذمہ دار اور سنجیدہ آدمی تھا۔ وہ چاہتی تو صفدر کو یہاں بھی بلا سکتی تھی لیکن اسے معلوم تھا کہ ثمینہ ہسپتال سے واپسی پر پھر اس کے فلیٹ پر آئے گی۔ اس لئے وہ صفدر کو یہاں نہ بلانا چاہتی تھی۔ ایک بار اسے خیال آیا کہ وہ صالحہ کے فلیٹ پر چلی جائے اور صفدر کو وہاں بلا لے لیکن پھر اس نے یہ سوچ کر ارادہ بدل دیا کہ صالحہ اس معاملے میں نجانے کیا سوال کر کے اس کا ناک میں دم کر دے گی۔ اس نے رسیور اٹھایا اور صفدر کے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''یس۔ صفدر سعید بول رہا ہوں''۔۔۔ رابطہ قائم ہوتے ہی صفدر کی آواز سنائی دی۔

''جولیا بول رہی ہوں''۔۔۔ جولیا نے کہا۔

''اوہ۔ آپ فرمائیے۔ کوئی حکم''۔۔۔ دوسری طرف سے صفدر نے چونک کر کہا۔

''ایک اہم معاملے پر تم سے بات کرنی ہے۔ میں خود تمہارے

فلیٹ پر آ رہی ہوں''...... جولیا نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا تاکہ مزید تفصیل نہ بتانی پڑے۔ وہ یہ ساری باتیں صفدر سے براہ راست کرنا چاہتی تھی۔ تھوڑی دیر بعد تیار ہو کر اس نے فون پر ٹیپ لگائی کہ وہ صفدر کے فلیٹ پر جا رہی ہے اور پھر فلیٹ لاک کر کے سیڑھیاں اترتی چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار خاصی تیز رفتاری سے صفدر کے فلیٹ کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ صفدر کا فلیٹ بھی ایک رہائشی پلازہ میں تھا۔ اس نے کار پلازہ کی پارکنگ میں روکی اور پھر نیچے اتر آئی اور کار لاک کر کے وہ تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ صفدر کے فلیٹ کے بند دروازے پر موجود تھی۔ اس نے کال بیل کا بٹن پریس کر دیا۔

''کون ہے''...... ڈور فون سے صفدر کی آواز سنائی دی۔

''جولیا''...... جولیا نے اپنا نام بتایا تو دروازہ کھل گیا۔

''آیئے مس جولیا۔ خوش آمدید''...... صفدر نے جولیا کو سلام کرنے کے بعد ایک طرف ہٹتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

''شکریہ''...... جولیا نے بھی سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا اور پھر وہ دونوں سٹنگ روم میں آ کر بیٹھ گئے۔ صفدر نے دروازہ بند کر دیا مگر اسے لاک نہیں کیا۔ پھر اس نے فریج سے جوس کے ٹن نکال کر میز پر رکھ دیئے۔

''خیریت مس جولیا۔ ایسی کون سی اہم بات تھی کہ آپ کو خود

یہاں آنا پڑا''...... صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا تو جولیا نے اسے ثمینہ کی پہلی آمد سے لے کر آخر تک پوری تفصیل بتا دی۔

''اوہ۔ یہ بات تو انتہائی خطرناک ہے کہ اس عورت کو آپ کے بارے میں معلوم ہے کہ آپ کا تعلق پاکیشیا سیکرٹ سروس سے ہے''...... صفدر نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ میں خود اس بات پر پریشان ہوں۔ اس خط میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ مجھ سے پڑھا نہیں گیا۔ اس سے میں مزید پریشان ہو گئی ہوں''...... جولیا نے کہا اور ہینڈ بیگ سے لفافہ نکال کر اس نے صفدر کی طرف بڑھا دیا۔ صفدر نے لفافہ کھول کر اس میں سے کاغذ نکالا اور اسے پڑھنے کی کوشش کرنے لگا۔

''یہ تو کسی خاص کوڈ میں ہے۔ مجھ سے بھی نہیں پڑھا جا رہا''...... کچھ دیر بعد صفدر نے کہا۔

''میرا بھی یہی خیال ہے۔ اب کیا کیا جائے۔ کیا اسے چیف کو بھجوا دیا جائے''...... جولیا نے کہا۔

''میرے خیال میں ہمیں اس سلسلے میں عمران کی خدمات حاصل کرنی چاہئیں۔ وہ اسے یقیناً پڑھ لے گا''...... صفدر نے کہا۔

''اس نے پڑھ تو لینا ہے لیکن ہمیں کچھ نہیں بتانا''...... جولیا نے منہ بناتے ہوئے کہا تو صفدر بے اختیار ہنس پڑا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے اور آخر میں لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا۔

"خاور بول رہا ہوں"..... دوسری طرف سے رابطہ ہوتے ہی خاور کی آواز سنائی دی۔

"صفدر بول رہا ہوں خاور"..... صفدر نے کہا۔

"اوہ تم۔ خیریت۔ آج اس وقت کیسے فون کر دیا"..... خاور نے چونک کر ہنستے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تمہارا کوڈ پڑھنے میں خاصا مطالعہ ہے۔ ایک خط ہے جو کسی خاص کوڈ میں لکھا گیا ہے۔ اگر تم چاہو تو میرے فلیٹ پر آ جاؤ۔ یہ خط مس جولیا لے کر آئی ہیں۔ وہ بھی اس وقت یہاں موجود ہیں"..... صفدر نے کہا۔

"کس نے دیا ہے یہ خط"..... خاور نے چونک کر پوچھا۔

"یہاں آ جاؤ تو تفصیل سے بات ہو گی"..... صفدر نے کہا۔

"او کے۔ میں آ رہا ہوں"..... دوسری طرف سے خاور نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو صفدر نے رسیور رکھ دیا۔

"کیا خاور اسے پڑھ لے گا"..... جولیا نے کہا۔

"ہاں۔ وہ کوڈ پڑھنے کا بے حد شوقین ہے اور اس کا اس موضوع پر خاصا گہرا مطالعہ ہے"..... صفدر نے جواب دیا اور پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد خاور فلیٹ پر پہنچ گیا۔ صفدر نے اسے ساری صورتحال بتا کر لفافہ اس کی طرف بڑھا دیا۔ خاور نے لفافے میں سے خط نکالا اور اسے دیکھنے لگا۔ پہلے پہلے تو خاصی دیر تک اس کا چہرہ سپاٹ رہا البتہ پیشانی پر سوچ کی لکیریں ابھر آئی تھیں لیکن کچھ

دیر بعد ہی وہ چونک پڑا۔ اس کی آنکھوں میں چمک آ گئی تھی۔

"میں سمجھ گیا ہوں۔ یہ قدیم مصری زبان ہے۔ اسے کاروں کہا جاتا ہے۔ میں اسے ڈی کوڈ کر لوں گا۔ مجھے کاغذ دو"..... خاور نے مسرت بھرے لہجے میں کہا تو جولیا اور صفدر دونوں مصری زبان کا سن کر چونک پڑے۔ صفدر نے اسے کاغذ لا دیا اور پھر واقعی کچھ دیر بعد خاور نے کاغذ پر اسے ڈی کوڈ کر کے لکھ دیا اور جولیا اور صفدر دونوں کاغذ پر جھک گئے تھے۔

"سیاہ جھورا زندہ ہونے والا ہے اور اس کے زندہ ہوتے ہی شیطانی فرقہ بلیک سکارب طاقت پکڑ لے گا اور پھر شرپسند یہودی دوسرے بڑے لوگوں کے ساتھ مل کر پوری دنیا کے مسلمانوں کے خاتمے کی خوفناک کوششیں شروع کر دیں گے۔ ساطیر".....

"یہ کیا ہے خاور"..... صفدر نے ڈی کوڈنگ کو پڑھتے ہوئے کہا۔

"اس کاغذ پر لکھا ہوا ہے"..... خاور نے جواب دیا۔

"کیا تم نے اسے درست پڑھا ہے"..... صفدر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ یہ درست ہے۔ تم چاہو تو عمران صاحب سے اس کی تصدیق کرا لو۔ وہ اسے بخوبی پڑھ لیتے ہیں۔ اس کے کئی الفاظ کے بارے میں مجھے عمران صاحب نے ہی بتایا تھا"..... خاور نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ویسے یہ معاملہ بے حد حیرت انگیز ہے۔ میرا خیال ہے کہ ہمیں پہلے اس عورت سے ملنا چاہیے۔ وہ یہ خط کہاں سے لائی ہے۔ کیوں لائی ہے۔ یہ ساری باتیں وہی بتا سکتی ہے"...... صفدر نے کہا۔

"میں ثمینہ کو فون کر کے پوچھتی ہوں کہ وہ کون سے ہسپتال میں اور کس کمرے میں ہے"...... جولیا نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے شروع کر دیے۔ آخر میں اس نے لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا۔

"الرحمت پلازہ آفس"...... رابطہ ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی اور جولیا نے اس سے ثمینہ کے فلیٹ کا نمبر اور ثمینہ کا نام بتا کر اس کا فون نمبر معلوم کیا جو فوراً ہی بتا دیا گیا تو جولیا نے کریڈل دبا کر ٹون آنے پر ایک بار پھر تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیے۔

"ثمینہ عصائی بول رہی ہوں"...... دوسری طرف سے ثمینہ کی آواز سنائی لیکن لہجہ خاصا سخت اور سرد تھا۔

"جولیانا بول رہی ہوں ثمینہ"...... جولیا نے کہا۔

"میرا پورا نام ثمینہ عصائی ہے۔ اس لئے آپ بھی میرا پورا نام لے کر ہی بلایا کریں۔ ویسے آپ کے پوچھنے سے پہلے ہی وضاحت کر دوں کہ عصائی نہ میرے والد کا نام ہے اور نہ ہی میں نے ابھی شادی کی ہے۔ اس لئے یہ نام میرے شوہر کا بھی نہیں ہے اور نہ ہی یہ ہمارا کوئی خاندانی لقب ہے۔ عصائی کا مطلب ہے ڈنڈا۔ اور میں

غلط لوگوں کے لئے عصائی کا درجہ رکھتی ہوں۔ اس لئے ثمینہ عصائی کہلاتی ہوں"...... ثمینہ نے مسلسل بولتے ہوئے اور خاور اور صفدر ایک دوسرے کو معنی خیز نظروں سے دیکھنے لگے۔

"ٹھیک ہے۔ تمہارا پورا نام بھی میں نے جان لیا ہے اور عصائی کا مطلب بھی۔ تو محترمہ ثمینہ عصائی صاحبہ۔ میں اس خاتون سے خود ملنا چاہتی ہوں جس نے تمہیں خط دیا ہے۔ اس لئے مجھے بتاؤ کہ وہ کس ہسپتال میں ہے اور ان کا کمرہ نمبر کیا ہے"...... جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ شاید میری وضاحت پر غصہ کر رہی ہیں۔ میں نے تو اس لئے یہ وضاحت کر دی تھی کیونکہ نام سنتے ہی سب یہی سمجھنے لگتے ہیں کہ یہ نام میرے شوہر کا ہے اس لئے وہ مجھے مسز کہنا شروع کر دیتے ہیں۔ ویسے آپ کہاں ہیں۔ آپ کا فلیٹ تو لاکڈ ہے"...... ثمینہ نے اصل بات کا جواب دینے کی بجائے دوسری باتیں کرتے ہوئے کہا۔

"میں ایک کام سے چلی گئی تھی۔ اب فارغ ہو کر ایک پبلک فون بوتھ سے بات کر رہی ہوں۔ میں چاہتی ہوں کہ اس خاتون سے کیا نام تھا ان کا ہاں کاشفہ ان سے مل کر آؤں"...... جولیا نے جواب دیا۔

"آپ کو خط دینے کے بعد جب میں ہسپتال گئی تو پتہ چلا کہ وہ خاتون جا چکی ہیں۔ وہ کسی کو بتائے بغیر خاموشی سے چلی گئی

ہیں۔ میں بڑی پریشان ہوئی لیکن بہرحال میں یہی سمجھی کہ وہ میرے فلیٹ پر ہی گئی ہوں گی۔ اس لئے میں واپس یہاں آ گئی تو وہ یہاں بھی نہیں تھی۔ تب میں نے یہاں اردگرد موجود چند ہوٹلوں کو فون کیا اور کاشفہ کے بارے میں معلوم کیا لیکن وہ کہیں بھی نہیں پہنچیں۔ مجھے حقیقت ہے کاشفہ صاحبہ پر بڑا غصہ آیا کہ انہوں نے یہ حرکت کر کے خواہ مخواہ مجھے پریشان کر دیا ہے۔ اس لئے میں نے ایکریمیا اپنے بھائی کو فون کیا تو اس کی بات سن کر مجھ پر جیسے بم سا گر پڑا۔ وہ کسی کاشفہ کو جانتا تک نہیں اور نہ ہی بقول اس کے اس نے کسی کو میرے نام کوئی رقعہ دیا ہے۔ میں نے جب اسے تفصیل بتائی تو اس نے مجھے کہا کہ میں محتاط رہوں۔ یہ کوئی چکر ہے"...... ثمینہ عصائی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اس کا حلیہ اور لباس کے بارے میں تفصیل بتا دو۔ میں نے اسے ایمرجنسی کی وجہ سے سرسری سے انداز میں دیکھا تھا"...... جولیا نے کہا تو ثمینہ عصائی نے تفصیل سے حلیے اور لباس کے بارے میں بتا دیا۔

"ان کا سامان تو تمہارے فلیٹ میں ہی ہوگا"...... جولیا نے پوچھا۔

"یہ بھی عجیب اور حیرت انگیز معاملہ ہے کہ جب وہ آئی تھی تو اس کے پاس ایک بڑا سیاہ چرمی بیگ تھا جو میں نے الماری میں رکھ دیا تھا۔ واپس آ کر جب میں نے چیک کیا تو بیگ غائب تھا جبکہ

فلیٹ ویسے ہی لاکڈ تھا اور کوئی چیز چوری بھی نہیں ہوئی۔ عجیب پراسرار چکر ہے۔ ویسے اس خط میں کیا لکھا ہوا ہے۔ میں نے تو اس لئے نہیں کھولا تھا کہ اس طرح امانت میں خیانت ہو جاتی ہے"...... ثمینہ عصائی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ابھی وہ پڑھا ہی نہیں جا سکا۔ وہ کسی قدیم زبان میں ہے یا کسی کوڈ میں۔ ویسے میں نے کوڈ کے ایک ماہر کو یہ خط بھجوا دیا ہے۔ جب پڑھا جائے گا تب معلوم ہوگا کہ اس میں کیا لکھا ہے"...... جولیا نے جان بوجھ کر اسے اصل بات نہ بتاتے ہوئے کہا۔

"جب پڑھا جائے گا تو مجھے بھی بتانا۔ اب میری بھی اس پراسرار چکر میں دلچسپی پیدا ہو گئی ہے"...... ثمینہ عصائی نے کہا۔

"اوکے"...... جولیا نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

"یہ تو واقعی عجیب اور پراسرار چکر شروع ہو گیا ہے"...... خاور نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ یہ کوئی شیطانی سلسلہ ہے اور لازماً اس خط کا مخاطب عمران ہی ہوگا"...... صفدر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تو پھر عمران سے بات کرو"...... جولیا نے کہا۔

"ہمیں اس کے فلیٹ پر جانا ہوگا البتہ میں یہ معلوم کر لیتا ہوں کہ وہ فلیٹ پر موجود ہیں یا نہیں"...... صفدر نے فون کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا تو خاور اور جولیا نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔

مصر اور لیبیا کی سرحد پر ایک بڑا شہر آرزوق تھا۔ اس شہر کی ایک سڑک پر ایک صحرائی جیپ خاصی تیز رفتاری سے آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔ آرزوق خاصا بڑا شہر تھا اور یہاں سیاحوں کی بھی کافی تعداد آتی جاتی رہتی تھی۔ یہاں قدیم دور کی عمارتوں کے ساتھ ساتھ جدید دور کی عمارتیں، کلب اور ہوٹل سب ساتھ ساتھ نظر آتے تھے۔ یہاں کاریں اور جیپیں دونوں تقریباً ایک جیسی تعداد میں ہی سڑکوں پر دوڑتی نظر آتی تھیں کیونکہ آرزوق کے اطراف میں صحرا تھے۔ مصر کی طرف بھی اور لیبیا کی طرف بھی اور گو دونوں اطراف کے صحرا وسعت کے لحاظ سے وسیع نہ تھے لیکن بہرحال وہ خاصے خطرناک صحرا سمجھے جاتے تھے۔ جیپ کی ڈرائیونگ سیٹ پر ایک مصری بیٹھا تھا جبکہ عقبی سیٹ پر ایک ادھیڑ عمر خاتون بیٹھی ہوئی تھی جس نے سیاہ

رنگ کی بڑی سی چادر سے اپنے آپ کو اس طرح لپیٹا ہوا تھا کہ اس کا صرف چہرہ چادر سے باہر تھا۔ آنکھوں پر سیاہ عینک موجود تھی۔ رنگ گورا اور نقوش تیکھے تھے۔ جسمانی طور پر وہ خاصی بھاری بھرکم خاتون نظر آتی تھی۔

تھوڑی دیر بعد جیپ ایک رہائشی کالونی میں داخل ہوئی اور پھر ایک کوٹھی کے گیٹ کے سامنے رک گئی۔ ڈرائیور نے تین بار ہارن بجایا تو کوٹھی کا بڑا پھاٹک خود بخود کھل گیا اور ڈرائیور جیپ اندر لے گیا۔ اس نے جیپ اندرونی برآمدے کے ساتھ اس طرح سائیڈ کر کے موڑ کر روک دی کہ خاتون آسانی سے اتر سکے۔ خاتون خاموشی سے اتری اور پھر برآمدے کی سیڑھیاں چڑھتی ہوئی اندر کی راہداری کی طرف بڑھ گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک بند دروازے کے سامنے کھڑی تھی۔ اس نے چادر سے ہاتھ نکال کر دروازے پر آہستہ سے لیکن تین بار مخصوص انداز میں دستک دی۔

”آ جاؤ۔ اندر“...... کمرے میں سے ایک کمزور سی آواز سنائی دی اور خاتون نے دروازے کو دبایا تو وہ کھلتا چلا گیا۔ اندر ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس میں انتہائی کم روشنی تھی اور یہ روشنی چھت سے لٹکے ہوئے ایک بلب سے نکل رہی تھی۔ کمرے کے فرش پر سیاہ رنگ کا قالین نما کپڑا بچھا ہوا تھا اور سامنے فرش پر ہی ایک بوڑھا آدمی آلتی پالتی مارے بیٹھا تھا۔ اس کا رنگ گہرا سانولا تھا۔ اس نے سر پر قدیم مصری طرز کی ایک مخصوص انداز کی ٹوپی پہنی ہوئی تھی جس

سے اس کے کان بھی چھپ گئے تھے۔

"کازوق کی خدمت میں عبرینہ سلام پیش کرتی ہے"..... اس خاتون نے اس بوڑھے کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھتے ہوئے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"سلام قبول کیا جاتا ہے۔ کیا پیغام درست انداز میں پہنچ گیا ہے"..... بوڑھے نے کمزور سی آواز میں کہا۔

"جی ہاں۔ جیسے آپ نے حکم دیا تھا ویسے ہی کیا گیا ہے"..... خاتون عبرینہ نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اب تم جا سکتی ہو"..... بوڑھے نے کافی دیر خاموش رہنے کے بعد کہا تو خاتون اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اب کب حاضری کی اجازت ہے"..... خاتون نے پوچھا۔

"اب ہماری تمہاری ملاقات نہیں ہوگی عبرینہ۔ ہم نے اپنا آخری کام بھی مکمل کر لیا ہے۔ اب ہم اطمینان سے موت کو قبول کر لیں گے کیونکہ ہمیں یہی بتایا گیا ہے کہ اس خوفناک عذاب کا خاتمہ پاکیشیا کا وہ آدمی عمران ہی کر سکتا ہے اور ہم نے اس تک پیغام پہنچا دیا ہے۔ اب جو کچھ کرنا ہے اسی نے کرنا ہے۔ ہماری مہلت ختم ہو چکی ہے"..... بوڑھے نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"آپ کے بعد مجھے کس کے سامنے حاضر ہونا ہوگا"..... خاتون نے کہا۔

"یہ تمہیں ہمارے بعد خود ہی بتا دیا جائے گا۔ اب تم جا سکتی

ہو"..... بوڑھے نے جواب دیا تو خاتون نے ایک بار پھر سلام کیا اور خاموشی سے مڑ کر کمرے سے باہر آ گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ اسی جیپ میں بیٹھی ایک بار پھر سڑک پر آ گئی۔

"حویلی واپس لے چلو"..... خاتون نے ڈرائیور سے کہا اور ڈرائیور نے منہ سے کچھ بولنے کی بجائے اثبات میں سر ہلا دیا۔ تھوڑی دیر بعد جیپ ایک قدیم طرز کی بنی ہوئی بڑی سی حویلی کے کھلے پھاٹک میں داخل ہوئی۔ پھاٹک کے اندر قدیم دور کا لباس پہنے کئی خدمت گار موجود تھے۔ جیپ اندرونی عمارت کی سائیڈ پر جا کر رک گئی اور خاتون نیچے اتری اور تیزی سے چلتی ہوئی ایک بڑے سے کمرے میں داخل ہو گئی۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی اس نے چادر اتار کر ایک طرف رکھی اور پھر سائیڈ پر موجود ایک دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس اس کمرے میں آئی تو اس کے جسم پر دوسرا لباس تھا جو خاصا جدید اور چست تھا۔ اس کے سیاہ بال اس کے کاندھوں پر پڑے ہوئے تھے۔ کانوں میں انتہائی قیمتی ہیروں کے ٹاپس تھے۔ وہ ابھی کمرے کی کرسی پر بیٹھی ہی تھی کہ سائیڈ کا دروازہ کھلا اور ایک باوردی ملازم نے اندر داخل ہو کر سر جھکا لیا۔

"کیا کہنا ہے بولو"..... خاتون نے بڑے باوقار سے لہجے میں کہا۔

"بزرگ اغطاف اپنے کمرے میں آپ کو یاد فرما رہے

ہیں"...... ملازم نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ جاؤ"...... خاتون نے کہا اور ملازم نے سر جھکا کر سلام کیا اور خاموشی سے کمرے سے باہر چلا گیا۔ خاتون اٹھی اور اندرونی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ یہ دروازہ ایک چھوٹی لیکن خاصی چوڑی راہداری میں کھلتا تھا۔ راہداری کے آخر میں ایک دروازہ تھا جو بند تھا۔ خاتون اس دروازے پر پہنچ کر رکی اور پھر اس نے ہاتھ اٹھا کر دروازے پر دستک دی۔

"آ جاؤ بیٹی"...... اندر سے ایک مردانہ آواز سنائی دی اور خاتون دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔ یہ ایک خاصا بڑا کمرہ تھا جسے بیک وقت سٹنگ روم اور بیڈروم کے طور پر سجایا گیا تھا۔ البتہ فرنیچر انتہائی قدیم دور کا دکھائی دیتا تھا۔ سامنے کرسی پر ایک بزرگ آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے جسم پر سیاہ رنگ کا لبادہ تھا جس پر سنہری رنگ کی دھاریاں بنی ہوئی تھیں۔ اس کے سفید بال اس کے کاندھوں پر پڑے ہوئے تھے۔ یہ امیر اعطاف تھا۔ اس حویلی کا مالک اور اس خاتون کا والد۔ امیر اعطاف مصر کے قدیم بادشاہوں کی نسل سے تھا۔ اس لئے امیر کہلاتا تھا۔ کبھی زمانے میں اعطاف کے آباؤ اجداد مصر کے حاکم رہے تھے اور پھر امیر اعطاف کے پڑدادا کو آرزوق کا پورا علاقہ بطور جاگیر دے دیا گیا تھا اور یہاں باقاعدہ منصوبہ بندی سے شہر بسایا گیا تھا۔ امیر اعطاف کے بزرگوں نے یہاں لوگوں کو اراضی مفت دے دی تھی اور اس وقت

صرف یہی حویلی ہی ان کی ملکیت رہ گئی تھی۔ امیر اعطاف نے شادی ضرور کی تھی لیکن عبریۃ کی پیدائش کے وقت عبریۃ کی والدہ فوت ہو گئی تو امیر اعطاف نے پھر کبھی شادی نہ کی اور عبریۃ کو ہی انہوں نے باپ اور ماں بن کر پالا۔ عبریۃ نے مصر کی معروف یونیورسٹی سے قدیم مصریات پر ڈاکٹریٹ کی تھی اور اب وہ اسی یونیورسٹی میں باقاعدہ قدیم مصریات پڑھاتی تھی۔ ان دنوں چونکہ یونیورسٹی میں چھٹیاں تھیں۔ اس لئے عبریۃ یونیورسٹی نہ جاتی تھی۔ یونیورسٹی میں اسے ڈاکٹر عبریۃ اعطاف کہا جاتا تھا اور اس کے علم و فضل، اعلیٰ کردار اور رکھ رکھاؤ کی وجہ سے اس کا انتہائی ادب و احترام کیا جاتا تھا۔ چھٹیوں کی وجہ سے ہی عبریۃ یہاں اپنی ذاتی حویلی میں آئی ہوئی تھی ورنہ وہ قاہرہ میں ہی ایک بڑی کوٹھی میں رہتی تھی جہاں اس کے کافی سارے ملازم تھے۔ وہ کسی ملکہ یا شہزادی کے انداز میں رہتی تھی۔ دولت کی اسے کوئی پرواہ ہی نہیں تھی کیونکہ امیر اعطاف کے تمام بڑے بینکوں میں اکاؤنٹ تھے جو بڑی بڑی رقموں سے بھرے ہوئے تھے اور ہر سال ان رقومات میں خطیر اضافہ ہو جاتا تھا۔ کہا جاتا تھا کہ امیر اعطاف کے آباؤ اجداد کے پاس بہت بڑا سونے کا ذخیرہ تھا جسے امیر اعطاف نے بھاری قیمت پر فروخت کر کے نقد رقم بینکوں میں رکھوا دی تھی اور سوائے ایک اکاؤنٹ کے باقی تمام اکاؤنٹس عبریۃ کے نام تھے۔ عبریۃ جیسے ہی کمرے میں داخل ہوئی اس نے جلدی سے آگے بڑھ کر جھک کر

اپنے والد کے پیروں کو ہاتھ لگایا۔

"جیتی رہو"...... امیر اعطاف نے انتہائی محبت بھرے انداز میں اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"آپ کی صحت ٹھیک ہے امیر بابا"...... عبریتہ نے کہا۔ وہ اپنے والد کو امیر بابا کہتی تھی۔

"ہاں بیٹی۔ اللہ تعالیٰ کا بہت فضل و کرم ہے۔ تم پاکیشیا گئی تھی۔ کیا ہوا وہاں"...... امیر اعطاف نے پوچھا تو عبریتہ نے پاکیشیا پہنچنے سے لے کر واپس آنے اور پھر بزرگ کازوق سے ہونے والی ملاقات کی تفصیل بتا دی۔

"تو تمہاری اس عمران سے ملاقات نہیں ہوئی جس کو دراصل بزرگ کازوق خط پہنچانا چاہتے تھے۔ نجانے انہوں نے کیوں اس قدر پیچیدہ طریقہ اپنایا"...... امیر اعطاف نے کہا۔

"اس کی کوئی نہ کوئی تو وجہ ہوگی اور یہ وجہ بزرگ کازوق ہی جانتے ہوں گے۔ ویسے انہوں نے مجھے اشارہ کر دیا ہے کہ اب وہ زندہ نہیں رہیں گے"...... عبریتہ نے کہا تو امیر اعطاف نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"امیر بابا۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ یہ سارا سلسلہ آخر ہے کیا"...... چند لمحوں کی خاموشی کے بعد عبریتہ نے کہا۔

"تم قدیم مصریات پر اتھارٹی ہو۔ کیا تم نہیں جانتیں کہ قدیم دور میں مصر میں ایک انتہائی خوفناک شیطانی فرقہ ظہور میں آیا تھا

جس نے اس دور کے تمام ایسے لوگ جو حق پر تھے انہیں نہ صرف ہلاک کر دیا بلکہ ان پر بے پناہ ستم بھی توڑے۔ اس فرقے کو بلیک سکارب کہا جاتا تھا۔ بلیک سکارب تم جانتی ہو کہ ایک کالے بڑے بھنورے کو کہا جاتا ہے اور بھنورا ہی اس فرقے کی نشانی تھی اور اس فرقے پر شیطان سفید چمگادڑ کی صورت میں ہر وقت سایہ فگن رہتا تھا۔ اس فرقے نے اپنی شیطانی طاقتوں کی مدد سے اس دور کے اچھے اور نیک لوگوں کو اس قدر خراب کیا کہ لاکھوں لوگ موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے اور لاکھوں کو شیطان نے ورغلا کر اس فرقے میں شامل کرا دیا۔ پھر جب اس فرقے کی شیطانیت کا دائرہ وسیع ہوتا چلا گیا تو اللہ تعالیٰ کی خیر کی قوتیں حرکت میں آئیں اور اس فرقے کو ختم کر دیا گیا اور اس بلیک سکارب کو حرکت کرنے سے معذور کر دیا گیا۔ پھر اس بلیک سکارب کو کسی قدیم مقبرے میں رکھ دیا گیا تاکہ یہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے۔ اس بلیک سکارب کو وہاں رکھے نجانے کتنی صدیاں گزر گئیں لیکن اب بزرگ کازوق کو معلوم ہوا ہے کہ اس بلیک سکارب کو نجانے کیوں اس مقبرے سے نکال لیا گیا ہے اور جیسے جیسے وقت گزرتا جائے گا یہ بلیک سکارب دوبارہ طاقت پکڑتا جائے گا۔ جب یہ دوبارہ پوری طرح زندہ ہو جائے گا تو ایک بار پھر بلیک سکاربی فرقہ پوری دنیا میں پھیل جائے گا اور شیطان ایک بار پھر سفید چمگادڑ کے روپ میں اس پر سایہ فگن ہو جائے گا اور بزرگ کازوق کے مطابق اس بار پوری دنیا کے

مسلمان اس کا بطور خاص نشانہ بنیں گے اور یقیناً یہودی اور دیگر مسلمان دشمن قوتیں ان کی مدد کریں گی۔ اس طرح کروڑوں مسلمان نہ صرف تباہ و برباد ہو جائیں گے بلکہ ہر طرف برائی پھیل جائے گی۔ اس لئے اس پودے کو جڑ پکڑنے سے پہلے ہی کاٹ دیا جانا چاہئے لیکن کسی کو نہیں معلوم کہ یہ بلیک سکارب اس وقت کہاں ہے اور کس طرح اس کا خاتمہ کیا جا سکتا ہے۔ کئی راتوں کو مسلسل دعائیں مانگنے کے بعد بزرگ کازوق کو بتایا گیا کہ یہ کام ان پوری دنیا میں صرف پاکیشیا کا رہنے والا اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لئے کام کرنے والا ایک آدمی علی عمران کر سکتا ہے۔ اس نے پہلے بھی بے شمار طاغوتی طاقتوں کو شکست دی ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی بتایا گیا کہ اسے براہ راست پیغام نہ بھیجا جائے۔ چنانچہ اس کی ساتھی ایک لڑکی کو تلاش کیا گیا اور پھر خط دے کر تمہیں بھیجا گیا“...... امیر اعطاف نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”لیکن کیا وہ علی عمران کام بھی کرے گا یا نہیں“...... عبرینہ نے کہا۔

”یہ تو مستقبل ہی بتائے گا“...... امیر بابا نے جواب دیا۔

”اسے اس کام پر مجبور بھی تو کیا جا سکتا ہے“...... عبرینہ نے کہا۔

”نہیں۔ اسے کسی صورت مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ اسی لئے تو یہ سب کچھ کیا گیا ہے“...... امیر اعطاف نے جواب دیا۔

”بھاری دولت دے کر یا اس کی تمام شرائط اور خواہشیں پوری کر کے اسے مجبور تو کیا جا سکتا ہے امیر بابا۔ اس دنیا میں کون ہے جس کی کوئی نہ کوئی قیمت نہیں ہے“...... عبرینہ نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”میں اس شخص کو نہیں جانتا لیکن بزرگ کازوق سے میری اس معاملے پر تفصیلی بات ہوئی ہے۔ انہوں نے بتایا ہے کہ یہ شخص کسی صورت بھی خریدا نہیں جا سکتا۔ وہ دولت تو کیا دنیا کی ہر شے سے بے نیاز ہے۔ وہ اپنی مرضی کا مالک ہے اور بس۔ البتہ وہ مسلمانوں کے تحفظ کے لئے بغیر کسی لالچ کے بھی کام کر سکتا ہے“...... امیر اعطاف نے جواب دیا۔

”ایسے آدمی سے تو ملنا چاہئے۔ کاش بزرگ کازوق مجھے اس سے ملاقات کی اجازت دیتے“...... عبرینہ نے کہا۔

”تم فکر نہ کرو۔ تمہاری اس سے جلد ہی ملاقات ہو گی۔ تم نے یہ خط پہنچایا ہے تو لامحالہ وہ تم سے ملے گا تاکہ اس خط کے بارے میں مزید معلومات حاصل کر سکے اور مجھ سے بھی وہ ملاقات کرے گا۔ یہ بات مجھے بزرگ کازوق نے بتائی تھی اس لئے مجھے یقین ہے کہ ایسا ہو گا“...... امیر اعطاف نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید بات ہوتی، کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک ملازم اندر آ کر سر جھکا کر کھڑا ہو گیا۔

”کیا بات ہے“...... امیر اعطاف نے پوچھا۔

"بزرگ کازوق وفات پا گئے ہیں۔ ان کا ملازم اطلاع لے کر آیا ہے"...... ملازم نے اسی طرح سر جھکائے جھکائے جواب دیا۔

"اوہ اچھا۔ تم اسے بھیج دو اور کہہ دو کہ ہم ابھی پہنچ رہے ہیں اور ان کے کفن دفن کا تمام انتظام ہم نے کرنا ہے۔ انہوں نے ہمیں وصیت کر کے تفصیل سے اس بارے میں حکم دے رکھا ہے"...... امیر اعطاف نے کہا۔

"آپ درست فرما رہے ہیں جناب امیر۔ جو ملازم آیا ہے وہ بھی یہی کہہ رہا ہے۔ اس نے بتایا ہے کہ بزرگ کازوق نے اپنی وفات سے پہلے تمام ملازموں کو بلا کر انہیں یہ سب کچھ کہا ہے"...... ملازم نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے جاؤ"...... امیر اعطاف نے کہا اور ملازم سر جھکا کر سلام کر کے واپس چلا گیا۔

"اب بزرگ کازوق کی جگہ کون لے گا امیر بابا"...... عبرینہ نے کہا۔

"اب ان کی جگہ میں لوں گا بیٹی۔ وہ اپنا تمام روحانی سرمایہ مجھے بخش گئے ہیں۔ لیکن یہ بہرحال درست ہے کہ میں ان جیسا تو نہیں ہو سکتا"...... امیر اعطاف نے کہا تو عبرینہ کے چہرے پر مسرت کے تاثرات ابھر آئے اور پھر وہ اجازت لے کر واپس اپنے کمرے میں آ گئی۔ اس کے ذہن میں بار بار عمران کا نام آ رہا تھا اور اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ اڑتی ہوئی پاکیشیا جائے اور اس آدمی

سے ملے۔ اپنے دیکھے جس کے بارے میں بزرگ کازوق نے ایسی باتیں کی ہیں جو عام انسانوں سے اسے علیحدہ کرتی ہیں لیکن ظاہر ہے وہ یہ کام اپنی مرضی سے نہ کر سکتی تھی۔ اس لئے یہ سوچتی ہوئی کہ چلو جیسا کہ امیر بابا نے بتایا ہے کہ اس کی ملاقات بہرحال عمران سے ہو ہی جائے گی۔ ویسے وہ یہ سوچ کر ہی حیران ہو رہی تھی کہ وہ پاکیشیا باقاعدہ میک اپ میں اور فرضی نام سے گئی تھی۔ پھر اس لڑکی ثمینہ کے فلیٹ میں اس پر پڑنے والا دل کا دورہ فرضی تو نہ تھا لیکن وہ بہرحال دل کا دورہ نہ تھا۔ یہ سب کچھ بزرگ کازوق نے پہلے سے ہی بتا دیا تھا کہ ایسا ہوگا اور پھر وہ ہسپتال میں اس لڑکی ثمینہ کو خط دے گی اور اس کے بعد وہ اس کے فلیٹ پر پہنچے گی تو فلیٹ کا لاک خود بخود کھل جائے گا اور وہ اپنا بیگ لے کر فلیٹ کو دوبارہ باقاعدہ لاک کر دے گی اور اس کے بعد وہ سیدھی ایئرپورٹ پہنچے گی جہاں ایک چارٹرڈ طیارہ بک کرا کر وہ واپس مصر پہنچ جائے گی اور وہاں ویسے ہی ہوا جیسے بزرگ کازوق نے بتایا تھا جبکہ اب امیر بابا بتا رہے تھے کہ عمران اسے تلاش کرتا ہوا یہاں پہنچ جائے گا۔ یہی بات اس کی سمجھ میں نہ آ رہی تھی کہ ایسا کیسے ممکن ہے۔ ایک بار اسے خیال آیا کہ کہیں یہ عمران بھی بزرگ کازوق کی طرح روحانی طاقتوں کا حامل تو نہیں ہے لیکن پھر اس نے یہ خیال خود ہی مسترد کر دیا کیونکہ اس کے خیال کے مطابق ایجنٹ ٹائپ لوگوں کا روحانیت سے گہرا تعلق نہیں ہو سکتا۔ وہ دنیادار لوگ ہوتے ہیں اور دنیاداری

ہی ان کا اوڑھنا بچھونا ہوتا ہے۔ اپنے کمرے میں پہنچ کر اس نے لباس تبدیل کیا اور پھر بیڈ پر لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں۔ تھکاوٹ کی وجہ سے چند ہی لمحوں بعد وہ گہری نیند سو چکی تھی۔

عمران اپنے فلیٹ میں بیٹھا ایک سائنسی کتاب کے مطالعہ میں مصروف تھا کہ پاس پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

" سلیمان۔ سلیمان"..... عمران نے کتاب سے نظریں ہٹائے بغیر اونچی آواز میں کہا۔

" خود ہی فون سن لیجئے۔ میں حریرے کھا رہا ہوں اور حریرے کھانے کے دوران مجھے ڈسٹربنس پسند نہیں ہے"..... دور سے سلیمان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" حریرے۔ یہ حریرے کھانے کا کونسا وقت ہے۔ کھانا کھائے ہوئے تو کافی وقت گزر چکا ہے"..... عمران نے حیران ہوتے ہوئے کہا جبکہ اس دوران فون کی گھنٹی مسلسل بج رہی تھی۔

" یہ تفصیل طلب معاملہ ہے۔ آپ فون سن لیں۔ پھر بات

ہو گی"...... سلیمان نے جواب دیا تو عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"حریرہ خور باورچی آغا سلیمان پاشا کا مقروض علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں"...... عمران نے رسیور اٹھا کر بڑے مسمسے سے لہجے میں کہا۔

"صفدر بول رہا ہوں عمران صاحب۔ حریرہ خور کیا ہوتا ہے"...... دوسری طرف سے صفدر کی ہنستی ہوئی آواز سنائی دی۔

"جس طرح بھتہ خور، رشوت خور ہوتا ہے اسی طرح حریرہ خور بھی ہوتا ہے"...... عمران نے منہ بنا کر جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ آپ اس وقت موڈ میں ہیں۔ میں خاور اور مس جولیا سمیت آپ کے فلیٹ پر آ رہا ہوں"...... صفدر نے کہا۔

"ارے ارے یک نہ شد، تین شد۔ لیکن آغا سلیمان پاشا تو اکیلے ہی حریرہ خوری کرنے کا عادی ہے۔ وہ اس معاملے میں کسی کا لحاظ نہیں کرتا۔ یہ میں پہلے بتا دوں"...... عمران نے کہا۔

"آپ فکر نہ کریں۔ ہم حریرہ خوری کے لئے نہیں آ رہے"...... صفدر نے کہا۔

"ارے اب میں کیا کہوں۔ مجھے تو کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔ یہاں خوری کا اس وقت کوئی انتظام نہیں ہو سکے گا۔ اس لئے بہتر ہے کہ تم ہوا خوری کرنے کسی باغ کی طرف نکل جاؤ"...... عمران

نے کہا تو دوسری طرف سے صفدر نے قہقہہ مار کر رسیور رکھ دیا۔

"آپ نے اچھا کیا کہ انہیں اپنی اصلیت بتا دی۔ سچ بولنے والا ہمیشہ فائدے میں رہتا ہے"...... سلیمان نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"ارے ارے۔ وہ مہمان ہیں اور مہمان نوازی ہماری روایت ہے"...... عمران نے کہا۔

"آپ نبھاتے رہیں یہ روایت۔ میرے تو سونے کا وقت ہو گیا ہے"...... سلیمان نے میز پر پڑے ہوئے چائے کے برتن سمیٹتے ہوئے کہا۔

"ارے ہاں۔ یہ کونسا وقت ہے حریرے کھانے کا۔ پہلے تو تم ناشتہ حریروں سے کرتے تھے۔ اب رات کے کھانے کے بعد حریرے کھانے لگ گئے ہو"...... عمران نے چونک کر کہا۔

"کمال ہے۔ اتنی موٹی موٹی کتابیں پڑھنے کے باوجود آپ کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ ناشتے کے حریرے اور ہوتے ہیں اور کھانے کے بعد کے اور۔ اب آپ خود سوچیں۔ ناشتے کے وقت آپ کو ڈنر کے لوازمات تو نہیں دیئے جا سکتے ہیں۔ ظاہر ہے وہ تو کھانے کے وقت ہی کھائے جا سکتے ہیں"...... سلیمان نے منہ بناتے ہوئے کہا اور پھر برتن اٹھا کر تیزی سے کمرے سے باہر چلا گیا اور عمران نے مسکراتے ہوئے کتاب پر نظریں جما دیں۔ کافی دیر بعد کال بیل بج اٹھی تو عمران نے کتاب بند کر کے اسے اٹھ کر ریک میں رکھا اور

چند لمحوں بعد اس کو دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی اور ساتھ ہی سلیمان کی انتہائی مؤدبانہ اور پرجوش آواز بھی سنائی دی۔ وہ انہیں باقاعدہ فلیٹ پر خوش آمدید کہہ رہا تھا اور عمران اس کے اس انداز پر بے اختیار مسکرا دیا۔ پھر جیسے ہی صفدر، خاور اور جولیا تینوں سٹنگ روم میں داخل ہوئے تو عمران ان کے استقبال کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔

"وہ ہمارے ایک بہت ہی بڑے شاعر نے کہا تھا کہ وہ ہمارے گھر میں آئیں اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے۔ ورنہ ایسا ممکن ہی نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کی اس قدرت کے بعد کبھی ہم ان کو دیکھتے ہیں اور کبھی اپنے گھر کو۔ مطلب ہے کہ یہ گھر تو اس قابل نہیں ہے کہ وہ اس گھر میں آئیں لیکن بہرحال خدا کی قدرت تو قدرت ہی ہوتی ہے"...... عمران نے سلام دعا کے بعد کہا تو سب بے اختیار ہنس پڑے۔

"آپ نے اس شعر کا مفہوم مس جولیا کی وجہ سے کہا ہے یا"...... صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا اور کرسی پر بیٹھ گیا۔

"جولیا کے لئے تو ایک اور شاعر نے کہا ہے کہ وہ جب بزم میں آتے ہیں تو تمام روشنیاں بجھ جاتی ہیں"...... عمران نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب۔ کیا تم مجھے منحوس کہہ رہے ہو"...... جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا تو اس بار صفدر اور خاور بے اختیار ہنس پڑے۔

"ارے ارے۔ کیوں اس بے چارے شاعر کی روح کو تڑپا

رہی ہو۔ اس کا مطلب ہے کہ تمہاری وجہ سے اتنی روشنی ہو جاتی ہے کہ پرانی مصنوعی روشنیوں کی ضرورت ہی نہیں پڑتی"...... عمران نے کہا تو اس بار جولیا بے اختیار ہنس پڑی۔ اس کے چہرے کا رنگ اپنی تعریف سے گلنار ہو گیا تھا۔

"عمران صاحب۔ یہ خط ذرا پڑھیئے"...... صفدر نے جیب سے ایک خط نکال کر عمران کی طرف بڑھاتے ہوئے سنجیدہ لہجے میں کہا تو عمران چونک پڑا۔ اس نے لفافہ لے کر اس میں سے خط نکالا اور اسے ایک نظر دیکھتے ہی وہ بے اختیار چونک پڑا۔

"یہ تو قدیم مصری زبان کا روس ہے۔ یہ خط کہاں سے آیا ہے تمہارے پاس"...... عمران نے حقیقی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"کیا آپ اسے پڑھ سکتے ہیں"...... صفدر نے کہا۔

"ہاں۔ اور میرا خیال ہے کہ اسے تو خاور بھی پڑھ لے گا۔ اسے بہت شوق ہے ایسی زبانیں پڑھنے اور سیکھنے کا"...... عمران نے کہا۔

"خاور نے تو اسے ڈی کوڈ کر لیا ہے لیکن ہم چاہتے ہیں کہ آپ اسے اپنے طور پر بھی ڈی کوڈ کر دیں"...... صفدر نے کہا تو عمران نے سنجیدہ انداز میں سر ہلایا اور پھر اس نے اٹھ کر الماری میں سے ایک پیڈ اور قلم اٹھایا اور پیڈ کو میز پر رکھ کر وہ کاغذ پر جھک گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اسے ڈی کوڈ کر چکا تھا۔

"یہ بالکل وہی ہے جو خاور نے کیا تھا۔ اب مجھے خاور کی قابلیت پر بھی یقین ہو گیا ہے"...... صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"شکریہ"..... خاور نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"لیکن یہ خط کہاں سے آیا اور تم تینوں رات کے اس وقت کین خوشی میں اکٹھے ہو"..... عمران نے کہا تو جولیا نے اسے ثمینہ کے اس کے فلیٹ پر آنے سے لے کر اسے صفدر کے فلیٹ سے فون کرنے اور اس کے جواب سمیت سب کچھ تفصیل سے بتا دیا۔

"ہونہہ۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ خط تمہیں اس پراسرار انداز میں پہنچایا گیا ہے۔ اب اس عورت کو تلاش کرنا پڑے گا"..... عمران نے کہا۔

"کیسے عمران صاحب۔ کیا ہوٹلوں کو چیک کرنا پڑے گا"..... صفدر نے کہا۔

"ظاہر ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہمیں ایئرپورٹ پر بھی چیکنگ کرنا ہو گی۔ ایسا نہ ہو کہ وہ عورت اپنا مشن مکمل کر کے واپس چلی گئی ہو۔ کیونکہ ایسے معاملات میں اسی انداز میں ہی کام کیا جاتا ہے"..... عمران نے کہا۔

"لیکن یہ سب پراسرار گورکھ دھندہ آخر ہے کیا"..... جولیا نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ یہ باقاعدہ ہمیں اطلاع دی گئی ہے۔ لیکن براہ راست نہیں بلکہ بالواسطہ طور پر"..... عمران نے کہا۔

"لیکن پھر اس کاشفہ کا بارٹ اٹیک۔ یہ سب کیا ہے۔ کیا وہ ویسے براہ راست یہ خط مجھے نہ دے سکتی تھی اور پھر مجھے ہی کیوں یہ

خط پہنچایا گیا ہے"..... جولیا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"میرا خیال ہے کہ تمہارے ذریعے اسے مجھ تک پہنچایا گیا ہے کیونکہ یہ خط بھیجنے والے یہ بات بھی جانتے ہوں گے کہ تم اس زبان کو نہ پڑھ سکو گی۔ اس لئے یا تو یہ خط تم چیف ایکسٹو تک پہنچاؤ گی یا پھر مجھ تک۔ اب یہ اور بات ہے کہ مجھ سے پہلے خاور نے اسے پڑھ لیا"..... عمران نے کہا۔

"عمران صاحب۔ آپ کی یہ بات مجھے اپیل کر رہی ہے کہ وہ عورت کاشفہ واپس چلی گئی ہو گی ورنہ وہ اس پراسرار انداز اور افراتفری میں ہسپتال سے غائب نہ ہوتی"..... صفدر نے کہا۔

"پھر بقول ثمینہ اس کا بیگ بھی غائب ہے۔ یہ واقعی کوئی پراسرار مسئلہ ہے"..... جولیا نے کہا۔

"عمران صاحب۔ آجکل نائٹ ڈیوٹی میں میرا ایک دوست ایئرپورٹ پر ڈیوٹی دیتا ہے۔ آپ کہیں تو میں ابھی جا کر وہاں سے معلومات کروں۔ اگر معلومات نہ ملیں تو پھر صبح ہم اسے ہوٹلوں میں چیکنگ کریں گے کیونکہ اس وقت تو ہوٹلوں میں چیکنگ نہیں ہو سکتی"..... صفدر نے کہا۔

"ہاں۔ تم معلوم کرو لیکن اگر اس کے بارے میں معلومات مل جائیں تو پھر اس کے کاغذات کی نقول حاصل کر لینا"..... عمران نے کہا۔ اس دوران سلیمان نے چائے کے برتن میز پر رکھ دیئے تھے اور جولیا نے چائے کے کپ بنا کر ان سب کے سامنے رکھ

دیے تھے۔

"عمران صاحب۔ یہ بلیک سکارب کیا ہے"...... خاور نے کہا۔

"مجھے تو معلوم نہیں ہے۔ میں بھی پہلی بار یہ نام سن رہا ہوں۔ معلوم کرنا پڑے گا"...... عمران نے کہا۔

"اوکے عمران صاحب۔ میں ایئرپورٹ ہو کر آتا ہوں۔ آپ لوگ میرا انتظار کریں"...... صفدر نے اٹھتے ہوئے کہا اور خاور اور جولیا نے اثبات میں سر ہلا دیے جبکہ صفدر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا سٹنگ روم سے باہر چلا گیا۔

"مجھے تو یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے ہمیں کسی نادیدہ جال میں پھنسایا جا رہا ہے"...... چند لمحوں کی خاموشی کے بعد جولیا نے کہا۔

"اس خط کو اس پیچیدہ انداز میں پہنچانے کا مقصد دراصل اسے اہمیت دینا ہے۔ اگر اسے سیدھے طریقے سے پہنچایا جاتا تو شاید اسے اتنی اہمیت نہ دی جاتی"...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"لیکن عمران صاحب۔ اس خط کو اہمیت دے کر بھی ہم نے کیا کرنا ہے"...... خاور نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ یہ خط عمران تک پہنچانا ہی خط بھیجنے والے کا اصل مقصد ہوگا"...... خاموش بیٹھی ہوئی جولیا نے کہا تو خاور اور عمران دونوں ہی چونک پڑے۔

"اس خیال کی وجہ"...... عمران نے چونک کر پوچھا۔

"تم پہلے بھی شیطان کے خلاف کام کرتے رہے ہو اور اب اس خط کے مطابق ایک اور شیطانی فتنہ جسے بلیک سکارب کہا گیا ہے، سر اٹھانے والا ہے اور اس خط کے مطابق اگر اس فتنے نے سر اٹھا لیا تو پوری دنیا کے مسلمانوں کے لئے خطرہ بن سکتا ہے۔ اس لئے اس کا سر کچلنا بے حد ضروری ہے اور یہ پراسرار خط جس نے بھی بھیجا ہے وہ لازماً کوئی مسلمان دوست آدمی یا طاقت ہے"...... جولیا نے اپنی بات کی وضاحت کرتے ہوئے کہا تو عمران کے چہرے پر تحسین کے تاثرات ابھر آئے۔

"گڈ شو جولیا۔ تم نے بالکل درست تجزیہ کیا ہے۔ ویسے میں اسے اتنی اہمیت نہیں دے رہا تھا، لیکن تمہاری اس بات نے مجھے مجبور کر دیا ہے کہ میں اسے پوری اہمیت دوں"...... عمران نے کہا۔

"یہ خط تمہیں چونکہ میرے ذریعے ملا ہے یا دوسرے لفظوں میں اس خط کو بھیجنے والے نے مجھ پر اس سلسلے میں اعتماد کیا ہے اس لئے یہ بات سن لو کہ اس معاملے میں کوئی ٹیم بھی مصر گئی تو میں ساتھ لازماً جاؤں گی"...... جولیا نے کہا۔

"عمران صاحب۔ آپ اس ٹائپ کی مہمات میں ہمیں ساتھ نہیں لے جاتے۔ کیا اس کی کوئی خاص وجہ ہے"...... عمران کے جواب دینے سے پہلے خاور نے کہا۔

"جولیا نے لفظ اگر لگا دیا ہے جبکہ اصل معاملہ یہ ہے کہ ایسی مہمات کا سیکرٹ سروس سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ سیکرٹ سروس پر

حکومت اس لیے زر کثیر خرچ نہیں کرتی کہ اسے ایسی مہمات میں استعمال کیا جائے اور میرا چونکہ سیکرٹ سروس سے تمہاری طرح کا تعلق نہیں ہے اس لیے میں اس معاملے میں آزاد ہوں"..... عمران نے جواب دیا۔

"ہم سیکرٹ سروس سے ایک دو ماہ کی رخصت بھی لے سکتے ہیں۔ تم اس بات کی فکر مت کرو۔ یہ سوچنا ہمارا کام ہے"..... جولیا نے جواب دیا۔

"لیکن بات تو وہی اگر والی ہے۔ اگر یہ کام ہوا تب ہی تم رخصت لو گی"..... عمران نے جواب دیا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی فون کی گھنٹی بج اٹھی اور عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) مع خواریان مس جولیا و مسٹر خاور بول رہا ہوں"..... عمران نے کہا۔ اس نے دانستہ جولیا اور خاور کا حوالہ اس لیے دیا تھا کہ کہیں فون بلیک زیرو کا نہ ہو۔

"صفدر بول رہا ہوں عمران صاحب۔ میں نے ایئرپورٹ پر اس خاتون کا جس کا نام کاشفہ بتایا گیا ہے ریکارڈ حاصل کر لیا ہے۔ اس خاتون کا نام کاشفہ ہے اور یہ اسی رات کو ایک چارٹرڈ طیارے سے واپس مصر چلی گئی ہے"..... صفدر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"تم ریکارڈ کی نقول لے کر فلیٹ پر آ جاؤ۔ پھر بات

ہو گی"..... عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں نے نقول پہلے ہی حاصل کر لی ہیں۔ میں آ رہا ہوں"..... صفدر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے بھی رسیور رکھ دیا۔ چونکہ عمران نے صفدر کی آواز سن کر لاؤڈر کا بٹن پریس کر دیا تھا اس لئے صفدر نے جو کچھ کہا تھا وہ جولیا اور خاور دونوں نے سن لیا تھا۔

"واقعی عجیب انداز میں یہ سب کچھ کیا گیا ہے۔ حالانکہ بظاہر اس کی کوئی وجہ نہ تھی"..... جولیا نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"ابھی تم نے خود ہی وجہ بتائی ہے۔ اب کہہ رہی ہو کہ کوئی وجہ نہ تھی۔ تم نے خود ہی پہلے وجہ بتائی ہے کہ اس انداز میں یہ خط اس لئے تمہیں پہنچایا گیا ہے کہ یہ مجھ تک پہنچ جائے گا"..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"خط تمہیں بھی تو براہ راست بھجوایا جا سکتا تھا۔ کیا تم اس صورت میں اسے واقعی اہمیت نہ دیتے"..... جولیا نے کہا۔

"اہمیت خط کی نہیں ہوتی۔ خط دینے والے کی ہوتی ہے۔ اسی لئے تو شاعری میں اصل اہمیت نامہ بر کی ہوتی ہے"..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو تم واقعی میری وجہ سے اس خط کو اہمیت دے رہے ہو"..... جولیا نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"میں خط کو نہیں، تمہیں اہمیت دے رہا ہوں کہ چلو اس خط

کے بہانے سے ہی سہی کہ تم میرے فلیٹ پر جلوہ افروز تو ہوئیں“...... عمران نے ٹھیٹھ عاشقانہ انداز میں جواب دیا تو جولیا کا چہرہ گلنار سا ہو گیا اور خاور بے اختیار ہنس پڑا۔

”عمران صاحب۔ مس جولیا اس فلیٹ میں پہلی بار تو نہیں آئیں“...... خاور نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”خط لے کر پہلی بار آئی ہیں۔ مطلب ہے حال دل لکھ کر“...... عمران نے جواب دیا تو خاور بے اختیار اونچی آواز میں ہنس پڑا۔

”بس مزید اس معاملے پر گفتگو کی ضرورت نہیں۔ یہ بتاؤ کہ اب تمہارا کیا پروگرام ہے“...... جولیا نے شاید موضوع بدلنے کے لئے پوچھا۔

”پروگرام کیا ہونا ہے۔ خط میں لفظ بلیک سکارپ استعمال کیا گیا ہے۔ اس بارے میں معلومات حاصل کروں گا۔ اس خاتون کے بارے میں معلومات حاصل کروں گا اور بس“...... عمران نے کہا۔

”تو کیا تم مصر نہیں جاؤ گے“...... جولیا نے چونک کر پوچھا۔

”مس جولیا۔ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ یہ کوئی گہری سازش ہو۔ ایسا الٹا سیدھا خط اس طرح اس انداز میں بھجوانے کا مقصد ہی یہی ہو کہ میں جوش مسلمانی میں پاکیشیا سے باہر چلا جاؤں اور یہاں پاکیشیا کے خلاف مجرم کوئی بڑی کارروائی کر ڈالیں“...... عمران نے کہا تو جولیا نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔

”عمران صاحب ٹھیک کہہ رہے ہیں مس جولیا۔ ہمیں جذباتی

انداز میں سوچنے کی بجائے ہر پہلو پر نظریں رکھنی چاہئیں“...... خاور نے عمران کی بات کی تائید کرتے ہوئے کہا اور جولیا نے بھی اس بار اثبات میں سر ہلا دیا۔

ایک بڑے سے کمرے میں فرش پر بچھی ہوئی سیاہ رنگ کی دری جس پر سفید رنگ کے چھوٹے چھوٹے دائرے فاصلے پر بنے ہوئے تھے چار آدمی دوزانو بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ چاروں ایک قطار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان چاروں کے جسموں پر سیاہ رنگ کے لبادے تھے جس پر دری کی طرح سفید رنگ کے چھوٹے چھوٹے دائرے بنے ہوئے تھے۔ یہ چاروں سر سے ننگے تھے۔ چاروں قوی ہیکل اور تنومند جسم کے مالک تھے لیکن یہ چاروں علیحدہ علیحدہ قومیت کے تھے۔ ان میں سے ایک گریٹ لینڈ نژاد تھا۔ اس کا نام وکٹر تھا۔ دوسرا ایکریمین تھا اور اس کا نام کروز تھا۔ تیسرا یورپین تھا جس کا نام ہنری اور چوتھا مصری تھا جس کا نام فواد تھا۔ وہ چاروں سر جھکائے خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ چاروں ہی ادھیڑ عمر تھے۔ ان کے سامنے ان کی طرف منہ کر کے ایک لمبے قد اور دبلے پتلے جسم کا

مالک ایک مصری بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے سر پر سیاہ رنگ کی ایسی ٹوپی پہنی ہوئی تھی جیسے چائے دانی کو ڈھانپنے کے لیے ٹی کوزی ہوتی ہے۔ اس کا رنگ سیاہ تھا اور اس پر بھی چھوٹے چھوٹے سفید رنگ کے دائرے بنے ہوئے تھے۔ یہ خاصا بوڑھا آدمی تھا۔ اس کی بھنوؤں تک کے بال برف کی طرح سفید تھے لیکن چہرہ بالکل جوانوں کی مانند تھا۔ چھوٹی چھوٹی آنکھوں میں بھی سانپ کی آنکھوں جیسی تیز چمک تھی۔ اس کے ایک ہاتھ میں کسی دھات کا بنا ہوا بڑا سا سیاہ رنگ کا بھنورا تھا جبکہ دوسرے ہاتھ میں بھی کسی دھات کا بنا ہوا سفید رنگ کا ایک بڑا سا چمگادڑ تھا اور وہ دونوں ہاتھوں کو اس انداز میں حرکت دے رہا تھا جیسے چھوٹے چھوٹے دائرے بنائے جا رہے ہوں۔ کافی دیر تک ایسا کرنے کے بعد اس نے سیاہ بھنورا اور سفید چمگادڑ دونوں کو اپنے سامنے دری پر رکھ دیا۔

"بلیک سکارب کے ماسٹرز کو فتح مبارک ہو"...... بوڑھے نے بڑی بلند آہنگ آواز میں کہا۔ اس کی آواز سے کمرہ گونج رہا تھا۔

"بلیک سکارب کے چیئرمین امیر کا کیش کو فتح مبارک ہو"...... باری باری اس کے سامنے مؤدب بیٹھے ہوئے چاروں افراد نے بڑے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"اب جلد ہی پوری دنیا پر بلیک سکارب کی حکومت ہوگی۔ پوری دنیا سے مسلمانوں اور خدا پرستوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ چونکہ بے شمار صدیوں کے بعد بلیک سکارب دوبارہ زندہ ہو رہا ہے۔ اس

لئے اس کے امیروں کے نام، عہدے اور ان کے کام سب موجودہ جدید زمانے کے مطابق ہوں گے۔ بلیک سکارب سے تعلق رکھنے والے ہر آدمی کو شیطان کی مکمل اطاعت کا حلف اٹھانا ہوگا اور پھر اسے شیطان کی طاقتیں بھی محدود انداز میں بخش دی جائیں گی۔ اس کے بعد اسے مکمل آزادی ہوگی کہ وہ دنیا میں ہر طرح کا شیطانی کام اور کھلیاں کھل کر کر سکے گا۔ شیطان کے راستے میں اس وقت سب سے بڑی رکاوٹ مسلمان ہیں۔ اس لئے بلیک سکارب کا سب سے پہلا نشانہ بھی مسلمان ہی بنیں گے۔ بلیک سکارب سے تعلق رکھنے والے ہر آدمی کو معاشی اور مالی طور پر خوشحال بنا دیا جائے گا اور پوری دنیا میں یہ کام میری سرپرستی میں ماسٹرز نے انجام دینا ہے۔ آج سے گریٹ لینڈ اور اس کے اردگرد کے علاقوں کا ماسٹر وکٹر کو بنایا جاتا ہے"..... امیر کاکیش نے کہا تو گریٹ لینڈ نژاد وکٹر نے سر جھکا دیا۔

"اسی طرح ایکریمیا اور اس کے اردگرد کے علاقوں کا ماسٹر کروز ہوگا"..... امیر کاکیش نے ایک بار پھر کہا تو ایکریمین نژاد کروز نے سر جھکا دیا۔

"اور یورپ اور اس کے اردگرد کے علاقوں کا ماسٹر ہنری ہوگا"..... امیر کاکیش نے کہا تو ہنری نے سر جھکا دیا۔

"اور مصر اور اس کے گردونواح کے علاقوں کا ماسٹر فواد ہوگا اور چونکہ بلیک سکارب کا بنیادی تعلق مصر سے ہے اس لئے فواد چیف

ماسٹر ہوگا اور میرا براہ راست نائب ہوگا"..... امیر کاکیش نے کہا تو فواد نے سر جھکا دیا۔

"ہمیں آپ کا فیصلہ منظور ہے امیر کاکیش"..... باقی تینوں نے یک زبان ہو کر کہا۔

"یہ بنیادی معاملات طے ہو گئے۔ اب تم سوال کر سکتے ہو۔ آج کے بعد مجھ سے ملاقات صرف فواد کر سکے گا۔ جبکہ تم فواد سے رابطہ کرو گے۔ مجھ سے براہ راست تمہارا رابطہ نہیں ہوگا"..... کاکیش نے کہا۔

"امیر کاکیش۔ بلیک سکارب کا تنظیمی ڈھانچہ تو آپ نے بتا دیا لیکن اس کی تفصیلات اور اس میں شامل ہونے والے لوگوں کے لئے ترغیبات کی تفصیل تو ہمیں معلوم نہیں ہے"..... کروز نے کہا۔

"یہ تمام تفصیلات آپ کو فواد کے ذریعے مل جائیں گی۔ آپ نے اپنے آفس انتہائی خفیہ رکھنے ہیں کیونکہ جیسے ہی بلیک سکارب نے کھل کر کام کیا تو پوری دنیا کی مسلمان تنظیمیں اور ان کے اکابرین آپ کے خلاف حرکت میں آ جائیں گے۔ ان کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی روحانی طاقتیں بھی آپ کے خلاف کام کریں گی۔ ان سے بچاؤ اور تحفظ کے لئے آپ کو انتہائی طاقتور شیطانی طاقتیں دی جائیں گی۔ یہ ایسی طاقتیں ہوں گی جو نہ صرف روحانی طاقتوں بلکہ ان تنظیموں کو بھی جو بلیک سکارب کے خلاف کام کریں گی ان سے اچھی طرح نمٹ سکتی ہیں اور پھر یہ شیطانی طاقتیں بلیک سکارب کے

ہر آدمی کے ساتھ کام کریں گی۔ ان کی حفاظت کریں گی۔ ان کو مالی اور معاشی فراخی دیں گی۔ ہر قسم کی شیطانی کارروائی میں مدد کریں گی۔ یہ تمام طاقتیں شیطان کے دربار کی خاص طاقت اوکاشی کے تحت ہوں گی۔ شیطان نے اپنے خاص درباری اوکاشی کو حکم دیا ہے کہ وہ ان سب کو دوبارہ زندہ کرے اور پھر بلیک سکارب کی مدد سے پوری دنیا پر حکومت کرے اور اوکاشی کی محنت سے بلیک سکارب صدیوں بعد دوبارہ زندہ ہو رہا ہے۔ اوکاشی کا نشان سیاہ بھنورا ہے اور اس کی خاص طاقت سفید چمگادڑ ہے۔ یہ سب طاقتیں تم لوگوں کو فواد کے ذریعے مل جائیں گی“..... امیر کاکیشن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ہمیں کیسے پتہ چلے گا کہ بلیک سکارب زندہ ہو گیا ہے“..... ہنری نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”تمہارے پاس نشان اور طاقتیں خودبخود پہنچ جائیں گی اور اس میں زیادہ عرصہ نہیں لگے گا۔ زیادہ سے زیادہ دو ماہ کے اندر بلیک سکارب زندہ ہو جائے گا“..... امیر کاکیشن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اس دو ماہ میں ہم اپنے ہیڈکوارٹرز اور ضروری بندوبست کر لیں گے“..... اس بار فواد نے کہا اور اس کے ساتھیوں نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔

”اور کوئی سوال“..... امیر کاکیشن نے کہا۔

”سر۔ ایک انتہائی اہم سوال ہے“..... اچانک فواد نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”ہاں کہو“..... امیر کاکیشن نے نرم لہجے میں کہا۔

”سر۔ مجھے شیطانی طاقت کاگو نے اطلاع دی ہے کہ سیاہ بھنورا کے زندہ ہونے اور بلیک سکارب فرقے کی طاقتیں پہنچنے کی اطلاع بوڑھے کازوق نے اپنے مرنے سے پہلے پاکیشیا کے کسی عمران نامی آدمی تک پہنچا دی ہے اور یہ اطلاع بھی بلیک سکارب کے نام سے بھیجی گئی ہے۔ اور کازوق چونکہ مصر کے قدیم پجاریوں کی طرف سے بڑی طاقتوں کا مالک تھا اس لئے اس کا خیال ہے کہ اگر یہ پاکیشیائی عمران ہمارے مقابلے پر آ گیا تو پھر بلیک سکارب کو پھلنے پھولنے سے پہلے ہی دوبارہ ختم کیا جا سکتا ہے اور یہ اطلاع کازوق کے نائب امیر اعطاف کی بیٹی عبریہ نے پاکیشیا پہنچائی ہے۔ پھر یہ کازوق مر گیا اور اپنی تمام طاقتیں اب امیر اعطاف کو دے گیا ہے۔ اس بارے میں آپ کا کیا حکم ہے اور ہمیں کیا کرنا چاہئے“..... فواد نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا اور امیر کاکیشن نے آنکھیں بند کر لیں۔ اس کے چہرے کے اعصاب اس طرح پھڑکنے لگے جیسے ان میں سے لاکھوں وولٹیج کا الیکٹرک کرنٹ گزر رہا ہو۔ پھر کافی دیر بعد اس نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔ اس کی آنکھوں میں اس قدر تیز چمک ابھر آئی تھی جیسے آنکھوں میں تیز ٹارچیں جل اٹھی ہوں۔

"میں نے سب دیکھ لیا ہے۔ یہ شخص عمران واقعی بے حد خطرناک ہے۔ یہ کوئی روحانی شخصیت نہیں ہے لیکن اسے بڑے بڑے روحانی لوگوں کی سرپرستی حاصل ہے اور اس نے بے شمار بار شیطان کی بڑی بڑی طاقتوں کو شکست دی ہے لیکن ان سب باتوں کے باوجود وہ خالصتاً دنیادار آدمی ہے اور جب تک وہ مجبور نہ ہو جائے اس طرز کے معاملات میں ہاتھ نہیں ڈالتا۔ میں نے اب بھی دیکھا ہے کہ وہ کازوق کا خط پانے کے باوجود یہاں آنے اور بلیک سکارب کے خلاف کام کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا اور اگر آ بھی گیا تو پھر خود ہی مارا جائے گا۔ میں نے اپنی طاقتوں کو حکم دے دیا ہے کہ جیسے ہی یہ آدمی بلیک سکارب کے خلاف کام کرنے کا سوچے گا، مجھے اطلاع دے دی جائے اور پھر میں اسے وہیں پاکیشیا میں عبرتناک موت مار دوں گا اور اگر مرے گا نہیں تو اس قدر زخمی ضرور ہو جائے گا کہ طویل عرصے تک ہسپتال سے باہر نہ آ سکے گا۔ اس لئے تم بے فکر رہو۔ اول تو یہ ہمارے لئے کوئی خطرہ نہیں بنے گا اور اگر بننے لگے گا تو اس کا خاتمہ کر دیا جائے گا"...... امیر کاکیش نے جواب دیتے ہوئے کہا تو سب نے اس بار اطمینان بھرے انداز میں سر ہلا دیئے۔

عمران دانش منزل کے آپریشن ہال میں داخل ہوا تو وہاں موجود بلیک زیرو اپنی عادت کے مطابق احتراماً اٹھ کھڑا ہوا۔

"کیا بات ہے عمران صاحب۔ آپ ضرورت سے زیادہ ہی سنجیدہ ہیں"...... بلیک زیرو نے اس کے چہرے کو غور سے دیکھتے ہوئے تشویش بھرے لہجے میں کہا تو عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

"اس ضرورت کی مجھے آج تک سمجھ نہیں آئی۔ یعنی ضرورت کی حد تک تو سنجیدہ ہونے پر کسی کو اعتراض نہیں ہے۔ اصل اعتراض ضرورت سے زیادہ سنجیدہ ہونے پر ہے لیکن اب اصل مسئلہ یہ ہے کہ ضرورت دراصل ہے کیا۔ کیا یہ سنجیدگی ناپنے کا کوئی پیمانہ ہے اور یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ ہر آدمی کے نزدیک ضرورت کا مطلب علیحدہ علیحدہ ہو"...... عمران نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔ شاید یہ بلیک زیرو کے اس فقرے کا ردعمل تھا کہ اس کے چہرے پر چھائی ہوئی گہری

سنجیدگی بھاپ کی طرح اڑ گئی تھی۔

"سنجیدگی ایک ضرورت ہے۔ ہر وقت آدمی ہنستا رہے تو لوگ اسے پاگل قرار دے دیتے ہیں لیکن پھر سنجیدگی جب حد سے بڑھ جائے تو پھر دیکھنے والا بے چین ہو جاتا ہے"...... بلیک زیرو نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"یہی حد تو میں معلوم کرنا چاہتا ہوں"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو اس بار بلیک زیرو بھی بے اختیار ہنس پڑا۔

"حد بس محسوس کی جا سکتی ہے بیان نہیں کی جا سکتی"...... بلیک زیرو نے جواب دیتے ہوئے کہا اور اس بار عمران بھی اس کے ساتھ ہنس پڑا۔

"تمہیں معلوم ہے کہ جولیا کے ساتھ کیا ہوا ہے"...... عمران نے کہا تو بلیک زیرو بے اختیار چونک پڑا۔ اس کے چہرے پر یکلخت تشویش کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

"کیا ہوا ہے۔ کوئی خاص بات۔ مجھے تو معلوم نہیں ہے"...... بلیک زیرو نے کہا تو عمران نے مسکراتے ہوئے اسے جولیا کی ہمسائی ثمینہ نامی لڑکی کے اس کے فلیٹ پر آ کر فون کرنے سے لے کر خط پہنچانے اور پھر اس خاتون کے ہسپتال سے غائب ہونے اور اس کے بعد خاور کا یہ خط پڑھنے سے لے کر صفدر، خاور اور جولیا کا اس کے فلیٹ پر آنے تک ساری تفصیل بتا دی۔

"کیا لکھا ہوا تھا اس خط میں"...... بلیک زیرو نے انتہائی

حیرت بھرے لہجے میں پوچھا تو عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے اس خط کی تفصیل بتا دی۔

"اوہ۔ اس کا مطلب ہے کہ کوئی اور ماورائی مسئلہ سامنے آ گیا ہے"...... بلیک زیرو نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"سامنے نہیں بلکہ ہاتھ میں آ چکا ہے"...... عمران نے کہا۔

"ہاتھ میں۔ کیا مطلب عمران صاحب"...... بلیک زیرو نے چونک کر اور حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"خط کو ہی تم ماورائی مسئلہ کہہ رہے ہو نا"...... عمران نے جواب دیا تو بلیک زیرو بے اختیار ہنس پڑا۔

"اس خاتون کا کچھ پتہ چلا جو اس سارے کھیل کا اہم کردار تھا"...... بلیک زیرو نے کہا۔

"صفدر ایئر پورٹ سے جو کاغذات لے آیا تھا۔ اس میں موجود تصویر دیکھ کر جولیا نے تصدیق کر دی ہے کہ یہ اسی عورت کی تصویر ہے۔ ان کاغذات پر اس کا پتہ مصر کے دارالحکومت قاہرہ کے ایک علاقے ماؤش کا دیا گیا تھا لیکن قاہرہ فون کی انکوائری آپریٹر نے اس نام کے کسی علاقے کی قاہرہ میں موجودگی سے ہی انکار کر دیا"...... عمران نے جواب دیا۔

"اس کا مطلب ہے کہ پتہ فرضی تھا۔ پھر تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا نام بھی فرضی ہو اور دیگر کوائف بھی فرضی ہوں"...... بلیک زیرو نے کہا۔

"ہاں۔ میرا بھی یہی خیال ہے۔ باقاعدہ پلاننگ کے تحت یہ سب کچھ کیا گیا ہے۔ لیکن ایک ذریعہ اب بھی باقی ہے جس سے اس خاتون کا اصل پتہ معلوم کیا جا سکتا ہے"...... عمران نے کہا۔

"وہ کونسا"...... بلیک زیرو نے چونک کر پوچھا۔

"جولیا نے مجھے بتایا ہے کہ اس عورت کی آنکھیں گہرے سبز رنگ کی تھیں جبکہ خدوخال کے لحاظ سے یہ عورت کسی قدیم مصری خانوادے کی عورت لگتی تھی۔ اس کی گفتگو میں بھی اپنا رکھ رکھاؤ تھا جیسے اس کا تعلق کسی شاہی خاندان سے ہے جبکہ مصری عورتوں کی آنکھوں کا رنگ عام طور پر سیاہ ہوتا ہے۔ میں نے اس پوائنٹ پر جب معلومات کیں تو مجھے اتنا معلوم ہو گیا ہے کہ قدیم مصر میں ایک ہی خاندان ایسا تھا جس کی عورتوں کی آنکھوں کا رنگ گہرا سبز تھا۔ اس خاندان کا تعلق قدیم بادشاہوں سے تھا۔ اسے بھی شاہی خاندان سمجھا جاتا تھا۔ پھر یہ خاندان بھی قدیم بادشاہوں کی طرح تاریخ میں گم ہو گیا"...... عمران نے جواب دیا۔

"پھر آپ کیسے اس خاتون کے بارے میں معلوم کریں گے"...... بلیک زیرو نے کہا۔

"میں نے اس پر بہت سوچا ہے اور میرے ذہن میں ایک خیال ایسا آیا ہے جس پر میں ٹرائی کرنا چاہتا ہوں"...... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"کونسا خیال"...... بلیک زیرو نے پوچھا۔

"میں نے قاہرہ میں اپنے ایک جاننے والے سے اس سلسلے میں بات کی ہے۔ یہ صاحب مصر کی ایک یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں۔ وہ خود تو کچھ نہیں بتا سکے البتہ انہوں نے بتایا ہے کہ مصر میں ایک صاحب ہیں، ڈاکٹر مبارک۔ انہوں نے مصر کے قدیم شاہی خاندانوں پر ریسرچ کر کے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی ہے۔ انہیں یقیناً اس سلسلے میں معلومات ہوں گی البتہ وہ ان دنوں بیماری کی وجہ سے اپنے آبائی علاقے میں گئے ہوئے ہیں۔ میرے جاننے والے نے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کا پتہ اور فون نمبر معلوم کر لے گا"...... عمران نے کہا تو بلیک زیرو نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ عمران نے جیب سے ایک کاغذ نکالا اور اسے سامنے رکھ کر اس نے رسیور اٹھایا اور کاغذ پر دیکھ کر اس نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"نیشنل یونیورسٹی آفس"...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"میں پاکیشیا سے علی عمران بول رہا ہوں۔ ڈاکٹر یوسف صاحب سے بات کرائیں"...... عمران نے کہا۔

"یس سر۔ ہولڈ کریں"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"ہیلو۔ یوسف بول رہا ہوں"...... چند لمحوں بعد ایک سنجیدہ اور بھاری سی آواز سنائی دی۔

"علی عمران بول رہا ہوں ڈاکٹر صاحب۔ آپ نے وعدہ کیا تھا

که آپ ڈاکٹر مبارک کے بارے میں معلوم کریں گے"...... عمران نے کہا۔

"ہاں۔ میں نے معلوم کر لیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا آبائی علاقہ مصر اور لیبیا کی سرحد پر ایک علاقہ شہر آرزوق ہے۔ میں آپ کو وہاں کا رابطہ نمبر اور ان کا فون نمبر بتا دیتا ہوں۔ ویسے ان سے میری بات ہوئی ہے۔ وہ ایسے خاندان کے بارے میں جانتے ہیں۔ میں نے انہیں آپ کے بارے میں بتایا تو انہوں نے کہا کہ وہ آپ کی کال کے منتظر رہیں گے"...... ڈاکٹر یوسف نے کہا اور پھر انہوں نے نمبرز بتانے شروع کر دیئے۔ عمران نے ہولڈر سے قلم اٹھا کر کاغذ پر نمبرز لکھ لئے اور پھر ڈاکٹر صاحب کا شکریہ ادا کر کے اس نے کریڈل دبا کر رابطہ ختم کر دیا اور پھر ٹون آنے پر اس نے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے اور کافی دیر تک کاغذ پر دیکھ دیکھ کر نمبر پریس کرتا رہا۔ پھر جیسے ہی اس نے ہاتھ روکا۔ چند لمحوں کی خاموشی کے بعد دوسری طرف سے گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی تو عمران کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات ابھر آئے۔

"یس"...... ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

"میں پاکیشیا سے علی عمران بول رہا ہوں۔ مصر کی نیشنل یونیورسٹی کے ڈاکٹر مبارک سے بات کرنی ہے۔ میرے بارے میں انہیں ڈاکٹر یوسف نے فون پر کہا تھا"...... عمران نے پوری وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

"آپ ہولڈ کریں۔ میں ڈاکٹر صاحب سے بات کراتا ہوں"...... دوسری طرف سے کہا گیا اور پھر لائن پر کافی دیر تک خاموشی طاری رہی۔ پھر ایک کمزور سی آواز ابھری۔

"میں ڈاکٹر مبارک بول رہا ہوں"...... بولنے والا بوڑھا اور کمزور آدمی لگتا تھا۔

"السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ میں پاکیشیا سے علی عمران بول رہا ہوں۔ ڈاکٹر یوسف نے میرے بارے میں آپ سے بات کی تھی"...... عمران نے مکمل سلام کرتے ہوئے کہا۔

"وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ میں نے شاید انتہائی طویل عرصے بعد کسی سے مکمل سلام سنا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تم نے اس انداز میں سلام کر کے مجھے بے حد متاثر کیا ہے۔ ڈاکٹر یوسف نے مجھے تمہارے بارے میں بتایا تھا اور ایسے خاندان کے بارے میں پوچھا تھا جو قدیم شاہی خاندان ہے اور اس خاندان کے افراد کی آنکھوں کا رنگ گہرا سبز ہے"...... ڈاکٹر مبارک نے بڑے نرم اور شفقت بھرے لہجے میں کہا۔

"ڈاکٹر یوسف نے درست طور پر میری ترجمانی کی ہے"...... عمران نے جواب دیا۔

"تم دراصل چاہتے کیا ہو"...... ڈاکٹر مبارک نے پوچھا۔

"چند روز پہلے ایک خاتون مصر سے پاکیشیا آئی تھیں۔ کاغذات میں ان کا نام کاشفہ تھا لیکن عام مصری خواتین کی آنکھوں کا رنگ تو

سیاہ ہوتا ہے مگر اس خاتون کی آنکھوں کا رنگ گہرا سبز تھا اور وہ خاتون اپنے رکھ رکھاؤ سے کسی شاہی خاندان کی فرد لگتی تھیں۔ وہ واپس جاتے ہوئے اپنے اہم ترین اور ضروری کاغذات یہاں پاکیشیا کے ایک ہوٹل میں چھوڑ گئی ہیں جو اب میرے پاس ہیں۔ ان کا جو پتہ کاغذات میں درج ہے وہ غلط ہے جبکہ یہ کاغذات ان کے لئے انتہائی اہم ہیں۔ اس لئے میں چاہتا تھا کہ اگر ان کا پتہ معلوم ہو جائے یا ان کے بارے میں کوئی درست اطلاع مل جائے تو میں یہ کاغذات ان تک پہنچا دوں۔ چونکہ ایسی آنکھیں شاذ و نادر ہی ہوتی ہیں اس لئے میں نے ڈاکٹر یوسف صاحب سے بات کی تو انہوں نے آپ کا ریفرنس دے دیا۔ اس لئے اب آپ سے بات ہو رہی ہے"..... عمران نے ایک کہانی بنا کر انہیں سناتے ہوئے کہا۔

"کیا اس خاتون کے پاس آپ کا پتہ نہیں ہے۔ اگر انہیں کاغذات کی ضرورت ہوئی تو وہ خود ہی آپ سے رابطہ کر لیں گی"..... ڈاکٹر مبارک نے کہانی کے سب سے کمزور پہلو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"ڈاکٹر صاحب۔ وہ خاتون جس ہوٹل میں ٹھہری تھی وہ ہوٹل میرے دوست کا ہے اور میں نے چونکہ ایک دو بار اس خاتون سے اس ہوٹل میں ملاقات کی تھی اس لئے وہ کاغذات میرے دوست نے مجھے بھجوا دیئے ہیں۔ خاتون میرا پتہ نہیں جانتی اور شاید اسے بھی یاد نہیں رہا ہوگا کہ وہ کاغذات کہاں بھول آئی ہے۔ کیونکہ ابھی تک ہوٹل کی انتظامیہ سے بھی رابطہ نہیں کیا"..... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ لیکن اسے محسوس ہو رہا تھا کہ اس بوڑھے ڈاکٹر کو مطمئن کرنا خاصا مشکل ہو رہا ہے۔

"ڈاکٹر یوسف سے بات کرنے کے بعد میں نے جب اپنی ریسرچ کو چیک کیا تو ایک ہی ایسا مصری خاندان سامنے آیا ہے جس کے ہر فرد کی آنکھیں گہرے سبز رنگ کی تھیں۔ اس خاندان کا تاریخی نام ہاماشی ہے اور ہاماشی خاندان براہ راست تو بادشاہ نہیں رہا لیکن وہ بادشاہوں کے قریبی عزیز ہونے کی وجہ سے بہرحال شاہی خاندان ہی کہلاتا تھا اور اتفاق سے اس ہاماشی خاندان کو جاگیر میں بھی علاقہ آرزوق ہی ملا تھا اور یہیں ان کی رہائش تھی اور اس وقت اس خاندان کے آخری چشم و چراغ امیر اعطاف ہیں جو بے حد شریف اور نیک آدمی ہیں۔ ان کی اکلوتی اولاد ایک بیٹی ہے جس کا نام عبریہ ہے اور وہ یہیں آرزوق میں ہی ایک قدیم حویلی میں اپنے والد امیر اعطاف کے ساتھ رہائش پذیر ہے۔ امیر اعطاف اور ان کی بیٹی عبریہ دونوں کی آنکھیں گہری سبز ہیں۔ ان کے علاوہ اور کسی فرد کے بارے میں مجھے معلومات نہیں ہیں"..... ڈاکٹر مبارک نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے سر۔ آپ ان کا فون نمبر دے دیں تاکہ میں ان سے بات کر لوں گا۔ مجھے امید ہے کہ مسئلہ حل ہو جائے گا"..... عمران نے کہا تو دوسری طرف سے ڈاکٹر مبارک نے فون نمبر بتا دیا۔ شاید

فون نمبر وہ پہلے ہی معلوم کر چکے تھے۔ عمران نے رسیور رکھا اور سامنے موجود کاغذ پر فون نمبر لکھ کر اس نے ایک طویل سانس لیا۔

"کافی محنت کرنا پڑی ہے"...... بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بھوسے کے ڈھیر سے سوئی تلاش کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ دیکھو کیا رزلٹ نکلتا ہے"...... عمران نے کہا۔

"اب آپ اس خاتون عزیزہ کو فون کریں گے لیکن اگر اس نے کہا کہ وہ کبھی پاکیشیا آئی ہی نہیں تو پھر"...... بلیک زیرو نے کہا۔

"ظاہر ہے وہ یہی بات کہے گی کیونکہ اگر اس نے اوپن کرنا تھا تو پھر نام بدلنے اور ہو سکتا ہے کہ حلیہ بھی بدل رکھا ہو ایسا کرنے کی اسے کیا ضرورت تھی"...... عمران نے جواب دیا۔

"تو پھر آپ اسے کیسے تلاش کریں گے"...... بلیک زیرو نے پوچھا۔

"تم بتاؤ۔ یہ بات کیسے کنفرم کی جا سکتی ہے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میری تو سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا"...... بلیک زیرو نے اعتراف کرتے ہوئے کہا۔

"تھوڑی سی گیم کھیلنا پڑے گی پھر ہی اصل بات معلوم ہو گی"...... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ دوسری طرف سے

انکوائری آپریٹر بولی تو عمران نے اس سے اس رہائشی پلازہ کے آفس کا نمبر پوچھا جس میں جولیا رہ رہی تھی اور اسے نمبر بتا دیا گیا تو عمران نے کریڈل دبایا جبکہ سامنے بیٹھے ہوئے بلیک زیرو کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے لیکن چونکہ عمران ابھی فون کرنے میں مصروف تھا اس لئے وہ خاموش رہا تھا۔

"الرحمت پلازہ"...... رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"مس ثمینہ کا فون نمبر دیں۔ میں ان کا باس بول رہا ہوں"...... عمران نے کہا تو دوسری طرف سے فون نمبر بتا دیا گیا۔ عمران نے شکریہ ادا کیا اور کریڈل دبا دیا اور پھر ٹون آنے پر ایک بار پھر نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"ثمینہ بول رہی ہوں"...... چند لمحوں بعد ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"مس ثمینہ۔ میں مصر سے بول رہا ہوں۔ کیا مس کاشفہ آپ کے پاس ٹھہری تھیں"...... عمران نے آواز اور لہجہ بدل کر کہا۔

"ہاں۔ مگر آپ کون ہیں"...... ثمینہ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"میں اس کا والد امیر اعطاف بول رہا ہوں۔ آپ نے دل کے دورے کے دوران اس کی جو مدد کی ہے میں اس کے لئے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں"...... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس

نے کریڈل دبا دیا اور پھر ٹون آنے پر اس نے ایک بار پھر تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے لیکن اس بار وہ سامنے رکھے ہوئے کاغذ کو مسلسل دیکھ رہا تھا۔ کافی دیر تک نمبر پریس کرنے کے بعد اس نے جیسے ہی ہاتھ روکا۔ دوسری طرف سے گھنٹی بجنے کی مخصوص آواز سنائی دی۔

"جی"...... کچھ دیر بعد رسیور اٹھتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

"میں پاکیشیا سے ثمینہ بول رہی ہوں۔ مس عبرینہ سے بات کرا دیں"...... عمران نے اس بار ثمینہ کی آواز اور لہجے میں بات کی اور اب تک حیرت زدہ انداز میں عمران کو دیکھتے ہوئے بلیک زیرو نے اس انداز میں سر ہلا دیا جیسے اب تک کی عمران کی ساری حیرت انگیز کارروائی کا جواب اسے اب ملا ہو۔

"ہولڈ کریں"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"ہیلو۔ میں عبرینہ بول رہی ہوں"...... چند لمحوں بعد ایک نسوانی آواز سنائی دی۔ لہجے میں حیرت تھی۔

"ارے آپ تو کاشفہ بول رہی ہیں۔ میں ثمینہ بول رہی ہوں پاکیشیا سے"...... عمران نے چونک کر اور ایسے لہجے میں کہا جیسے اسے بے حد حیرت ہو رہی ہو۔

"میرا نام عبرینہ ہے کاشفہ نہیں۔ اور آپ کون ہیں"...... دوسری طرف سے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد کہا گیا۔

"میں نے بتایا ہے کہ پاکیشیا سے ثمینہ بول رہی ہوں۔ ایک خاتون مس کاشفہ میرے پاس آ کر رہیں۔ پھر وہ اچانک ہی واپس چلی گئیں لیکن جہاں الماری میں ان کا بیگ رکھا ہوا تھا وہاں ایک کاغذ پڑا ہوا ملا ہے جو شاید بیگ سے کسی طرح نکل کر گر گیا تھا۔ اس کاغذ پر نام عبرینہ اور پتہ کازوق کا لکھا ہوا تھا اور ساتھ ہی فون نمبر بھی تھا۔ اس لئے میں نے اس نمبر پر کال کیا ہے اور آپ کی آواز بالکل کاشفہ سے ملتی ہے۔ اگر آپ کاشفہ نہیں ہیں تب بھی یہ کاغذ میں آپ کے اس پتے پر بھجوا دیتی ہوں کیونکہ یہ کسی عجیب سی زبان میں لکھا ہوا ہے۔ شاید آپ کے کام کا ہو"...... عمران نے تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"سوری۔ نہ میں کسی کاشفہ کو جانتی ہوں اور نہ ہی میں کبھی پاکیشیا گئی ہوں اور نہ میرا اس کاغذ سے کوئی تعلق ہے۔ آپ برائے کرم دوبارہ فون نہ کریں"...... دوسری طرف سے سرد لہجے میں کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے رسیور رکھ دیا۔ اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ تیر رہی تھی۔

"کیا نتیجہ نکالا آپ نے"...... بلیک زیرو نے کہا۔

"میں نے پہلے اس کاشفہ یا عبرینہ کی آواز تو نہیں سنی تھی لیکن اس نے جس لہجے میں جواب دیا ہے اور جس طرح فون آف کیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہی لڑکی ہی کاشفہ بن کر پاکیشیا آئی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اسے اس طرح سرد لہجہ اپنانے اور اس طرح

فون بند کرنے کی ضرورت نہ تھی"..... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"میرا بھی یہی خیال ہے۔ اگر اس کے دل میں چور نہ ہوتا تو وہ کبھی اس انداز میں بات نہ کرتی"..... بلیک زیرو نے کہا۔

"دل میں چور۔ واہ۔ کیا زوردار فقرہ بولا ہے تم نے"..... عمران نے کہا تو بلیک زیرو بے اختیار ہنس پڑا۔

"میرا خیال ہے عمران صاحب۔ آپ اصل میں اس مشن پر توجہ نہیں دے رہے۔ اس لئے دانستہ ایسے فقروں کو آگے بڑھا رہے ہیں"..... بلیک زیرو نے کہا تو عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

"تمہارا مطلب ہے کہ میرے دل میں بھی چور ہے۔ کمال ہے۔ دانش منزل میں اب چوروں کا راج ہو گیا ہے"..... عمران نے جواب دیا تو بلیک زیرو ایک بار پھر ہنس پڑا لیکن اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی فون کی گھنٹی بج اٹھی اور عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"ایکسٹو"..... عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

"سلیمان بول رہا ہوں صاحب۔ میں سلیمان"..... دوسری طرف سے سلیمان کی آواز سنائی دی تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔ کیونکہ سلیمان بغیر کسی انتہائی ضرورت کے یہاں فون نہیں کرتا تھا۔

"کیا بات ہے سلیمان۔ کیوں فون کیا ہے"..... عمران نے اس

بار اپنے اصل لہجے میں کہا لیکن اس کا لہجہ بے حد سرد تھا۔

"صاحب۔ سید چراغ شاہ صاحب کا فون آیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ آپ کو تلاش کر کے ان کا پیغام پہنچا دیا جائے کہ وہ آپ سے بات کرنے کے خواہاں ہیں"..... سلیمان نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اچھا ٹھیک ہے۔ میں کرتا ہوں بات ان سے"..... عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

"میرا خیال ہے کہ شاہ صاحب اسی مسئلے پر بات کرنا چاہتے ہیں"..... بلیک زیرو نے کہا۔

"لگتا تو یہی ہے"..... عمران نے کہا اور پھر رسیور اٹھا کر اس نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"السلام و علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ میں عاجز چراغ شاہ عرض کر رہا ہوں"..... رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے چراغ شاہ صاحب کی مخصوص عاجزانہ مگر شفقت بھری آواز سنائی دی۔

"وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ میں آپ کا خادم علی عمران عرض کر رہا ہوں شاہ صاحب۔ میرے لیے کیا حکم ہے"..... عمران نے بھی انکسارانہ لہجے میں کہا۔

"میں کیا اور میری بساط کیا کہ میں چیف آف پاکیشیا سیکرٹ سروس کو کوئی حکم دے سکوں۔ صرف ایک معاملہ میرے علم میں آیا ہے کہ مصر میں قدیم دور کا کوئی شیطانی فرقہ دوبارہ نمودار ہونے والا

ہے اور چند بزرگ ہستیوں نے اس کے خاتمے کے لئے تمہیں نامزد کیا ہے۔ لیکن تم اس معاملے میں دلچسپی نہیں لے رہے۔ چنانچہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہاری خدمت میں عرض پیش کروں کہ مسلمانوں کے خلاف اٹھنے والے اس طوفان کے سامنے اگر بند باندھنے کے لئے تمہیں منتخب کیا گیا ہے تو یہ تمہاری خوش قسمتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا تم پر بڑا احسان ہے کہ اس نے تمہیں ایسی بزرگ ہستیوں کی نظر میں مقام بخشا ہے ورنہ یہ دنیا صرف تمہارے کاندھوں پر نہیں رکھی ہوئی۔ یہاں بے شمار ایسے افراد موجود ہیں جنہیں اگر معمولی سا اشارہ بھی کر دیا جائے تو وہ اس سعادت کے حصول کے لئے اپنی جانیں بھی لڑا دیں گے۔ اس کے باوجود اگر تم انکار کرنا چاہتے ہو تو کر سکتے ہو۔ تم پر کوئی جبر نہیں ہے۔ میں نے تو فون صرف اس حکم کی بجاآوری کے لئے کیا ہے۔ باقی تمہاری اپنی مرضی بہرحال مقدم رہے گی۔ اللہ حافظ"...... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے رسیور رکھ کر ایک طویل سانس لیا۔

"حیرت ہے عمران صاحب۔ ایسے صاحبان کی نظروں کے سامنے سب کچھ موجود ہوتا ہے"...... بلیک زیرو نے کہا۔

"اسی لئے تو انہیں صاحب نظر کہا جاتا ہے"...... عمران نے آہستہ سے جواب دیا۔

"اب آپ کا کیا رد عمل ہوگا عمران صاحب"...... بلیک زیرو

نے کہا۔

"تم بتاؤ کیا رد عمل ہونا چاہئے"...... عمران نے کہا۔

"میرا تو پہلے بھی یہی خیال تھا کہ آپ کو اس مشن پر کام کرنا چاہئے اور اب تو سید چراغ شاہ صاحب نے بھی آپ کو واضح الفاظ میں یہی پیغام دے دیا ہے"...... بلیک زیرو نے کہا۔

"میں واقعی اس معاملے کو نظرانداز کرنے کی کوشش کر رہا تھا اور ظاہر ہے میرے اس رویہ پر روحانی سطح پر تشویش ظاہر کی گئی ہوگی اور مجھے یقین ہے کہ شاہ صاحب نے اپنے طور پر مجھے سمجھانے کی حامی بھر لی ہوگی ورنہ نجانے میرے ساتھ کیا ہو جاتا"...... عمران نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ وہ فقرہ مکمل کرتا، فون کی گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی اور عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"ایکسٹو"...... عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

"صفدر بول رہا ہوں جناب"...... دوسری طرف سے صفدر کی متوحش سی آواز سنائی دی تو عمران کے ساتھ ساتھ بلیک زیرو بھی چونک پڑا۔

"یس۔ کیوں کال کی ہے"...... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"باس۔ میں مس جولیا کے فلیٹ سے بول رہا ہوں۔ آج ہم سب مس جولیا کی دعوت پر اس کے فلیٹ پر اکٹھے تھے کہ اچانک مس جولیا بے ہوش ہو کر گر گئیں اور پھر اس سے پہلے کہ ہم انہیں سنبھالتے، ایک ایک کر کے باقی ساتھی بھی پراسرار طور پر بے ہوش

ہوتے چلے گئے۔ پھر اچانک میری آنکھوں کے سامنے بھی سیاہ پردہ سا آ گیا۔ پھر مجھے خودبخود ہوش آ گیا لیکن باقی ساتھی تب بے ہوش تھے لیکن پھر اسی پراسرار انداز میں ان سب کو بھی اسی انداز میں ہوش آتا گیا جس انداز میں مجھے ہوش آیا تھا۔ ابھی بس جولیا کو بھی ہوش آیا ہے لیکن وہ ذہنی طور پر ابھی قابل نہیں ہیں کہ آپ کو کال کر سکیں۔ اس لئے میں آپ کو رپورٹ دے رہا ہوں۔ ویسے ہم سب اس پراسرار بے ہوشی پر بے حد تشویش محسوس کر رہے ہیں“..... صفدر نے خاصے ہراساں سے لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

”تم سب بے ہوش ہونے سے پہلے کس موضوع پر باتیں کر رہے تھے“..... عمران نے اسی طرح سرد لہجے میں پوچھا۔

”وہی پراسرار خط ہی زیر بحث تھا جو مس جولیا تک پہنچا تھا“..... صفدر نے جواب دیا۔

”اور تم نے اس بارے میں کیا رائے ظاہر کی تھی“..... عمران کا لہجہ مزید سرد ہو گیا۔

”سچ بات تو یہ ہے باس کہ ہم سب کا خیال تھا کہ یہ سب کچھ محض ایک ڈرامہ ہے۔ کسی نے ہمیں الجھانے کے لئے یہ کھیل کھیلا ہے“..... صفدر نے جواب دیا۔

”ابھی مجھے عمران نے فون کر کے بتایا ہے کہ اسے سید چراغ شاہ صاحب نے فون کر کے کہا ہے کہ یہ خط انتہائی اہمیت رکھتا ہے۔ اگر عمران نے اسے اہمیت نہ دی تو عمران کے ساتھ کچھ بھی ہو سکتا

ہے۔ اس لئے میں نے تم سب کی اس پراسرار بے ہوشی کی اطلاع ملنے پر تم سے یہ بات پوچھی تھی کہ تم بے ہوش ہونے سے پہلے کس موضوع پر بات کر رہے تھے۔ بہرحال اب یہ بات طے ہو گئی ہے کہ سید چراغ شاہ صاحب کا فرمان درست ہے۔ یہ ڈرامہ نہیں ہے اس لئے تم بھی اپنا خیال دوبارہ دل میں نہ لانا“..... عمران نے مخصوص لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”یس سر۔ لیکن کیا اب یہ پوری ٹیم کو کام کرنا ہوگا“..... صفدر نے چونک کر کہا۔

”یہ سیکرٹ سروس کا مشن نہیں ہے۔ اگر عمران اپنے طور پر اس پر کام کرنا چاہے گا تو اس کی مرضی۔ لیکن مشن کی اہمیت کے پیش نظر میں اسے یہ اجازت دے سکتا ہوں کہ وہ تم میں سے کسی کو اگر اس مشن میں شامل کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔ لیکن بہرحال پوری ٹیم اس پر کام نہیں کر سکتی“..... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کریڈل پر ہاتھ رکھ دیا اور پھر ٹون آنے پر اس نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ بلیک زیرو ہونٹ بھینچے خاموش بیٹھا ہوا تھا۔

”عاجز چراغ شاہ بول رہا ہوں“..... سلام کے بعد سید چراغ شاہ صاحب کی مخصوص انکسارانہ لیکن شفقت سے بھرپور آواز سنائی دی۔

”علی عمران عرض کر رہا ہوں شاہ صاحب“..... عمران نے سلام

کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کوئی خاص بات"...... شاہ صاحب نے پوچھا تو عمران نے انہیں صفدر اور اس کے ساتھیوں کے پراسرار انداز میں بے ہوش ہوتے اور پھر ہوش میں آنے کے بارے میں بتا دیا۔

"شاہ صاحب۔ میں نے یہ پوچھنے کے لئے فون کیا ہے کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے۔ کیا یہ اشارہ دیا جا رہا ہے کہ سیکرٹ سروس کی پوری ٹیم اس مشن پر کام کرے"...... عمران نے کہا۔

"جیسا کہ میں نے پہلے تمہیں بتایا تھا کہ بزرگوں کی سطح پر اس شیطانی فرقے کو بے حد اہمیت دی جا رہی ہے کیونکہ وہ لوگ اس کی اہمیت کو سمجھتے ہیں کہ اگر یہ فرقہ کھل کر سامنے آ گیا تو پوری دنیا کے مسلمانوں کو بے پناہ جانی و مالی اور ایمانی نقصانات اٹھانا پڑیں گے۔ اس لئے کوشش یہ کی جا رہی ہے کہ اسے وجود میں آنے سے پہلے ہی ختم کر دیا جائے لیکن چونکہ ابھی یہ وجود میں نہیں آیا اس لئے وہ صاحبان خود سامنے نہیں آ سکتے۔ اس کے لئے تمہارا انتخاب کیا گیا ہے۔ تمہارے ساتھیوں نے اس بارے میں ایسے خیالات کا اظہار کیا جو اعلیٰ ترین روحانی سطح پر پسندیدہ نہیں تھے چنانچہ انہیں فوری سزا دینے کا فیصلہ کر لیا گیا لیکن چونکہ وہ ایک تو تمہارے ساتھی ہیں اور دوسرا مجھے معلوم ہے کہ یہ لوگ پاکیشیا اور پوری دنیا کے مسلمانوں کے لئے کس قدر مخلص ہیں اور کس طرح تمہارے ساتھ کام کرتے ہیں۔ اس لئے میری منت زاری کام آ گئی اور انہیں سزا دینے کا

فیصلہ واپس لے لیا گیا۔ اس لئے وہ دوبارہ ہوش میں آ گئے۔ باقی اب تم پر چھوڑ دیا گیا ہے کہ تم خود کیا کرتے ہو اور اپنے ساتھیوں کو اس کام میں شامل کرتے ہو یا نہیں۔ تمہارے فیصلے کے بعد دوبارہ فیصلہ کیا جائے گا لیکن یہ بتا دوں کہ جس تیزی سے شیطان اور اس کی ذریات اس منصوبے پر عمل پیرا ہیں اس کے پیش نظر تمہارے پاس وقت بے حد کم ہے"...... سید چراغ شاہ صاحب نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"لیکن شاہ صاحب۔ مجھے تو اس بارے میں ابھی کوئی تفصیل معلوم نہیں ہو سکی اور نہ ہی اس سلسلے میں مجھے کوئی راستہ نظر آ رہا ہے"...... عمران نے کہا۔

"جب کوئی آدمی ہمت باندھ لے تو اللہ تعالیٰ نیک کاموں میں اپنے بندوں کی مدد کرتا ہے۔ خودبخود راستے بھی سامنے لے آتا ہے۔ اصل بات نیت اور اس پر عمل کرنا ہے"...... سید چراغ شاہ صاحب نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"آپ میرے حق میں دعا کریں شاہ صاحب کہ اللہ تعالیٰ مجھے توفیق دے اور مجھے اس کام کو سرانجام دینے کا کوئی راستہ بتائے"...... عمران نے کہا۔

"میں تو دعا ہی کر سکتا ہوں اور وہ میں کرتا رہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ تمہیں شیطان اور اس کے شر سے محفوظ رکھے۔ اللہ حافظ"...... شاہ صاحب نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران

نیچے ریوالور رکھ دیا۔

"اب تو آپ کی ہچکچاہٹ ختم ہو گئی ہو گی عمران صاحب"۔۔۔ بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں اور یہ تو اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ معاملہ صرف بے ہوشی تک ہی محدود رہا ہے ورنہ کوئی بڑا نقصان بھی ہو سکتا تھا۔ بہرحال اب اس معاملے پر پوری تیز رفتاری سے کام کرنا ہو گا کیونکہ شاہ صاحب نے جو اشارے دیئے ہیں ان کے مطابق ہمیں اس سیاہ بھنورے کو زندہ ہونے سے پہلے ختم کرنا ہو گا لیکن اصل مسئلہ یہ ہے کہ اس کا کلیو کہاں سے ملے گا"۔۔۔ عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ بے اختیار چونک پڑا جیسے اچانک اسے کوئی خیال آ گیا ہو۔

"کیا ہوا عمران صاحب"۔۔۔ بلیک زیرو نے اسے چونکتے دیکھ کر پوچھا۔

"میرے ذہن میں ایک خیال آیا ہے۔ میں لیبارٹری میں جا کر اس آئیڈیے پر کام کرتا ہوں۔ تم جولیا کو کال کر کے کہہ دو کہ وہ فارن ٹیم کو تیار ہونے کا کہہ دے۔ میں جلد ہی ان سے خود رابطہ کر لوں گا"۔۔۔ عمران نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا اور بلیک زیرو نے اثبات میں سر ہلا دیا اور عمران تیزی سے اس دروازے کی طرف بڑھ گیا جو لیبارٹری میں جاتا تھا۔ لیبارٹری پہنچ کر اس نے کوٹ کی اندرونی جیب سے وہ لفافہ نکالا جو کاشفہ دے گئی تھی۔ اس نے

لفافے میں سے کاغذ باہر نکالا اور پھر لفافہ اور کاغذ اس نے ایک مشین کے مخصوص خانے میں رکھ کر خانہ بند کیا اور پھر مشین کو آپریٹ کرنا شروع کر دیا۔ چند لمحوں بعد مشین کی سکرین ایک جھماکے سے روشن ہو گئی اور اس کے ساتھ ہی عمران سکرین پر ابھر آنے والے چند الفاظ کو دیکھ کر چونک پڑا۔ وہ آگے کی طرف جھک کر ان الفاظ کو غور سے دیکھنے لگا۔ یہ الفاظ اس انداز میں ابھرے دکھائی دے رہے تھے جیسے کاغذ میں باقاعدہ ابھارے گئے ہوں۔ یہ الفاظ تھے۔ امیر اعطاف اور آرزوق۔ عمران کافی دیر تک ان لفظوں کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے مشین کو آف کر کے اس میں موجود لفافہ اور کاغذ کو باہر نکال لیا اور ایک بار پھر صرف کاغذ اندر خانے میں ڈال کر اس نے مشین کو آن کر دیا لیکن سکرین صاف رہی۔ اس پر کوئی لفظ نہیں ابھرا تھا۔ عمران نے مشین کو آف کیا اور پھر کاغذ خانے سے نکال کر اس نے لفافے کو خانے میں رکھا اور مشین کو دوبارہ آن کر دیا تو ایک بار پھر سکرین پر امیر اعطاف اور آرزوق کے الفاظ نظر آنا شروع ہو گئے۔ عمران نے ایک طویل سانس لیا اور پھر مشین آف کر کے اس نے لفافہ باہر نکالا اور اسے چاروں طرف سے غور سے دیکھنے لگا اور پھر اسے لفافے کے ایک کونے پر معمولی سے ابھرے ہوئے یہ الفاظ نظر آ گئے۔ اس کے ذہن میں بھی اچانک خیال آیا تھا کہ وہ اس کاغذ اور لفافے کو مشین کے ذریعے چیک کرے۔ شاید کوئی نئی بات سامنے آ جائے کیونکہ

اس کا خیال تھا کہ قدیم مصر میں یہ رواج عام تھا کہ بڑے بڑے لوگ اپنے مخصوص کاغذات میں خفیہ الفاظ لکھواتے تھے جو عام طور پر نظر نہ آتے تھے لیکن مخصوص رنگ یا سیاہی لگانے سے وہ نظر آ جاتے تھے اور اس کا خیال درست ثابت ہوا تھا۔ یہ دونوں الفاظ وہ پہلے ہی سن چکا تھا۔ ڈاکٹر مبارک نے اسے بتایا تھا کہ کبری سبز آنکھوں والا قدیم شاہی خاندان باباشی کہلاتا تھا اور اس باباشی خاندان کا آخری چشم و چراغ آرزوقی میں رہتا تھا اس کا نام امیر اعطاف ہے اور عبریفہ یا کافقہ اس کی اکلوتی بیٹی ہے اور اب ساری بات عمران کے ذہن پر واضح ہو گئی تھی۔ یہ کاغذ یقیناً عبریفہ کو امیر اعطاف نے دیا ہوگا جسے عبریفہ نے اپنے والد کے مخصوص لفافے میں ڈال کر جولیا تک پہنچایا ہوگا۔ گو عبریفہ فون پر اس ساری بات سے انکار کر رہی تھی لیکن اب یہ بات کنفرم ہو گئی تھی کہ کافقہ دراصل عبریفہ ہی ہے اور اس سلسلے کا سرا امیر اعطاف سے ہی مل سکتا ہے۔ اس نے کاغذ اور لفافہ تہہ کر کے جیب میں ڈالا اور پھر لیبارٹری سے نکل کر واپس آپریشن روم میں پہنچ گیا۔

"کوئی خاص بات معلوم ہوئی ہے عمران صاحب"...... بلیک زیرو نے احتراماً اٹھتے ہوئے کہا تو عمران نے اسے تفصیل سے ساری بات بتا دی۔

"اس کا مطلب ہے کہ شاہ صاحب کی بات درست ثابت ہوئی ہے کہ ادھر آپ نے مشن پر کام کرنا شروع کیا اور ادھر اللہ

تعالیٰ نے اپنی رحمت سے راستے نکالنے شروع کر دیئے"...... بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ کچھ ایسا ہی ہے"...... عمران نے بھی اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"تو اب آپ کا پروگرام امیر اعطاف سے ملنے کا ہے۔ اسے فون کر لیں"...... بلیک زیرو نے کہا۔

"نہیں۔ وہ بھی اپنی بیٹی عبریفہ کی طرح انکار کر دے گا۔ اس لئے اس سے باضابطہ ملاقات ضروری ہے"...... عمران نے جواب دیا اور بلیک زیرو نے بھی اثبات میں سر ہلا دیا کیونکہ اس کے نزدیک بھی یہ زیادہ بہتر صورت تھی۔

ایک خاصے بڑے ہال نما کمرے میں تیز روشنی ہو رہی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے ہزاروں کی تعداد میں بلب جل رہے ہوں لیکن یہ روشنی چھت میں موجود ایک گول دائرے سے نکل رہی تھی۔ کمرے میں ایک سیاہ رنگ کی دری بچھی ہوئی تھی جس کے عین درمیان میں ایک بند تابوت پڑا ہوا تھا۔ تابوت کے اوپر مدھم سی تصویریں اور نشانات اس تیز روشنی میں صاف نظر آ رہے تھے اور تابوت کی بناوٹ اور اس کی لکڑی کی حالت سے ہی معلوم ہوتا تھا کہ یہ تابوت صدیوں پرانا ہے۔ کمرہ خالی تھا اور کمرے کا اکلوتا دروازہ بند تھا۔ تابوت کی پائنتی پر ایک سیاہ رنگ کی بلی بیٹھی ہوئی تھی جس کی آنکھیں گہری سرخ تھیں اور ان میں اس قدر تیز روشنی تھی جیسے آنکھوں کی جگہ روشن ٹارچیں فٹ کر دی گئی ہوں۔ بلی کا رنگ گہرا سیاہ تھا البتہ اس کے جسم پر چھوٹے چھوٹے سفید رنگ کے دائرے

بنے ہوئے تھے۔ وہ تابوت کی پائنتی پر بیٹھی تابوت کے ڈھکن پر بنی ہوئی تصویروں اور نشانات پر نظریں جمائے ہوئے تھی۔ کمرے پر گہرا سکوت طاری تھا کہ اچانک تابوت پر بنی ہوئی تصویریں اور نشانات واضح ہونے شروع ہو گئے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے ان مدھم تصویروں اور نشانات میں کسی نے خفیہ طور پر تیز رنگ بھرنے شروع کر دیئے ہوں۔ وہ رنگ جو امتداد زمانہ سے اڑ گئے تھے دوبارہ بھرنے لگ گئے تھے۔ بلی کی نظریں مسلسل ان تصویروں اور نشانات پر جمی رہیں اور رنگ واضح ہوتے چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد یوں محسوس ہونے لگا جیسے یہ تصویریں اور نشانات کسی نے ابھی ابھی اس تابوت پر پینٹ کئے ہوں۔ اچانک بلی غرائی اور پھر اچھل کر تابوت سے نیچے اتری۔ اس کے ساتھ ہی اس کے جسم کے گرد سیاہ رنگ کا دھواں سا نمودار ہوا جس میں بلی چھپ گئی۔ چند لمحوں بعد جب دھواں غائب ہو گیا تو بلی بھی اس کے ساتھ ہی غائب ہو گئی تھی۔
اب اس کمرے میں صرف تابوت پڑا ہوا تھا جس پر تیز رنگوں سے تصاویر اور نشانات واضح اور صاف دکھائی دے رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور ایک بوڑھا آدمی اندر داخل ہوا۔ اس بوڑھے کے کاندھے سے ایک بڑا سا کیمرہ لٹکا ہوا تھا۔ اس نے سوٹ پہن رکھا تھا البتہ اس کا سر بالوں سے یکسر بے نیاز تھا۔ بس تھوڑے سے بال سر کی سائیڈوں میں لٹک رہے تھے۔ جسمانی لحاظ سے وہ خاصا قوی ہیکل دکھائی دے رہا تھا لیکن اس کے چہرے پر موجود جھریاں بتا

رہی تھیں کہ وہ خاصا بوڑھا ہے۔ اس کے پیچھے ایک اور بوڑھا اندر داخل ہوا۔ اس بوڑھے نے سیاہ رنگ کا لباس پہنا ہوا تھا جس پر سفید رنگ کے چھوٹے چھوٹے دائرے بنے ہوئے تھے۔ یہ کبڑا تھا اور اس کا اوپر کا جسم خاصی حد تک آگے کی طرف جھکا ہوا تھا لیکن اس کے ہاتھوں میں کوئی لاٹھی موجود نہ تھی بلکہ وہ اپنے ہی قدموں پر چلتا ہوا اندر داخل ہوا تھا۔ البتہ اس کی آنکھوں میں بالکل اس بلی کی آنکھوں جیسی چمک تھی جو پہلے تابوت پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کبڑے آدمی کے اندر داخل ہونے کے بعد دروازہ خودبخود اس کے عقب میں بند ہو گیا تھا۔ دونوں بوڑھے اس تابوت کے قریب آ کر رک گئے۔

"بوشی نے اپنا کام کر دکھایا ہے میروم"۔۔۔۔ سوٹ والے آدمی نے تابوت کو دیکھتے ہوئے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ اور اب تم ان کے بارے میں مجھے تفصیل آسانی سے بتا سکو گے"۔۔۔۔ کبڑے بوڑھے نے جواب دیا تو اس سوٹ والے نے کاندھے سے لٹکا ہوا کیمرہ اتارا اور پھر اس نے اس کیمرے کی مدد سے تابوت پر بنی ہوئی تیز رنگوں کی تصویروں اور نشانات کی مختلف پہلوؤں سے تصاویر بنانی شروع کر دیں۔

"اب مجھے اجازت دیجئے۔ میں کل آپ سے ملاقات کروں گا"۔۔۔۔ سوٹ والے نے اس کبڑے بوڑھے سے جسے میروم کہا گیا تھا، مخاطب ہو کر کہا۔

"ہاں آیئے"۔۔۔۔ میروم نے جواب دیا اور واپس مڑ گیا۔ چند لمحوں بعد وہ دونوں اس کمرے کے اکلوتے دروازے سے باہر جا چکے تھے۔ پھر جیسے ہی ان کے عقب میں دروازہ بند ہوا۔ کمرے کی ایک دیوار میں سرر کی تیز آواز کے ساتھ ہی خلا پیدا ہو گیا اور اس خلا میں سے ایک قطار کی صورت میں آٹھ تنومند جسموں کے مالک مقامی لوگ اندر داخل ہوئے۔ ان سب نے گہرے نیلے رنگ کے لباس پہنے ہوئے تھے۔ ان سب نے خاموشی سے تابوت اٹھایا اور پھر اسی خلا سے گزر کر غائب ہو گئے۔ اس کے ساتھ ہی ایک بار پھر سرر کی آواز کے ساتھ ہی خلا برابر ہو گیا اور جیسے ہی خلا برابر ہوا چھت سے نکلنے والی تیز روشنی پھیکی پڑنے لگی اور چند لمحوں بعد وہاں عام سی روشنی تھی۔ اسی لمحے کمرے کا دروازہ کھلا اور میروم اکیلا اندر داخل ہوا۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر اس نے دونوں ہاتھوں سے تالی بجائی تو دوسری دیوار میں سرر کی آواز سے ایک خلا نمودار ہوا اور ایک لمبے قد اور انتہائی دبلے پتلے جسم کا مالک مقامی آدمی جس کے سر پر ایک لمبے سے پھندنے والی ٹوپی تھی تیزی سے اندر داخل ہوا اور اس کبڑے کے سامنے جھک گیا۔

"کیا حکم ہے آقا"۔۔۔۔ آنے والے نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"ٹراشی کو حاضر کرو۔ ابھی اور اسی وقت"۔۔۔۔ کبڑے نے تیز اور تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"آقا کے حکم کی تعمیل کی جائے"...... اس آدمی نے دونوں ہاتھ اپنے سر سے اوپر اٹھاتے ہوئے تیز اور سرسراتے ہوئے لہجے میں کہا تو کمرے میں یکلخت گھپ اندھیرا ہو گیا لیکن یہ اندھیرا صرف چند لمحوں تک رہا۔ پھر دوبارہ اس قدر تیز روشنی ہوئی کہ اس سے پہلے کی تیز روشنی بھی اس کے سامنے کوئی حیثیت نہ رکھتی تھی۔ اس کے ساتھ ہی سامنے والی وہی دیوار جس میں سے تابوت لے جایا گیا تھا سرر کی آواز کے ساتھ ہی پھٹی اور پھر خلا میں سے ایک خوبصورت اور انتہائی سمارٹ لڑکی اندر داخل ہوئی۔ اس کے جسم پر قدیم مصری لباس تھا۔ اس کی خوبصورت آنکھوں میں تیز چمک تھی۔ وہ اس کبڑے آدمی کے سامنے آ کر ادب سے جھک گئی۔

"کیا معلوم ہوا ہے زاشی"...... کبڑے نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"زاشی نے بے حد کوشش کی ہے آقا کہ شہزادی ماکوشی سے سیاہ بھنورے کو دوبارہ زندہ کرنے کے بارے میں معلومات حاصل کر لے لیکن شہزادی ماکوشی نے کچھ نہیں بتایا۔ وہ صرف اتنا کہتی رہی ہے کہ جب تک گول پھول اس کے سامنے نہیں لایا جائے گا وہ کچھ نہیں بتائے گی"...... زاشی نے جھکے سر کے ساتھ انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"میں نے تمہیں حکم دیا تھا کہ تم گول پھول کی تفصیل معلوم کرو"...... کبڑے میروم نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

"میں نے معلوم کرنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ صرف گول پھول ہی کہتی رہی"...... زاشی نے جواب دیا۔

"تم ناکام رہی ہو زاشی۔ اور ناکامی میرے نزدیک ناقابل برداشت ہے۔ اس لئے جاؤ اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے پہاڑی چٹانوں میں تڑپتی رہو"...... کبڑے نے انتہائی سخت لہجے میں کہا اور اپنے دونوں ہاتھ زاشی کی طرف اٹھا کر زور زور سے جھٹکنے شروع کر دیئے۔

"رحم۔ رحم کرو میرے آقا"...... زاشی نے اس انداز میں چیختے ہوئے کہا جیسے وہ انتہائی تکلیف کے عالم میں بول رہی ہو۔

"جاؤ۔ اب میں نے تمہیں سزا دے دی ہے۔ جاؤ"...... کبڑے کا لہجہ اور زیادہ سخت ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے پہلے سے زیادہ زور زور سے دونوں ہاتھ جھٹکے تو زاشی کے جسم سے سیاہ رنگ کا دھواں سا نکلنے لگا اور چند لمحوں بعد ہی زاشی اس سیاہ دھوئیں میں چھپ گئی۔ چند لمحوں بعد جب دھواں چھٹا تو زاشی غائب ہو چکی تھی۔

"میرے لئے کیا حکم ہے آقا"...... دبلے پتلے آدمی نے جھک کر انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"تم بھی جا سکتے ہو"...... کبڑے نے کہا تو وہ آدمی تیزی سے مڑا اور دوسرے لمحے دیوار میں موجود خلا میں غائب ہو گیا۔ چند لمحوں بعد سرر کی آواز کے ساتھ ہی دیوار برابر ہو گئی۔

اب ایک ہی صورت ہے کہ چیف ان تصویروں اور نشانات کو پڑھ لے۔ پھر ہی سیاہ بھنورا دوبارہ زندہ ہو سکتا ہے ۔۔۔۔ کبڑے نے زیر لب بڑبڑاتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ مڑا اور پھر چند لمحوں بعد دروازے سے باہر چلا گیا۔

آرزوق شہر کے ایک ہوٹل کے کمرے میں عمران اپنے ساتھیوں جولیا، صفدر، کیپٹن شکیل اور تنویر کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ وہ سب ہاٹ کافی پینے میں مصروف تھے۔ وہ پاکیشیا سے اٹھارہ گھنٹے پہلے روانہ ہوئے تھے اور اٹھارہ گھنٹوں کے دوران انہوں نے مسلسل ہوائی سفر اور بس کا سفر کیا تھا۔ اس لئے ان سب کے چہروں پر ہلکی سی تھکاوٹ کے تاثرات نمایاں تھے اور شاید یہی وجہ تھی کہ عمران نے سب سے پہلے ہاٹ کافی منگوائی تھی تاکہ اسے پی کر وہ تھکاوٹ سے نجات حاصل کر سکیں۔

"عمران صاحب۔ آپ اس شہر میں کیوں آئے ہیں"۔۔۔ صفدر نے کہا۔

"اس شہر میں جولیا کی فرینڈ مس کاشفہ رہتی ہے"۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو جولیا کے ساتھ ساتھ باقی سب ساتھی بھی

بے اختیار چونک پڑے۔

"کاشفہ اور یہاں اس شہر میں۔ تمہیں کیسے معلوم ہوا"...... جولیا نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"میں فون پر اس سے بات بھی کر چکا ہوں۔ یہ اور بات ہے کہ اس نے اپنے آپ کو کاشفہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے لیکن ہے بہرحال وہ کاشفہ ہی ہے۔ البتہ اس کا اصل نام عبرینہ ہے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو سب حیرت بھری نظروں سے عمران کو دیکھنے لگے۔

"عمران صاحب۔ آپ تو اب شرلاک ہومز بن گئے ہیں کہ بیٹھے بیٹھے سب کچھ آپ کو معلوم ہو جاتا ہے"...... صفدر نے کہا تو سب بے اختیار ہنس پڑے۔

"اب کیا کیا جائے۔ جب آپ سب شرلاک ہومز کے ساتھی ڈاکٹر واٹسن کا کردار ادا کرنے لگے ہیں کہ صرف پوچھتے ہی رہتے ہیں تو مجبوراً مجھے شرلاک ہومز تو بننا ہی پڑے گا"...... عمران نے قدرے طنزیہ لہجے میں کہا۔ کیونکہ مشہور جاسوسی کردار شرلاک ہومز کا ساتھی ڈاکٹر واٹسن خود کچھ نہ کرتا تھا۔ بس وہ صرف شرلاک ہومز سے وضاحتیں ہی معلوم کرتا رہتا تھا۔

"ہمیں آپ کی طرح الہام تو نہیں ہوتا عمران صاحب"...... صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم بتاؤ تو سہی کہ تمہیں آخر کس طرح معلوم ہوا کہ کاشفہ

عبرینہ ہے اور وہ یہاں رہتی ہے۔ اس کا فون نمبر تمہیں کیسے معلوم ہوا"...... جولیا نے کہا۔ اس کے لہجے میں واقعی حیرت تھی۔

"میرا خیال ہے کہ عمران نے چیف کو کہا ہوگا اور چیف نے مصر میں اپنے فارن ایجنٹ کے ذریعے اسے تلاش کرایا ہوگا اور اب عمران اپنی اہمیت جتا رہا ہے"...... اب تک خاموش بیٹھے ہوئے تنویر نے کہا۔

"مصر میں کوئی فارن ایجنٹ نہیں ہے اور فارن ایجنٹ کوئی بھوت تو نہیں ہوتا کہ کروڑوں کی آبادی میں عبرینہ کو ڈھونڈ نکالتا اور وہ بھی سرگرمی سے تلاش کرتا تو صرف قاہرہ میں۔ اس دور دراز شہر کی طرف تو اس کا خیال ہی نہ جا سکتا تھا"...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تو پھر تو واقعی صفدر کی بات درست ہے۔ تمہیں الہام ہوتا ہوگا"...... جولیا نے قدرے جھلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"مبارک ہو صفدر۔ اب تمہاری بات صنف نازک کے خیال کے مطابق درست ہونے لگ گئی ہے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تمہیں بس ایسی باتیں ہی تو کرنا آتی ہیں اور کیا آتا ہے"...... تنویر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"عمران صاحب پلیز۔ آپ کاشفہ کے بارے میں بتا رہے تھے"...... صفدر نے اسے دوبارہ ٹریک پر چڑھانے کے لئے کہا۔

جولیا نے بتایا تھا کہ اس لڑکی کی آنکھیں گہری سبز تھیں اور وہ قدیم شہزادیوں جیسی لگتی تھی۔ اس کی چال ڈھال میں ایک خاص قسم کا وقار تھا۔ پھر جو خط پہنچایا گیا تھا اس کا تعلق بھی مصر سے تھا اور صفدر نے ایئرپورٹ سے جو انکوائری کی تھی اس سے بھی یہی معلوم ہوا تھا کہ وہ یہاں سے مصر واپس گئی ہے۔ قدیم شہزادیوں کے انداز سے میں نے اندازہ لگایا کہ اس کا تعلق کسی ایسے خاندان سے ہے جس کا تعلق قدیم مصری شاہی خاندان سے ہو سکتا ہے۔ چنانچہ میں نے مصر میں ایک قدیم مصریات کے ماہر ڈاکٹر یوسف کو فون کیا۔ ڈاکٹر یوسف نے بتایا کہ مصر کے قدیم خاندانوں کے بارے میں باقاعدہ ریسرچ کر کے ایک صاحب نے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی ہے۔ ان کا نام ڈاکٹر مبارک ہے اور وہ چھٹی پر اپنے آبائی علاقے میں گئے ہوئے ہیں۔ میرے کہنے پر ڈاکٹر یوسف نے ڈاکٹر مبارک کو فون کیا اور میرے بارے میں بتا کر انہوں نے مجھے ان کا فون نمبر دے دیا۔ میں نے فون پر ان سے بات کی تو انہوں نے بتایا کہ ایک خاندان ایسا تھا جس کے افراد کی آنکھیں گہری سبز تھیں اور اب اس خاندان کا آخری فرد امیر اعطاف ہے جس کی اکلوتی بیٹی عنبرینہ ہے اور امیر اعطاف اور عنبرینہ دونوں کی آنکھیں گہری سبز ہیں اور اتفاق سے یہ دونوں آرزوق میں رہتے ہیں جہاں ان کی قدیم حویلی ہے اور ڈاکٹر مبارک کا آبائی علاقہ بھی یہی آرزوق شہر تھا۔ انہوں نے مجھے اس حویلی کا فون نمبر دے دیا۔ پھر میں نے جولیا کی

ہمسائی ثمینہ جس کے پاس کاشفہ آ کر ٹھہری تھی، کو فون کیا اور اس کی آواز سن کر میں نے اس کی آواز میں اس کاشفہ کو فون کیا تا کہ وہ اجنبی آواز سے بدک نہ جائے لیکن اس لڑکی نے اپنے آپ کو کاشفہ کہلوانے اور پاکیشیا جانے سے صاف انکار کر دیا لیکن اس کے لہجے سے کنفرم ہو گیا کہ یہی عنبرینہ ہی وہ کاشفہ ہے جو پراسرار خط لے کر آئی تھی۔ اس بات کو کنفرم کرنے کے لئے میں نے اس خط اور اس کے لفافے کا جو کاشفہ نے دیا تھا، ایک لیبارٹری سے چیک کرایا تو اس لفافے پر دو الفاظ جو بظاہر نظر نہ آتے تھے چیک کر لئے گئے۔ یہ الفاظ امیر اعطاف اور آرزوق تھے۔ اس طرح میں کنفرم ہو گیا کہ یہی لڑکی عنبرینہ ہی کاشفہ بن کر پاکیشیا پہنچی اور پھر خط دے گئی۔ یہ خط نجانے اسے کس نے دیا ہوگا البتہ لفافہ اس نے اپنے والد امیر اعطاف کا استعمال کیا۔ چنانچہ میں نے فیصلہ کیا کہ امیر اعطاف سے فون پر بات کرنے کی بجائے اس سے اور اس عنبرینہ سے براہ راست ملا جائے۔ اس لئے ہم یہاں موجود ہیں ..... عمران نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"حیرت انگیز۔ تم واقعی حیرت انگیز عقل کے مالک ہو۔ کم از کم میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ صرف گہری سبز آنکھوں کی مدد سے تم اس طرح درست جگہ پہنچ جاؤ گے" ..... تنویر نے سب سے پہلے انتہائی تحسین آمیز لہجے میں کہا۔

"شکریہ تنویر۔ تمہاری یہی قدرشناسی تو تمہیں اس عہدہ جلیلہ پر

قائم رکھے ہوئے ہے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور باقی ساتھی بھی تنویر کے اس ریمارکس پر بے اختیار مسکرا دیئے۔ ویسے انہیں کوئی خاص حیرت نہ ہوئی تھی کیونکہ وہ تنویر کی فطرت کو جانتے تھے۔ وہ بالکل سچا اور کھرا آدمی تھا جو اس کے احساسات ہوتے تھے کچھ لپٹی رکھے بغیر وہ ان کا برملا اظہار کر دیتا تھا۔

"عہدہ جلیلہ۔ کیا مطلب"...... تنویر نے یکلخت چونک کر کہا۔

"رقیب روسیاہ۔ اوہ سوری۔ میرا مطلب ہے رقیب روسفید والا عہدہ جلیلہ"...... عمران نے جواب دیا تو اس بار جولیا سمیت سب بے اختیار ہنس پڑے۔

"یہ عہدہ جلیلہ نہیں عہدہ جلاد ہے تمہارے لئے۔ جب بھی تم حد سے بڑھے تمہیں خود ہی معلوم ہو جائے گا کہ یہ عہدہ کیا کر سکتا ہے"...... تنویر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"عمران صاحب۔ کیا آپ کا خیال ہے کہ امیر اعطاف نے یہ خط اپنی بیٹی عبریشہ کو دے کر پاکیشیا بھجوایا ہوگا۔ اگر ایسا ہے تو اس کی وجہ۔ وہ یہ بات براہ راست فون پر بھی تو کر سکتا تھا یا کوئی اور ذریعہ بھی استعمال کر سکتا تھا"...... کیپٹن شکیل نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا تو سب کے چہروں پر یکلخت سنجیدگی عود کر آئی۔

"میں نے اس پہلو پر سوچا ہے۔ اگر امیر اعطاف خود یہ خط لکھتا یا لکھواتا تو جس طرح اس کا مخصوص لفافہ استعمال ہوا ہے ایسے ہی اس کا خط بھی مخصوص کاغذ پر ہوتا کیونکہ مجھے اپنے لوگوں کی

نفسیات کا علم ہے جو اپنی بڑائی ظاہر کرنے کے لئے ایسے کاغذ تیار کراتے ہیں"...... عمران نے جواب دیا۔

"اس کا مطلب تو یہی ہوا کہ امیر اعطاف کو اس خط کا علم ہی نہیں ہوگا"...... صالحہ نے کہا۔

"نہیں۔ امیر اعطاف کی مرضی کے بغیر عبریشہ ایسا پیچیدہ اور پراسرار انداز اختیار نہیں کر سکتی اور نہ ہی اتنا طویل سفر کر سکتی تھی"...... عمران نے جواب دیا۔

"عمران صاحب۔ خط کے آخر میں ساطیر لکھا ہوا تھا۔ یہ نام ہے تو پھر اس کی بجائے امیر اعطاف لکھا ہونا چاہئے تھے اور اگر یہ نام نہیں تو پھر کیا ہے اور اگر نام ہے تو کس کا ہے"...... صفدر نے کہا۔

"تم نے درست انداز میں سوچا ہے۔ میں نے بھی اس پر غور کیا ہے۔ ساطیر لغوی طور پر تو اساطیر کا مخفف ہے اور اساطیر قدیم دور کے قصے کہانیوں کو کہتے ہیں۔ یہ عربی زبان کا لفظ ہے۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو پھر کسی کا نام نہیں بنتا۔ یہ ہو سکتا ہے کہ ہمیں اس نام سے یہ بتایا جانا مقصود ہو کہ بلیک لسکارب قدیم دور کا کوئی قصہ یا کہانی ہو۔ بہرحال میرا خیال ہے کہ امیر اعطاف ضرور اس بارے میں کچھ نہ کچھ جانتا ہوگا۔ تب ہی اس کی بیٹی کو اس کام کے لئے حرکت میں لایا گیا ہے"...... عمران نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی۔ پاس پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو سب

چونک پڑے کیونکہ جب سے وہ یہاں آئے تھے اس کمرے میں ہی موجود تھے اور یہاں سے عمران نے کسی کو فون بھی نہیں کیا تھا۔ اس لئے سب یہی سمجھے کہ ہوٹل کی انتظامیہ بات کرنا چاہتی ہوگی۔ عمران نے رسیور اٹھانے سے پہلے لاؤڈر کا بٹن پریس کیا۔ اس کے چہرے پر ہلکی سی شرارت بھری مسکراہٹ تیر رہی تھی۔

"علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں"..... عمران نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔ چونکہ وہ سب اپنی شکل میں اور اصل کاغذات پر سفر کر رہے تھے کیونکہ یہ کوئی جاسوسی ٹائپ مشن تو نہ تھا۔ اس لئے عمران نے اپنے اصل نام اور ڈگریوں سمیت اپنا تعارف کرایا تھا۔

"شہاب بول رہا ہوں عمران صاحب"..... دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔ لہجہ مقامی تھا۔

"کیا ہوا۔ کوئی بات بنی یا نہیں"..... عمران نے کہا۔

"امیر اعطاف اپنی حویلی میں آپ سے ملاقات کے لئے تیار ہیں"..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"کیا انہوں نے پہلے انکار تو نہیں کر دیا تھا"..... عمران نے کہا۔

"جی نہیں عمران صاحب۔ بلکہ آپ کا نام سن کر انہوں نے کہا انہیں تو آپ کی یہاں آمد کا شدت سے انتظار تھا"..... شہاب نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ان کی بیٹی کا کیا ردعمل تھا"..... عمران نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ان کی صاحبزادی عزیزہ ان دنوں قاہرہ گئی ہوئی ہیں اور ان کی واپسی ایک ہفتے بعد ہوگی البتہ امیر اعطاف جو بوڑھے آدمی ہیں ملاقات میں زیادہ بھیڑ بھاڑ پسند نہیں کرتے۔ اس لئے آپ اپنے ساتھ اپنا ایک ساتھی لے جا سکتے ہیں۔ اب سے ایک گھنٹے بعد ملاقات کا وقت طے ہو گیا ہے"..... شہاب نے کہا۔

"آپ گاڑی کا انتظام کر دیں۔ ہم تیار ہوں گے"..... عمران نے کہا۔

"گاڑی تیار ہوگی"..... دوسری طرف سے کہا گیا تو عمران نے اس کا شکریہ ادا کر کے رسیور رکھ دیا۔

"یہ شہاب کون ہے اور تم نے کب اس سے رابطہ کیا تھا".....
جولیا نے عمران کے رسیور رکھتے ہی حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"پاکیشیا سے روانگی سے قبل فون پر اس سے بات ہوئی تھی۔ اس کی ٹپ بھی ڈاکٹر یوسف نے دی تھی۔ یہ اس شہر کے معروف کلب کا مالک اور منتظم ہے اور شہر کے معززین میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ اس لئے امیر اعطاف سے بھی اس کی گہری رسم و راہ ہے۔ اس ہوٹل میں قیام کا انتظام بھی اسی نے کیا ہے۔ میں نے اس کے ذمے لگایا تھا کہ وہ میری امیر اعطاف سے ملاقات کا بندوبست کرے کیونکہ سنا یہی ہے کہ امیر اعطاف بے حد تنہائی پسند ہے اور

شاذو نادر ہی کسی سے ملاقات کرتا ہے۔ عمران نے اس بار تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا اور سب ساتھیوں نے اس انداز میں سر ہلا دیئے جیسے وہ عمران کی اس کارروائی پر اسے خراج تحسین پیش کر رہے ہوں۔

"میں تمہارے ساتھ جاؤں گی"۔۔۔ جولیا نے کہا۔

"میرا خیال تھا کہ تنویر میرے ساتھ چلے"۔۔۔ عمران نے کہا تو تنویر سمیت سب اس کی بات سن کر بے اختیار چونک پڑے۔

"کیوں"۔۔۔ تنویر کی بجائے جولیا نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"تاکہ اگر امیر اعطاف اصل بات بتانے سے انکار کرے تو اس کی گردن ناپی جا سکے"۔۔۔ عمران نے جواب دیا تو سب بے اختیار ہنس پڑے۔

"تم فکر مت کرو۔ یہ کام میں بھی کر لوں گی"۔۔۔ جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس کے لیے تمہیں پہلے تنویر کی گردن ناپنے کا کامیاب مظاہرہ کرنا پڑے گا"۔۔۔ عمران نے کہا تو کمرہ بے ساختہ قہقہوں سے گونج اٹھا۔

مصر کے دارالحکومت قاہرہ کے ایک نواحی علاقے جسے گارزان کہا جاتا تھا۔ میں ایک وسیع اور قدیم حویلی کے اندر ایک کمرے میں کرسی پر بوڑھا میروم بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے جسم پر مخصوص سیاہ رنگ کا لباس تھا جس پر چھوٹے چھوٹے سفید دائرے بنے ہوئے تھے۔ اس کے ہاتھ میں کوئی کاغذ تھا اور وہ اس کاغذ کو اس طرح غور سے دیکھ رہا تھا جیسے نظروں ہی نظروں میں اس کی سکریننگ کر رہا ہو۔ کمرے کی دیواروں پر سیاہ بھوتوں اور سفید چمگادڑوں کی بڑی بڑی تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ ان تصویروں میں تیز چمکدار فلوراسینٹ کلر استعمال کیے گئے تھے کہ نیم اندھیرے میں بھی یہ تصویریں روشنی کی طرح چمک رہی تھیں۔ اچانک کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک لمبے قد اور بھاری جسم کا آدمی اندر داخل ہوا۔ اس کا اوپر والا جسم لباس سے بے نیاز تھا۔ اس نے صرف پاجامہ پہنا ہوا تھا۔ وہ اندر داخل ہو کر

میروم کے سامنے رکوع کے بل جھک گیا۔

”کیا بات ہے۔ کیوں آئے ہو ماشابا“...... میروم نے سخت لہجے میں کہا۔

”جیمو حاضری کی اجازت چاہتا ہے آقا“...... اس ماشابا نے جھکے جھکے انداز میں ہی جواب دیتے ہوئے کہا۔

”بھیج دو اسے“...... میروم نے کہا اور ماشابا جھکے جھکے انداز میں مڑا اور تیزی سے دروازہ کھول کر باہر چلا گیا۔

میروم نے کاغذ کو تہہ کر کے اپنے لبادے کے اندر کسی جیب میں رکھ لیا۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور وہی قوی ہیکل جسم والا بوڑھا اندر داخل ہوا جس نے تابوت کی تصویریں کھینچی تھیں۔ اس کے ہاتھ میں ایک بیگ تھا۔ اس نے سر جھکا کر میروم کو سلام کیا۔

”آؤ بیٹھو جیمو۔ مجھے یقین ہے کہ تم کامیابی کی خبر سناؤ گے“...... بوڑھے میروم نے کہا۔

”ہاں بزرگ میروم۔ میں کامیاب ہو گیا ہوں“...... آنے والے نے مسرت بھرے لہجے میں کہا اور پھر میروم کے سامنے موجود کرسی پر بیٹھ کر اس نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے بیگ کو گود میں رکھا اور پھر اسے کھول کر اس میں سے ایک بڑا سا لفافہ نکالا اور بیگ کو بند کر کے کرسی کے ساتھ ہی فرش پر رکھ دیا۔ پھر اس نے لفافہ کھول کر اس میں سے تصویروں کا ایک بنڈل نکالا اور میروم کی طرف بڑھا دیا۔

”مجھے تصویریں نہیں، نتیجہ بتاؤ“...... میروم نے سرد لہجے میں کہا۔ تو جیمو نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر لفافے کے اندر سے ایک کاغذ نکال کر میروم کی طرف بڑھا دیا۔

”پڑھ کر سناؤ“...... میروم نے کہا تو جیمو نے کاغذ کھولا اور اسے پڑھنا شروع کر دیا۔

”یہ تابوت طوطن آمنج کی بیٹی شہزادی ماکوشی کا ہے۔ شہزادی ماکوشی نے اپنی پوری زندگی بلیک سکارب کو زندہ کرنے کا راز تلاش کرنے میں صرف کر دی اور انتہائی زبردست جدوجہد کے بعد آخرکار یہ راز معلوم کر لینے میں کامیاب ہو گئی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی وہ کسی ایسی پراسرار بیماری کا شکار ہو گئی جس کی وجہ سے وہ چلنے پھرنے حتیٰ کہ بولنے تک سے معذور ہو گئی تو اس نے یہ راز ان تصویروں میں چھپا دیا اور وصیت کر دی کہ اس کی موت کے بعد یہ تصویریں اس کے تابوت پر منتقل کر دی جائیں اور اس کے چند روز بعد ہی وہ ہلاک ہو گئی اور پھر اس کی وصیت کے مطابق یہ تصویریں اس کے تابوت پر منتقل کر دی گئیں“...... جیمو نے کاغذ پڑھتے ہوئے کہا۔

”پھر یہ راز معلوم ہوا ہے“...... میروم نے کہا۔

”ہاں جناب۔ میں نے ان تصویروں کو انلارج کر کے انہیں قدیم دور کے ماہرین کو دکھایا تو یہ راز معلوم ہو گیا۔ اس کے مطابق وادی شاہاں کے اندر ایک ایسا کنواں موجود ہے جسے چھپا دیا گیا

ہے۔ اس کنویں کی تہہ میں ایک صندوقچہ ہے۔ اس صندوقچے کو کھولا
جائے تو اس کے اندر وہ راز موجود ہے جس کے ذریعے سیاہ بھنورے
اور سفید چمگادڑ کو نہ صرف تلاش کر کے زندہ کیا جا سکتا ہے بلکہ اس
کی مدد سے بلیک سکارب کو پوری دنیا میں پھیلایا جا سکتا ہے اور جو
یہ سب کچھ کرے گا۔ وہ بلیک سکارب کا پہلا آقا ہوگا اور اسے
شیطان کی ایسی طاقتیں دی جائیں گی کہ وہ ان طاقتوں کے ذریعے
پوری دنیا پر حکومت کرے گا۔ اسے شیطان کے دربار میں شیطان کا
قرب حاصل ہوگا''...... جیمز نے کاغذ پر لکھے ہوئے الفاظ مسلسل
پڑھتے ہوئے کہا۔

''وادی شاہاں میں یہ کنواں کہاں ہے''...... میردم نے اشتیاق
بھرے لہجے میں کہا۔

''ان تصویروں میں اس کی نشاندہی نہیں کی گئی البتہ یہ نشانی
بتائی گئی ہے کہ اس کنویں کے اوپر الو اپنا ٹھکانا کرتے ہیں''...... جیمز
نے جواب دیا تو میردم کی آنکھوں میں یکلخت تیز چمک ابھر آئی
کیونکہ اسے وادی شاہاں کے ایک ایک چپے کا علم تھا۔ اس کی زندگی
کے کئی سال وادی شاہاں میں گھومتے پھرتے اور قدیم مقبروں کو
تلاش کرنے میں گزرے تھے۔ اس لئے جیمز نے جیسے ہی نشانی بتائی
کہ یہ کنواں وہاں ہے جہاں الو بیٹھتے ہیں تو اسے فوراً معلوم ہو گیا
کہ یہ جگہ کہاں ہے کیونکہ وہ اس جگہ کو بے شمار بار دیکھ چکا تھا جہاں
الوؤں نے باقاعدہ ڈیرے ڈالے ہوئے تھے۔ یہ ایک ٹیلا تھا۔ اس

پر بے شمار الو باقاعدہ گھر بنا کر رہتے تھے اور نجانے کتنی صدیوں سے
وہ یہاں رہ رہے تھے۔

''اس کنویں کو کھولنے کا کوئی طریقہ بھی بتایا گیا ہے یا
نہیں''...... میردم نے پوچھا۔

''ہاں۔ یہ لکھا گیا ہے کہ برف کی طرح سفید الو جس کی دم پر
سیاہ رنگ کا دھبہ ہو۔ اسے پکڑ کر اس کو تین دنوں تک بھوکا رکھا
جائے اور پھر اسے ذبح کر کے اس کا خون اس کنویں پر ڈالا جائے تو
کنواں کھل جائے گا''...... جیمز نے جواب دیا۔

''اور کچھ''...... میردم نے کہا۔

''نہیں۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے''...... جیمز نے جواب
دیتے ہوئے کہا۔

''تم نے یہ تصویریں کہاں سے پڑھوائی ہیں''...... میردم نے
پوچھا۔

''میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا تھا کہ موجودہ دور میں مصر میں
ڈاکٹر ہارون ہی ایسے آدمی ہیں جو ان تصویروں کو پڑھ سکتے ہیں۔ وہ
چونکہ بے حد بوڑھے اور دونوں ٹانگوں سے معذور ہیں اس لئے وہ
چل کر کہیں نہیں جا سکتے۔ اس لئے میں نے ڈاکٹر ہارون کی ہی
ہدایت پر سیاہ بلی کو مادہ چمگادڑ کا گوشت کھلا کر اسے تابوت پر بٹھایا
تھا اور اوپر سے انتہائی تیز روشنی ڈلوائی تھی۔ تب ہی تابوت پر بنی
ہوئی تصویروں کے اصل رنگ نمایاں ہوئے تھے اور ان رنگوں کے

بحال ہوتے ہی تصویروں کی تمام باریکیاں نمایاں ہو گئی تھیں اور ڈاکٹر ہارون اسے پڑھ لینے میں کامیاب ہو گئے ورنہ تو شاید یہ کسی صورت بھی نہیں پڑھا جا سکتا تھا۔۔۔ جیمز نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ڈاکٹر ہارون کا کیا انجام ہوا ہے"۔۔۔ میروم نے پوچھا۔

"میں واپس جا کر اسے ہلاک کر دوں گا۔ ابھی تک میں نے اسے اس لئے ہلاک نہیں کیا کہ شاید آپ اس سلسلے میں مزید کچھ معلوم کرنا چاہیں۔ ویسے بھی میں نے اسے ان تصویروں کو پڑھنے کی اتنی بھاری رقم دی ہے کہ میں معاشی طور پر قلاش ہو گیا ہوں۔ اس لئے وہ رقم بھی میں نے واپس حاصل کرنی ہے"۔۔۔ جیمز نے بڑے شیطانی انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"لیکن اس کے لئے تم نے مجھ سے بھی انتہائی بھاری رقم وصول کر رکھی ہے"۔۔۔ میروم نے کہا۔

"اتنی رقم تو میں نے آپ سے مزید بھی لینی ہے جناب۔ اور اس بوڑھے نے اس قدر بھاری رقم کا کیا کرنا ہے۔ بظاہر تو اس نے یہ کہہ کر مجھ سے رقم لی تھی کہ وہ اپنا علاج کرانے ایکریمیا جائے گا لیکن جب اس نے ہلاک ہی ہو جانا ہے تو پھر اتنی بھاری رقم کیوں چھوڑی جائے"۔۔۔ جیمز نے جواب دیا۔

"ہاں۔ تم نے درست انداز میں سوچا ہے۔ میں منگواتا ہوں تمہارے لئے رقم"۔۔۔ میروم نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے آہستہ سے تالی بجائی۔ اس کے تالی بجاتے ہی وہی پاجامہ پہنے

ہوئے آدمی اندر داخل ہوا اور سر جھکا کر کھڑا ہو گیا۔

"ماشابا"۔۔۔ میروم نے کہا۔

"حکم آقا"۔۔۔ ماشابا نے جواب دیا۔

"جیمز سے یہ لفافہ لو اور اسے بڑی تجوری میں رکھ دو اور اس تجوری سے بیس لاکھ ڈالر کی گڈیاں لے کر انہیں کسی بڑے بیگ میں ڈال کر یہاں لے آؤ اور مسٹر جیمز کو دے دو"۔۔۔ میروم نے بڑی تفصیل سے حکم دیتے ہوئے کہا۔

"حکم کی تعمیل ہو گی آقا"۔۔۔ ماشابا نے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ جیمز کی طرف بڑھا تو جیمز نے لفافہ اس کی طرف بڑھا دیا۔ کاغذ اور تمام تصویریں اس لفافے میں ڈال دی گئی تھیں۔ ماشابا نے لفافہ لیا اور مڑ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ جیمز کے چہرے پر مسرت کے تاثرات موجود تھے۔

"یہ ڈاکٹر ہارون کہاں رہتا ہے"۔۔۔ میروم نے پوچھا تو جیمز نے تفصیل بتا دی۔

"کیا وہ اکیلا رہتا ہے"۔۔۔ میروم نے پوچھا۔

"دو ملازم ہیں اس کے ساتھ رہتے ہیں۔ ڈاکٹر ہارون بے اولاد ہے اور بیوی بھی گذشتہ سال فوت ہو چکی ہے"۔۔۔ جیمز نے جواب دیا۔

"تم نے اسے کیسے تلاش کیا"۔۔۔ میروم نے پوچھا۔

"میرا تو یہی بزنس ہے۔ بڑی بڑی پارٹیاں ایسے ہی کاموں

کے لئے میری خدمات حاصل کرتی رہتی ہیں۔ آپ کو بھی تو میری ہی کسی پارٹی نے میرا ریفرنس دیا تھا تب ہی آپ نے مجھ سے بات کی"...... جیمز نے بڑے فاخرانہ لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ ہمیں ساطیر نے تمہارے بارے میں بتایا تھا"...... میروم نے جواب دیا اور جیمز نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور ماشابا اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں بیگ تھا۔

"یہ لیجئے"...... ماشابا نے بیگ جیمز کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ جیمز نے بیگ اس کے ہاتھ سے لیا۔ اسے کھولا تو اندر واقعی ڈالرز کی گڈیاں موجود تھیں۔ اس نے نظروں ہی نظروں میں مالیت کا اندازہ لگایا اور اس کے چہرے پر انتہائی مسرت کے تاثرات ابھر آئے۔ اس نے بیگ بند کر کے اسے اپنے والے بیگ کے اندر رکھا اور اس کے ساتھ ہی اٹھ کھڑا ہوا۔

"بہت شکریہ ایمپرر میروم"...... جیمز نے مسرت بھرے لہجے میں کہا تو کرسی پر بیٹھا ہوا میروم بے اختیار مسکرا دیا۔ جیمز مڑا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا۔ خادم ماشابا بھی اس کے پیچھے تھا۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور خادم ماشابا اندر داخل ہوا اور میروم کے سامنے آ کر جھک گیا۔

"کیا انجام ہوا جیمز کا"...... میروم نے بڑے سرد لہجے میں پوچھا۔

"حکم کے مطابق جلاد نے اس کی گردن اڑا دی ہے آقا اور

بیگ میں نے واپس تجوری میں رکھ دیا ہے"...... خادم ماشابا نے اس انداز میں بات کی جیسے انسان کے قتل کی بجائے کسی موذی جانور کو ہلاک کرنے کی بات کر رہا ہو۔

"اب جاؤ اور ڈاکٹر ہارون کو بھی ہلاک کر دو تاکہ اس لفافے میں جو کچھ لکھا ہوا ہے اس کا میرے علاوہ اور کوئی جاننے والا باقی نہ رہے"...... میروم نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

"حکم کی تعمیل ہوگی آقا"...... خادم ماشابا نے سر جھکا کر انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا اور تیزی سے مڑ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔

عمران، جولیا کے ساتھ ٹیکسی میں سوار امیر اعطاف کی پرانی حویلی کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا۔ ٹیکسی ڈرائیور مقامی تھا اور جب عمران نے اسے امیر اعطاف کی حویلی کا محل وقوع بتانا چاہا تو ٹیکسی ڈرائیور نے مسکراتے ہوئے اسے بتایا کہ امیر اعطاف کی حویلی کے بارے میں آرزوق شہر میں رہنے والا ہر آدمی واقف ہے کیونکہ امیر اعطاف انتہائی سخی آدمی ہیں اور وہ تقریباً روزانہ فجر کی نماز کے بعد شہر کے غریبوں اور مسکینوں میں خاصی بڑی دولت دونوں ہاتھوں سے لٹاتے ہیں۔ اس لئے انہیں یہاں حاتم طائی بھی کہا جاتا ہے۔ اس ڈرائیور نے یہ بتا کر عمران اور جولیا کو حیران کر دیا کہ جس ٹیکسی میں وہ سوار ہیں یہ ٹیکسی بھی امیر اعطاف کی سخاوت کی وجہ سے اسے ملی ہے۔ عمران کے پوچھنے پر اس ڈرائیور نے بتایا کہ وہ کرائے پر ٹیکسی چلاتا تھا اور کرائے والی ٹیکسی کا اس سے ایکسیڈنٹ ہو گیا اور

ٹیکسی کے مالک نے اسے نہ صرف آئندہ ٹیکسی کرائے پر دینے سے انکار کر دیا بلکہ ٹیکسی کی مرمت بھی اس کے ذمے ڈال دی۔ پھر وہ امیر اعطاف کے پاس پہنچا اور انہیں اپنے حالات بتائے تو امیر اعطاف نے فوراً ہی فون کر کے اس کے لئے نئی ٹیکسی منگوائی اور کاغذات بھی اس کے نام کر دیئے۔ اس طرح وہ اس ٹیکسی کا مالک بن گیا۔ ڈرائیور نے بتایا کہ وہ سب کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں۔

”کیا وہ بے حد دولت مند ہیں جو اس طرح دولت خرچ کرتے ہیں“..... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

”یہ سارا علاقہ کبھی ان کے بزرگوں کی جاگیر تھی۔ اب بھی بے شمار دکانیں، کلب اور ہوٹل ان کی ملکیت ہیں۔ وہ اس سارے علاقے کے امیر ترین آدمی ہیں لیکن ان کا کوئی لڑکا نہیں ہے۔ ایک لڑکی ہے جس کا نام عزیزہ ہے اس لئے انہیں دولت کی پرواہ نہیں ہے“..... ڈرائیور نے جواب دیا اور پھر تھوڑی دیر بعد ٹیکسی ایک پرانی لیکن بہت بڑی حویلی کے جہازی سائز کے گیٹ کے سامنے جا کر رک گئی۔ باہر دو مسلح دربان موجود تھے۔

”ہم ایشیا سے آئے ہیں امیر اعطاف سے ملاقات کرنے کے لئے“..... عمران نے ٹیکسی کا دروازہ کھول کر باہر آتے ہوئے کہا۔ دوسری طرف سے جولیا بھی نیچے اتر آئی تھی۔

”آیئے۔ آپ کو میں ملاقاتوں والے کمرے میں لے جاتا ہوں“..... دربان نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔ عمران نے ٹیکسی

ڈرائیور کو کرایہ ادا کیا۔

"آپ کو واپس جانا ہوگا۔ میں یہاں رک جاتا ہوں"۔۔۔۔ ٹیکسی ڈرائیور نے کہا۔

"لیکن ہماری ملاقات طویل ہو سکتی ہے"۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

"کوئی بات نہیں جناب۔ امیر اعطاف کے مہمانوں کو لے جانا میرے لئے اعزاز کی بات ہے"۔۔۔۔ ڈرائیور نے بڑے عقیدت بھرے لہجے میں کہا تو عمران سر ہلاتا ہوا دربان کے پیچھے چلتا ہوا پھاٹک کے اندر داخل ہوا۔ جولیا بھی خاموشی سے اس کے پیچھے چل رہی تھی۔ خاصی وسیع حویلی تھی مگر اندر ملازم اس حویلی کی وسعت کی نسبت سے خاصے کم تعداد میں نظر آ رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد ان دونوں کو ایک وسیع و عریض ہال نما کمرے میں پہنچا دیا گیا۔

"آپ کے نام"۔۔۔۔ انہیں لے آنے والے نے مؤدبانہ لہجے میں پوچھا۔

"میرا نام علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) ہے اور یہ میری ساتھی ہیں مس جولیانا فٹزواٹر"۔۔۔۔ عمران نے اپنا اور جولیا کا نام بتاتے ہوئے کہا۔

"تو آپ ڈاکٹر علی عمران ہیں اور یہ مس جولیانا"۔۔۔۔ اس دربان نے سادہ سے لہجے میں کہا اور واپس چلا گیا۔

"یہ دربان تو خاصا عالم فاضل آدمی ہے جو تمہاری ڈگری ڈی ایس سی سے ہی سمجھ گیا کہ تم ڈاکٹر ہو"۔۔۔۔ جولیا نے مسکراتے ہوئے

کہا۔

"چلو آج ساتھ ہی تمہیں بھی سمجھ آ گئی ہے کہ میں ڈاکٹر آف سائنس بھی ہوں ورنہ آج تک تو میں ڈگریاں بتا بتا کر تھک گیا مگر کسی کی سمجھ میں نہیں آئی"۔۔۔۔ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"دراصل تمہیں ڈاکٹر کہنا ڈاکٹریٹ کی توہین سی لگتی ہے۔ ڈاکٹریٹ کرنے والے لوگ تو بے حد کامل اور اعلیٰ ذہن کے مالک ہوتے ہیں جبکہ تمہارے ذہن میں تو صرف فضولیات ہی بھری رہتی ہیں"۔۔۔۔ جولیا نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"کمال ہے۔ واقعی آب و ہوا کا انسانی شعور پر بہت اثر پڑتا ہے۔ آج تم اس طرح بول رہی ہو جیسے قدیم دور کی کوئی شہزادی اپنے غلام سے بات کر رہی ہو"۔۔۔۔ عمران نے کہا تو جولیا بے اختیار مسکرا دی۔

"غلامی صرف جسمانی ہی نہیں ہوتی۔ ذہنی بھی ہوتی ہے"۔۔۔۔ جولیا نے ہنستے ہوئے کہا تو عمران بھی اس کی اس خوبصورت بات پر بے اختیار ہنس پڑا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی وہی دربان اندر داخل ہوا۔ اس نے ایک ٹرے اٹھائی ہوئی تھی جس میں دو گلاس موجود تھے جن پر ملٹی کلر ٹشو پیپرز لپٹے ہوئے تھے۔

"امیر اعطاف نے ملاقات کی اجازت دے دی ہے۔ آپ یہ پی لیں"۔۔۔۔ اس دربان نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور گلاس ان کے سامنے رکھ کر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا۔

گلاسوں میں کوئی مقامی شربت تھا۔ عمران نے شربت کا ایک گھونٹ لیا تو شربت خاصا ذائقے دار تھا۔ اس لئے عمران کو اسے پینے سے کافی راحت محسوس ہوئی۔ جولیا نے بھی شربت کی تعریف کی۔

"آیئے جناب۔ تھوڑی دیر بعد دربان نے اندر داخل ہو کر کہا تو عمران اور جولیا دونوں اٹھ کھڑے ہوئے اور پھر ہال نما کمرے سے نکل کر وہ مختلف راہداریوں سے گزر کر ایک بند دروازے کے سامنے پہنچ گئے۔ دربان نے دروازے پر آہستہ سے دستک دی اور پھر ایک طرف ہٹ گیا۔

"تشریف لے جائیں۔ امیر اعطاف آپ کے منتظر ہیں"۔۔۔۔ دربان نے کہا تو عمران نے آگے بڑھ کر دروازے کو دبایا اور اندر داخل ہوا۔ قدیم انداز میں سجے ہوئے اس کمرے میں ایک آدمی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ عمران اور اس کے پیچھے جولیا کے اندر داخل ہوتے ہی وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"تشریف لائیے۔ میرا نام امیر اعطاف ہے"۔۔۔۔ اس آدمی نے اٹھ کر مسکراتے ہوئے انتہائی خوشدلی سے کہا۔ ان کا انداز ایسے تھا جیسے وہ ان کی آمد پر بے حد مسرور ہو رہا ہو۔

"میرا نام علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) ہے اور یہ میری ساتھی ہیں مس جولیانا فٹزواٹر"۔۔۔۔ عمران نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ امیر اعطاف نے جواب میں رسمی فقرے دوہرائے اور پھر اس نے جولیا سے مصافحہ کرنے کی بجائے

اس کے سامنے سینے پر ہاتھ رکھ کر سر کو قدرے جھکا دیا۔

"میں آپ کو اپنی حویلی میں خوش آمدید کہتا ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کی یہاں آمد سے مجھے بے حد مسرت ہوئی ہے"۔۔۔۔ امیر اعطاف نے انہیں کرسیوں پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"ہمارا تعلق ایشیا سے ہے"۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

"آپ کا تعلق پاکیشیا سے ہے اور آپ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لئے کام کرتے ہیں جبکہ مس جولیانا پاکیشیا سیکرٹ سروس کی اہم رکن ہیں"۔۔۔۔ امیر اعطاف نے اس بار نجومیوں کے سے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ نے اپنی صاحبزادی مس عبریہ عرف کاشفہ کو اس انداز میں کیوں پاکیشیا بھجوایا تھا۔ کیا جو کچھ آپ چاہتے تھے اس کے لئے اتنا بڑا ڈرامہ کرنے کی بجائے کوئی اور سادہ سا طریقہ اختیار نہیں کیا جا سکتا تھا"۔۔۔۔ عمران نے اس بار کھل کر بات کرتے ہوئے کہا۔

"آپ کی ناراضگی بجا ہے علی عمران صاحب۔ جو کچھ ہوا واقعی ڈرامہ تھا لیکن اس ڈرامے کا یہ فائدہ بہرحال ہوا ہے کہ آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ یہاں آرزوق میں موجود ہیں۔ جب آپ پاکیشیا سے روانہ ہوئے تو مجھے اطلاع مل گئی تھی اور جب آپ یہاں پہنچے تب بھی مجھے اطلاع مل گئی تھی۔ بہرحال یہ ڈرامہ میرا اختیار کردہ نہ تھا بلکہ امیر کازوق کا تھا اور ان کا کہنا تھا کہ اس طرح آپ اس معاملہ میں دلچسپی لے سکتے ہیں ورنہ نہیں اور امیر کازوق کے سامنے

ہم بہرحال بے بس تھے۔ اب امیر کازوق وفات پا چکے ہیں اور اب ان کی جگہ میں نے لے لی ہے۔ میں ان کی طرف سے آپ اور مس جولیانا دونوں سے معافی چاہتا ہوں"...... امیر اعطاف نے بڑے معذرت بھرے لہجے میں کہا تو عمران اور جولیا دونوں حیرت بھری نظروں سے اس بزرگ آدمی کو دیکھنے لگے جس نے سیاہ رنگ کا لبادہ پہنا ہوا تھا۔ اس لبادے پر سنہرے رنگ کی دھاریاں تھیں۔ امیر اعطاف کے چہرے پر انتہائی طمانیت تھی اور ان کے چہرے کے تاثرات اور ان کا فقرہ سن کر ہی عمران کو ٹیکسی ڈرائیور کی تمام باتوں پر یقین آ گیا تھا۔

"ایسی کوئی بات نہیں امیر اعطاف۔ آپ کو بھلا معافی مانگنے کی کیا ضرورت ہے۔ بہرحال اس خط کے آخر میں نام تو ساطیر لکھا ہوا تھا۔ جبکہ آپ ان کا نام امیر کازوق بتا رہے ہیں اور آرزوق تو اس شہر کا نام ہے"...... عمران نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا تو امیر اعطاف کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ رینگنے لگی۔

"میں تمہیں تفصیل بتاتا ہوں۔ پھر ہی یہ باتیں تمہاری سمجھ میں آ سکیں گی"...... امیر اعطاف نے کہا۔

"کونسی باتیں"...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"یہ بات تو تمہیں معلوم ہے کہ خیر و شر کی آویزش روز اول سے چلی آ رہی ہے۔ شیطان کا کام ہی خیر کے خلاف کام کرنا ہے اور شیطان یہ کام صرف ایک انداز میں نہیں کرتا بلکہ وہ یہ کام ہزاروں

لاکھوں انداز میں کرتا رہتا ہے۔ مصر کے قدیم ترین دور میں شیطان نے ایک مخصوص فرقہ قائم کیا تھا۔ اس فرقے کو اس دور میں بلیک سکارب کا نام دیا گیا تھا۔ بلیک سکارب کے ہر فرد کو شیطان کی طاقتوں کی بنا پر خیر کے خلاف کام کے لئے قائم کیا گیا اور بلیک سکارب کی سرگرمیاں اس حد تک بڑھ گئیں کہ اس قدیم دور میں خیر کو بے حد نقصان پہنچایا گیا اور یہ شر انگیزی اس درجے تک پہنچ گئی کہ اس سے اس کرہ ارض پر خیر کو انتہائی شدید اور یقینی خطرات لاحق ہو گئے۔ اس فرقے کی خاص نشانی سیاہ بھنورا تھا۔ اس سیاہ بھنورے میں شیطان نے اپنی بڑی بڑی شیطانی طاقتیں بھر دی تھیں اور اس بلیک سکارب فرقے کی قوت ایک سفید چمگادڑ میں تھی۔ سیاہ بھنورے اور سفید چمگادڑ نے ہی مل کر خیر کو شدید ترین نقصان پہنچانے کے لئے بھرپور انداز میں کام کیا اور پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آ گئی اور اللہ تعالیٰ کے ایک نیک بندے نے اس فرقے کے خاتمے کے لئے کام کیا۔ جس کے نتیجے میں سیاہ بھنورا بظاہر ہلاک ہو گیا اور اس سیاہ بھنورے کے ہلاک ہوتے ہی سفید چمگادڑ بھی غائب ہو گئی اور اس کے ساتھ ہی بلیک سکارب کا آقا پجاری اور اس کے تمام پیروکار اپنی شیطانی خصلتوں کی وجہ سے انتہائی عبرتناک انجام سے دوچار ہو گئے۔ اس طرح بظاہر یہ فرقہ ختم ہو گیا لیکن روشنی کی طاقتیں جانتی تھیں کہ شیطان کبھی نہ کبھی اس سیاہ بھنورے کو دوبارہ زندہ کرنے کی کوششوں میں کامیاب ہو جائے گا اور سیاہ

بھنورے کے زندہ ہوتے ہی سفید چمگادڑ بھی عدم وجود سے وجود میں آ جائے گی اور اس کے ساتھ ہی بلیک سکارب فرقہ پوری دنیا پر پھیل جائے گا اور نیکی کے خلاف ایک بار پھر انتہائی تیز رفتاری سے پوری دنیا میں کام شروع ہو جائے گا۔ چنانچہ اس کے سدباب کے لئے ایک ایسے آدمی کو ایسی طاقتیں دی گئیں کہ وہ اپنی زندگی میں بلیک سکارب کے بارے میں توجہ دیتا رہے اور اگر اس کی زندگی میں بلیک سکارب دوبارہ قائم ہو جائے تو اس زمانے کے مطابق اس کا سدباب کرے اور اگر اس کی زندگی میں ایسا نہ ہو سکے تو وہ اپنی تمام نیکی کی طاقتیں کسی دوسرے کو دے دے۔ اس طرح نسل در نسل اور قرن در قرن یہ سلسلہ چلتا رہا لیکن سیاہ بھنورا زندہ نہ ہو سکا اور بلیک سکارب دوبارہ وجود میں نہ آ سکا۔ اس طرح صدیاں گزر گئیں اور امیر کازوق کو نیکی کی خاص صلاحیتیں مل گئیں۔ قدیم مصری زبان میں کازوق کا مطلب روشنی ہوتا ہے اور آرزوق کا مطلب جہاں سے روشنی پھیلتی ہے اس لئے اس جگہ کا نام امیر کازوق نے ہی آرزوق رکھا تھا جبکہ اس سے پہلے اس کا کوئی اور نام تھا۔ بہرحال امیر کازوق کے دور میں بلیک سکارب کو دوبارہ زندہ کرنے کی باتیں شروع ہو گئیں اور رفتہ رفتہ ایسے حالات پیدا ہو گئے یا کر دیئے گئے کہ سیاہ بھنورے کے زندہ ہونے کے امکانات بے حد بڑھ گئے اور امیر کازوق باوجود کوشش اور خواہش کے اسے نہ روک سکے۔ چنانچہ انہوں نے اس سلسلے میں نیکی کی کسی بڑی طاقت سے رہنمائی حاصل

کی تو انہیں بتایا گیا کہ پاکیشیا میں رہنے والا ایک آدمی علی عمران نام کا ہے جو یہ کام کر سکتا ہے لیکن اس کی رضامندی اس کا اپنا فیصلہ ہوگا۔ اسے کوئی مجبور نہیں کر سکتا۔ چنانچہ امیر کازوق نے طویل سوچ بچار کے بعد یہ خط تم تک اس انداز میں پہنچانے کا سوچا۔ ان کو یقین تھا کہ اس انداز کی وجہ سے تم اپنی فطرت کے مطابق اس میں دلچسپی لو گے اور تم نے اگر ایک بار دلچسپی لے لی تو پھر تمہاری دلچسپی بڑھتی ہی چلی جائے گی۔ پھر امیر کازوق کو تمہاری اس ساتھی خاتون کے بارے میں معلومات ملیں تو انہوں نے یہ کام میری بیٹی عبریتہ کے ذمے لگایا۔ عبریتہ بچپن سے ہی اس پراسرار بیماری میں مبتلا ہے کہ ہر سال مخصوص دنوں میں اس کی حالت ایسی ہو جاتی ہے جیسے اس کو دل کا شدید دورہ پڑا ہو لیکن یہ دورہ جو بظاہر جان لیوا ہوتا ہے بہرحال جان لیوا نہیں ہوتا اور چند گھنٹوں بعد ہی عبریتہ ٹھیک ہو جاتی ہے اور پھر پورا سال ٹھیک رہتی ہے اور اس بیماری کو اس کام میں امیر کازوق نے استعمال کیا۔ بہرحال اس کے بعد کچھ بتانے کی ضرورت نہیں۔ عبریتہ، کاشفہ کے نام سے پاکیشیا گئی اور امیر کازوق کے حکم کے مطابق سب کچھ کر کے واپس آ گئی۔ پھر امیر کازوق کا آخری وقت آ گیا اور انہوں نے مجھے اپنا جانشین بنا لیا۔ اس کے بعد مجھے اطلاعات ملتی رہیں اور اب تم دونوں میرے سامنے موجود ہو“...... امیر اعطاف نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”آپ کی مہربانی امیر اعطاف کہ آپ نے یہ سب کچھ مجھے

تفصیل سے بتایا ہے۔ اس سے بہت سے سوالوں کے جواب مجھے مل گئے ہیں لیکن اصل بات کی وضاحت ابھی تک نہیں ہو سکی کہ اس فرقے بلیک سکارب کی آمد سے مسلمانوں پر کونسی قیامت ٹوٹ پڑے گی کیونکہ بقول آپ کے خیر وشر کی آویزش تو ازل سے چلی آ رہی ہے اور قیامت تک جاری رہے گی۔ جب ازل سے اب تک اربوں کروڑوں نہیں تو لاکھوں ایسے شیطانی فرقے وجود میں آئے اور ختم ہو گئے ہوں گے جیسا یہ بلیک سکارب فرقہ ہے۔ پھر آخر یہ ایسا کیا عمل کرے گا جس سے امیر کا زوق اور آپ اس قدر بے چین اور مضطرب ہیں"...... عمران نے کہا تو امیر اعطاف نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔ اس کے چہرے پر ہلکی سی سنجیدگی کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

"مجھے افسوس ہے کہ میں اس قدر وضاحت کے باوجود اپنی بات آپ پر واضح نہیں کر سکا۔ بلیک سکارب عام شیطانی فرقہ نہیں ہے۔ یہ انتہائی خوفناک قاتل فرقہ ہے۔ اس کا بنیادی مقصد پوری دنیا میں مسلمانوں کے وجود کا خاتمہ کرنا ہے۔ شیطانی طاقتوں کے ساتھ ساتھ جب دولت کے پجاری یہودی اور دوسرے متشدد غیر مسلم لوگ مسلمانوں کے خلاف کام شروع کریں گے تو پھر ان معصوم اور بے گناہ لوگوں کا بے دریغ قتل عام ہوگا اور شیطانی قوتیں ان کی سرپرستی کریں گی۔ سفید چمگادڑ جس علاقے میں موجود ہوگا وہاں رہنے والے مسلمان چاہے وہ ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں ہی کیوں

نہ ہوں ہلاک کر دیئے جائیں گے۔ سیاہ بھنورا اپنی طاقت سے بلیک سکارب میں شامل پوری دنیا میں پھیلے ہوئے کروڑوں بلیک سکاربیوں کو بے پناہ دولت اور شیطانی طاقتیں دے کر مسلمانوں کے قتل عام پر ابھارے گا۔ پوری دنیا کے غیر مسلم مسلمانوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے۔ غیر مسلم ملکوں کی فوجیں بے دریغ مسلمان ملکوں پر چڑھ دوڑیں گی۔ مسلمان ملکوں پر اس قدر خوفناک اور طاقتور اسلحہ بے دریغ انداز میں اس طرح استعمال کیا جائے گا کہ مسلمانوں کا وجود ہی صفحہ ہستی سے ناپید ہو جائے۔ اس وقت آپ اور اس آپ کے ساتھی کچھ بھی نہ کر سکیں گے۔ ابھی وقت ہے اس فرقے کو وجود میں آنے سے روکنے کا۔ وقت گزر جانے کے بعد صرف ہاتھ مسلنے کے سوا اور کچھ نہیں ہوگا۔ آگے آپ کی مرضی ہے۔ ہم آپ کو مجبور نہیں کر سکتے البتہ ایک بات میں بتا دوں کہ بلیک سکارب فرقے کو پوری دنیا میں پھیلانے کے لئے باقاعدہ تنظیم سازی کر لی گئی ہے اور مرکزی چیئرمین کے ساتھ ساتھ باقاعدہ زون بنا دیئے گئے ہیں جن کے ماسٹرز تعینات کر دیئے گئے ہیں جو یہ سارا کام انجام دیں گے"...... امیر اعطاف نے بڑے پرجوش لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

"اس فرقے کو وجود میں آنے سے کیسے روکا جا سکتا ہے"...... عمران نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد کہا۔

"یہ مجھے معلوم نہیں ہے البتہ یہ معلوم کیا جا سکتا ہے لیکن اس

وقت جب آپ اور آپ کے ساتھی دلی طور پر اس کام کو کرنے پر آمادہ ہوں اور ساتھ یہ بھی بتا دوں کہ ایک بار قدم بڑھانے کے بعد آپ اور آپ کے ساتھی قدم واپس نہ کر سکیں گے“...... امیر اعطاف نے کہا۔

”ٹھیک ہے امیر اعطاف۔ مجھے سوچنے کا موقع دیں۔ میں نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مشورہ بھی کرنا ہے۔ اگر ہم نے اس مشن پر کام کرنے پر اپنے آپ کو آمادہ کر لیا تو آپ سے دوبارہ ملاقات ہوگی ورنہ نہیں۔ اب اجازت دیجئے“...... عمران نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

”ٹھیک ہے۔ انسان کا کام کوشش کرنا ہے۔ باقی تمام امور کا انجام تو بہرحال اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو ہدایت دے اور نیکی کے لئے جہاد کرنے کی توفیق عنایت کرے“...... امیر اعطاف نے کہا اور مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔ عمران نے ان سے مصافحہ کیا۔ جولیا نے صرف زبان سے سلام کیا اور پھر وہ دونوں اس کمرے سے باہر آ گئے۔ باہر موجود دربان انہیں ساتھ لے کر پھاٹک کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ عمران کی پیشانی پر سوچ کی لکیریں نمایاں تھیں۔ جولیا ہونٹ بھینچے خاموشی سے اس کے پیچھے چلتی ہوئی پھاٹک کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔

امیر کاکیش ایک بڑے سے کمرے میں کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے میز پر شراب کی ایک بڑی سی بوتل موجود تھی۔ اس کے ساتھ ہی پلیٹ میں گوشت کے بھنے ہوئے ٹکڑے پڑے ہوئے تھے۔ امیر کاکیش گوشت کا ٹکڑا اٹھا کر منہ میں ڈالتا اور اسے چبا کر کھانے کے بعد دوبارہ شراب کی بوتل اٹھا کر منہ سے لگاتا اور کئی بڑے بڑے گھونٹ لے کر بوتل واپس میز پر رکھ کر گوشت کے ٹکڑے کی طرف ہاتھ بڑھا دیتا۔ وہ کافی دیر سے بیٹھا یہ سب کچھ کر رہا تھا۔ اس کا چہرہ جو بوڑھا ہونے کے باوجود جوانوں کی طرح صحت مند تھا، شراب اور گوشت کی وجہ سے انتہائی سرخ ہو رہا تھا۔ آنکھوں میں بھی سرخی نمایاں تھی کہ یکلخت کمرے کا دروازہ کھلا اور امیر کاکیش کا خاص ملازم گاگاشو اندر داخل ہوا اور امیر کاکیش کے سامنے آ کر جھک گیا۔

"کیا بات ہے۔ کیوں آئے ہو گاگاشو"..... امیر کاکیش نے سخت لہجے میں کہا۔ شاید اسے اپنے اس شغل کے دوران گاگاشو کی آمد بری لگی تھی۔

"آقا۔ فواد ملاقات چاہتا ہے"..... گاگاشو نے جواب دیا تو امیر کاکیش چونک پڑا۔

"اسے بڑے کمرے میں بٹھاؤ۔ میں وہیں اس سے ملاقات کروں گا"..... امیر کاکیش نے کہا اور گاگاشو بغیر کوئی جواب دیئے واپس چلا گیا۔

"فواد کیوں آیا ہوگا"..... امیر کاکیش نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ کچھ دیر بعد اس نے آنکھیں کھولیں اور اس کے ساتھ ہی وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"تو یہ لوگ یہاں مصر پہنچ گئے ہیں۔ اب انہیں ہر صورت میں ختم کرنا ہوگا"..... امیر کاکیش نے کہا اور تیزی سے مڑ کر وہ ایک کونے میں موجود الماری کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے الماری کھولی۔ اس میں قدیم دور کا ایک انسانی ڈھانچہ پڑا ہوا تھا۔

"گوگاش۔ مجھے بتاؤ کہ مجھے کیا کرنا چاہئے"..... امیر کاکیش نے اس ڈھانچے کے سامنے سر جھکاتے ہوئے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔ پھر چند لمحوں بعد اس نے سر اٹھایا۔

"ٹھیک ہے گوگاش۔ جیسا تم نے مشورہ دیا ہے ویسے ہی ہوگا۔

کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ تمہارا مشورہ تو شیطان کو بھی پسند آتا ہے"..... امیر کاکیش نے سر اٹھاتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے الماری بند کی اور مڑ کر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا عقبی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ دروازہ کھول کر وہ ایک راہداری میں داخل ہوا اور پھر راہداری کا اختتام بھی ایک دروازے پر ہوا۔ وہ دروازہ کھول کر ایک بڑے کمرے میں داخل ہوا جہاں اس کا نائب فواد کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ فواد نے سوٹ پہن رکھا تھا۔ وہ امیر کاکیش کو دیکھتے ہی نہ صرف اٹھ کر کھڑا ہو گیا بلکہ اس نے سر جھکا دیا۔

"بیٹھو فواد۔ مجھے معلوم ہے کہ تم کیوں آئے ہو۔ تم اس پاکیشیائی گروپ کی مصر میں آمد کی اطلاع دینے آئے ہو ناں"..... امیر کاکیش نے سامنے رکھی ہوئی بڑی شاہانہ انداز کی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"آپ سب کچھ جانتے ہیں امیر۔ آپ سے تو کوئی بات چھپی ہوئی نہیں ہے۔ میں نے پاکیشیا میں چند افراد کو ان لوگوں کی نگرانی پر لگایا ہوا تھا۔ وہاں سے مجھے اطلاع مل گئی کہ یہ مصر آ رہے ہیں۔ یہ گروپ چار مردوں اور ایک عورت پر مشتمل ہے۔ عورت سوئس نژاد ہے۔ لیکن یہ قاہرہ سے آرزوق چلے گئے اور وہاں ایک ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے ہیں اور ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ وہ عورت اور ایک مرد جس کا نام علی عمران ہے۔ دونوں امیر اعطاف سے ملے ہیں اور آپ بہتر جانتے ہیں کہ امیر اعطاف مصر میں نیکی کی طاقتوں کا

نمائندہ ہے۔ اس لئے میں آپ سے مزید حکم حاصل کرنے حاضر ہوا ہوں''...... فواد نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''مجھے جو کچھ بتایا گیا ہے اس کے مطابق یہ شخص عمران ہی دراصل ہمارے لئے خطرناک ہو سکتا ہے اور تمام روشنی کی طاقتیں یہ چاہتی ہیں کہ وہ ہمارے خلاف کام کرے لیکن اس شخص کا ذہن اندھے انداز میں کام نہیں کرتا۔ یہ سوچتا ہے، تجزیہ کرتا ہے اور فی الحال اسے جو کچھ بتایا گیا اس کے مطابق اس کا بلیک سکارب کے خلاف کام کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ ہماری کوشش یہ ہونی چاہئے کہ ہم اسے بغیر کوئی قدم آگے بڑھائے واپس بھجوا دیں''...... امیر کاکیش نے کہا۔

''امیر کاکیش یہ لوگ ہمارے لئے انتہائی آسان شکار ہیں۔ میرے ایک اشارے پر اس پورے ہوٹل کو جس میں وہ رہ رہے ہیں میزائلوں سے اڑایا جا سکتا ہے۔ اس طرح ہم یقینی طور پر اس خطرے کا سدباب کر سکیں گے''...... فواد نے کہا۔

''اور اگر یہ لوگ بچ نکلے تو پھر تمہیں معلوم ہے کیا ہوگا۔ پھر ان کی ہچکچاہٹ ختم ہو جائے گی اور وہ اپنی پوری قوت سے ہمارے خلاف کام شروع کر دے گا''...... امیر کاکیش نے کہا۔

''ایسا نہیں ہوگا امیر کاکیش۔ یہ میری ذمہ داری ہے''...... فواد نے بڑے بااعتماد لہجے میں کہا۔

''ٹھیک ہے۔ اگر تم ذمہ داری اٹھاتے ہو تو مجھے کوئی اعتراض

نہیں ہے۔ اس کا خاتمہ شیطان کے لئے بھی بے حد مسرت انگیز ہوگا اور تمہیں شیطانی دنیا کا بڑے سے بڑا عہدہ بھی دیا جا سکتا ہے''...... امیر کاکیش نے کہا۔

''آپ بے فکر رہیں امیر کاکیش۔ یہ عمران اور اس کے ساتھی یقینی طور پر ہلاک ہو جائیں گے۔ یہ میرا وعدہ ہے''...... فواد نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

''میری طرف سے اجازت ہے۔ جاؤ''...... امیر کاکیش نے کہا تو فواد اٹھا۔ اس نے سلام کیا اور تیزی سے مڑ کر بڑے بڑے قدم اٹھاتا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا جبکہ امیر کاکیش کچھ دیر تک وہاں خاموش بیٹھا رہا۔ پھر وہ اٹھا اور واپس اس پہلے والے کمرے میں آ کر اس نے ایک بار پھر الماری کھولی اور ایک بار پھر اس نے الماری میں رکھے ہوئے ڈھانچے کے سامنے سر جھکا دیا۔

''میں نے آپ کے مشورے کے خلاف اسے اجازت دے دی ہے کیونکہ وہ بے حد بااعتماد تھا اور ویسے بھی یہ اس کے لئے انتہائی معمولی سا کام ہے''...... امیر کاکیش نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر آنکھیں بند کر لیں۔ کچھ دیر بعد اس نے ایک جھٹکے سے سر اٹھایا۔

''ٹھیک ہے کوگاش۔ اگر فواد ناکام رہا تو اسے ہلاک کر دیا جائے گا''...... امیر کاکیش نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر الماری بند کر کے وہ مڑا اور واپس میز کے سامنے رکھی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا

جہاں شراب کی بوتل اور گوشت کے ٹکڑوں سے بھری پلیٹ موجود
تھی۔ ابھی اس نے شراب کی بوتل کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ
دروازہ ایک بار پھر کھلا اور خادم گاگاشو اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ
میں فون پیس تھا۔

"کس کا فون ہے"...... امیر کاکیش نے چونک کر پوچھا۔

"امیر میروم کا آقا"...... گاگاشو نے قریب آ کر کہا اور
امیر کاکیش نے فون پیس اس کے ہاتھ سے لے لیا۔

"تم باہر جاؤ"...... امیر کاکیش نے گاگاشو سے کہا اور گاگاشو مڑا
اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کمرے کے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ
گیا۔ جب اس کے باہر جانے کے بعد دروازہ اس کے عقب میں
بند ہو گیا تو امیر کاکیش نے فون کا بٹن آن کر دیا۔

"کاکیش بول رہا ہوں امیر میروم"...... کاکیش نے کہا۔ اس کا
لہجہ قدرے نرم تھا۔

"امیر کاکیش۔ میں نے معلوم کر لیا ہے کہ سیاہ بھنورا کہاں
موجود ہے اور اسے کیسے زندہ کیا جا سکتا ہے"...... دوسری طرف سے
ایک مسرت بھری آواز سنائی دی تو امیر کاکیش بے اختیار اچھل پڑا۔

"اوہ۔ بہت خوب۔ اگر واقعی ایسا ہو گیا تو پھر یہ ہمارے لئے
بہت بڑی کامیابی ہے۔ مجھے تفصیل بتاؤ"...... امیر کاکیش نے کہا۔

"وادی شاہاں میں ایک بند کنواں ہے جو صدیوں سے خفیہ ہے
اور اس کنویں کی تہہ میں سیاہ بھنورا موجود ہے اور میں اس کنویں کو

تلاش کر لوں گا۔ اس کی خاص نشانی کا مجھے علم ہو گیا ہے۔ میں نے
اس لئے فون کیا ہے کہ میں اپنے ساتھیوں سمیت اب وادی شاہاں
کا رخ کر رہا ہوں اور جلد ہی آپ کو خوشخبری سناؤں گا"......
امیر میروم کی آواز سنائی دی۔

"اگر میری مدد کی ضرورت ہو تو میں حاضر ہوں"......
امیر کاکیش نے کہا۔

"بس شیطان سے میری کامیابی کی سفارش کرتے رہنا"......
دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو
امیر کاکیش نے فون کا بٹن آف کیا اور اسے میز پر رکھ دیا۔ اس کے
چہرے پر مسرت کے تاثرات نمایاں تھے۔ بیک وقت دو کام ہوتے
نظر آ رہے تھے۔ ایک کام تو شیطان کے بڑے دشمن عمران کا خاتمہ
یقینی تھا اور دوسرا بلیک سکارپ زندہ ہونے والا تھا اور یہ دونوں کام
ہوتے ہی اس کی حکومت پوری دنیا پر قائم ہو جاتی تھی۔

عمران اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہوٹل میں اپنے کمرے میں موجود تھا۔ جولیا نے عمران اور امیر اعطاف کے درمیان ہونے والی گفتگو کی تفصیل بتا دی تھی اور اب وہ سب اسی ٹاپک پر ہی بات چیت کر رہے تھے لیکن عمران جب سے آیا تھا خاموش بیٹھا ہوا تھا۔

"عمران صاحب۔ آپ خاموش کیوں ہیں۔ کیا کوئی خاص الجھن ہے"...... صفدر نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ایک الجھن ہو تو بتاؤں۔ تنویر کے چہرے کی سختی بڑھتی جا رہی ہے۔ جولیا کے لہجے میں کرختگی بڑھتی جا رہی ہے۔ کیپٹن شکیل کی خاموشی اب ممنوعہ حد میں داخل ہو چکی ہے"...... عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا تو سب اس طرح عمران کی طرف دیکھنے لگے جیسے انہیں شک ہو رہا ہو کہ عمران کا ذہنی توازن خراب ہو گیا ہے۔

"عمران صاحب۔ معاملات بے حد سنجیدہ ہیں"...... صفدر نے کہا۔

"ارے ہاں۔ تم تو رہ گئے تھے۔ تمہاری سنجیدگی بڑھتی جا رہی ہے"...... عمران نے کہا تو صفدر بے اختیار ہنس پڑا۔

"میں یقین سے کہتا ہوں کہ عمران اس مشن پر کام نہیں کرنا چاہتا اور ویسے بھی یہ کوئی مشن نہیں ہے۔ پاکیشیا سیکرٹ سروس اس لئے قائم نہیں کی گئی کہ ہم اس انداز کے مشنوں پر کام کرتے رہیں اور مجھے تو چیف پر بھی حیرت ہے کہ جس نے اس مشن پر ٹیم کو بھیج دیا ہے"...... تنویر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"عمران صاحب۔ کیا تنویر درست کہہ رہا ہے"...... صفدر نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

"تنویر کا مطلب روشنی ہوتا ہے اور جہاں روشنی ہو وہاں اندھیرا نہیں ہو سکتا اور غلطی کا امکان ہمیشہ اندھیرے میں ہی ہوتا ہے"...... عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی۔ فون کی گھنٹی بج اٹھی تو عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں"...... عمران نے اپنے مخصوص انداز میں اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"میں قاہرہ سے نوروز بول رہا ہوں۔ آپ اپنے ساتھیوں

منیجمنٹ فوری طور پر ہوٹل چھوڑ دیں کیونکہ آپ اور آپ کے ساتھیوں کو ہلاک کرنے کے لئے اس پورے ہوٹل کو میزائلوں سے اڑانے کے احکامات دیئے دیئے گئے ہیں اور کسی بھی لمحے ایسا ہو سکتا ہے“..... دوسری طرف سے تیز تیز لہجے میں کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے ایک جھٹکے سے رسیور رکھا اور اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

”جلدی نکلو یہاں سے۔ یہاں میزائلوں کا حملہ ہونے والا ہے۔ اٹھو جلدی۔ ہم نے فائر ڈور سے باہر جانا ہے“..... عمران نے تیز لہجے میں کہا تو سب ہی اس کے لہجے میں ابھر آنے والی بے پناہ سنجیدگی کی وجہ سے اٹھے اور پھر بجلی کی سی تیزی سے سب کمرے سے باہر آ گئے۔ چند لمحوں بعد وہ فائر ڈورز سے نکل کر ہوٹل کی عقبی سمت موجود گلی میں سے ہوتے ہوئے سڑک پر آ گئے۔

”تم سب لوگوں نے سامنے والے ہوٹل میں پہنچنا ہے اور ماسک میک اپ کر لینا ہے۔ میں اور صفدر یہیں رہیں گے“..... عمران نے سڑک پر آ کر ہاتھ اٹھا کر سڑک کی دوسری طرف موجود ہوٹل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تو سوائے صفدر کے باقی سب تیزی سے سڑک کراس کر کے آگے بڑھتے چلے گئے۔

”آؤ صفدر۔ ہم نے حملہ آوروں میں سے کسی ایک کو پکڑنا ہے۔ ادھر آ جاؤ“..... عمران نے ایک سائیڈ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جہاں ایک چھوٹا سا پارک بنا ہوا تھا۔ ابھی وہ دونوں اس

پارک میں داخل ہی ہوئے تھے کہ یکلخت ہوٹل کے سامنے اور عقبی طرف سیاہ رنگ کی کاریں آ کر رکیں اور پھر ان کاروں میں سے سیاہ لباسوں میں ملبوس افراد کمانڈوز کے انداز میں باہر نکل کر ہوٹل کے گرد پھیلتے چلے گئے۔ ان کے ہاتھ میں میزائل گنیں تھیں اور وہ اپنے انداز سے ان کاموں کے ماہر دکھائی دے رہے تھے۔ ایک کار میں سے چار افراد باہر آئے تھے جن میں سے دو تو عقبی گلی میں چلے گئے تھے جبکہ دو نے اس پارک کا رخ کیا تھا۔ کیونکہ ہوٹل کی سائیڈ دیوار اس پارک کے آخر میں موجود تھی۔ عمران اور صفدر دو بڑے درختوں کی اوٹ میں تھے۔ وہ دونوں آدمی تیزی سے دوڑتے ہوئے ہوٹل کی دیوار کے قریب پہنچے اور پھر یکلخت فضا میں سائیں سائیں کی آوازیں سنائی دیں اور اس کے ساتھ ہی خوفناک دھماکوں سے فضا گونج اٹھی۔ ان دونوں افراد نے ہوٹل کی دیوار کے قریب پہنچتے ہی میزائل گنوں کے رخ ہوٹل کی دیوار کی طرف کر کے فائر کھول دیا تھا اور پھر انہوں نے نیکے بعد دیگرے آٹھ میزائل فائر کئے اور تیزی سے واپس دوڑ پڑے۔ یہ سب کچھ اس قدر مہارت اور تیزی سے کیا گیا تھا کہ عمران اور صفدر دونوں انہیں روکنے کے بارے میں سوچتے ہی رہ گئے تھے۔ فضا خوفناک دھماکوں اور چیخ و پکار کی وجہ سے گونجنے لگی تھی۔ ہوٹل کو چونکہ چاروں طرف سے میزائلوں کا نشانہ بنایا گیا تھا اس لئے تین منزلہ ہوٹل خوفناک گردوغبار میں چھپ گیا تھا۔ وہ دونوں آدمی فائر کر کے تیزی سے پلٹے ہی تھے کہ عمران اور

صفدر نے درختوں کی اوٹ سے نکل کر ان دونوں پر چھلانگیں لگا دیں اور وہ دونوں چیختے ہوئے نیچے گرے ہی تھے کہ عمران نے ایک کی گردن پر پیر رکھ کر اسے موڑ دیا۔

"کس گروپ سے تمہارا تعلق ہے۔ بولو۔ بتاؤ"...... عمران نے غراتے ہوئے کہا۔

"جب۔ جب۔ باسط گروپ سے۔ بارساک ہوٹل کے باسط گروپ سے"...... اس آدمی کی گھٹی گھٹی چیخ سنائی دی۔ اس وقت گردوغبار نے پورے پارک کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا اور ہر طرف سے چیخ و پکار کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ اس لئے عمران نے تیزی سے پیر کو موڑ دیا۔

"باہر آ جاؤ صفدر"...... عمران نے چیخ کر کہا اور واپس مڑ کر سڑک کی طرف دوڑ پڑا۔ اسے یقین تھا کہ صفدر اپنے شکار کا خاتمہ کر دے گا۔ چند لمحوں بعد جب عمران سڑک پر پہنچا تو اس کے فوراً بعد ہی صفدر بھی وہاں پہنچ گیا۔ عمران نے ہوٹل کی عقبی گلی کی طرف دیکھا۔ وہ کار جس میں سے یہ میزائل گن بردار اترے تھے غائب تھی اور عمران سمجھ گیا کہ پلاننگ کے تحت میزائل گنیں اپنے کوٹوں کے اندر چھپا کر وہ پیدل کسی اور جگہ اکٹھے ہوں گے اور وہاں سے کاروں میں سوار ہو کر فرار ہو گئے۔ اس لئے کار انہیں یہاں ڈراپ کر کے یہاں سے ہٹ گئی ہے تاکہ پولیس اور دوسرے لوگ اسے چیک نہ کر سکیں۔ اس کا مطلب تھا کہ باقاعدہ پلاننگ کے تحت

یہ سب کچھ کیا گیا تھا۔ اب پولیس کاروں کے سائرنوں اور ایمبولینسوں اور فائر بریگیڈ کے مخصوص ہوٹروں کی آوازیں ماحول میں گونج رہی تھیں۔ ہر طرف پولیس کی کاریں دوڑ رہی تھیں اور پولیس کے افراد تیزی سے ہوٹل جو اس وقت ملبے کا ڈھیر بن چکا تھا، کے گرد پھیلتے چلے جا رہے تھے۔

"آؤ میرے پیچھے"...... عمران نے صفدر سے کہا اور پھر وہ مختلف سڑکوں سے گزرتے ہوئے کافی فاصلے پر پہنچ کر رک گئے۔ عمران نے ایک خالی ٹیکسی کو اشارہ کیا۔

"شط بازار لے چلو"...... عمران نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا تو ڈرائیور نے اثبات میں سر ہلا دیا اور عمران اور صفدر دونوں ٹیکسی کی عقبی سیٹوں پر بیٹھ گئے۔ ٹیکسی نے تھوڑی دیر بعد انہیں ایک گنجان آباد بازار کے پہلے چوک پر ڈراپ کر دیا۔ عمران نے ٹیکسی ڈرائیور کو کرایہ اور ٹپ دی اور پھر وہ دونوں تیز تیز قدم اٹھاتے گنجان آباد بازار میں داخل ہو گئے۔

"عمران صاحب"...... صفدر نے شاید کچھ کہنا چاہا۔

"ہم نے پہلے اسلحہ خریدنا ہے اور پھر بارساک ہوٹل کے باسط کے پاس پہنچنا ہے۔ یہ لوگ اس باسط کے آدمی تھے"...... عمران نے آہستہ سے کہا اور صفدر نے اثبات میں سر ہلا دیا کیونکہ اسلحہ واقعی ان کی جیبوں میں نہ تھا۔ اگر کچھ تھا بھی تو وہ سامان میں تھا جو وہ فوری طور پر ہوٹل میں چھوڑ آئے تھے۔ عمران چونکہ یہاں آنے سے پہلے

ہی اس شہر کے بارے میں تمام معلومات حاصل کر چکا تھا۔ اس لئے اسے معلوم تھا کہ شط بازار میں اسلحے کی چند دکانیں موجود ہیں اور پھر تھوڑی دیر بعد عمران اور صفدر مشین پسٹل اپنی جیبوں میں ڈالے اس شط بازار سے باہر آ گئے تو تھوڑی دیر بعد ایک خالی ٹیکسی انہیں مل گئی۔

"پارساک ہوٹل چلو"..... عمران نے کہا تو ڈرائیور نے چونک کر اس طرح انہیں دیکھا جیسے عمران نے ہوٹل کی بجائے کسی قحبہ خانے کا نام لے کر دیا ہو لیکن پھر اس نے سر موڑ کر انہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا تو عمران سائیڈ سیٹ پر بیٹھ گیا جبکہ صفدر عقبی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ ڈرائیور نے کار چلاتے ہوئے ایک دو بار اس طرح عمران کی طرف دیکھا جیسے کچھ کہنا چاہتا ہو لیکن پھر کسی وجہ سے خاموش ہو گیا۔

"کیا بات ہے۔ تم شاید کچھ کہنا چاہتے ہو"..... عمران نے ڈرائیور سے کہا۔

"جناب۔ آپ غیر ملکی ہیں اور میں پارساک ہوٹل کے بارے میں کھل کر نہیں کہہ سکتا ورنہ میں اور میرا خاندان موت کے گھاٹ اتار دیئے جائیں گے"..... ڈرائیور نے قدرے خوفزدہ سے لہجے میں کہا۔

"میں تمہاری بات سمجھ گیا ہوں۔ تم فکر مت کرو۔ ہم نے وہاں صرف ایک آدمی سے ملنا ہے۔ اس کا نام باسط ہے"..... عمران نے

کہا تو ڈرائیور باسط کا نام سنتے ہی بے اختیار کانپ اٹھا۔

"وہ۔ وہ تو اس ہوٹل کے مالک اور جنرل منیجر ہیں۔ وہ تو اس پورے شہر کے مالک اور آقا ہیں جناب۔ آپ برائے مہربانی میرے بارے میں ان سے کچھ نہ کہیں"..... ڈرائیور نے کانپتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تم بے فکر رہو"..... عمران نے کہا تو ڈرائیور نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔ مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد وہ ایک دو منزلہ ہوٹل کے گیٹ کے سامنے موجود تھے۔ ڈرائیور نے پہلے تو کرایہ لینے سے ہی انکار کر دیا۔ اس کا چہرہ بتا رہا تھا کہ وہ انتہائی خوفزدہ ہے لیکن عمران نے کرائے سے زائد رقم زبردستی اس کی جیب میں ڈالی اور مڑ کر گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ ٹیکسی ڈرائیور اس قدر تیزی سے ٹیکسی بھگا لے گیا جیسے اگر اسے چند لمحوں کی بھی دیر ہو گئی تو اس پر کوئی قیامت ٹوٹ پڑے گی۔

"عمران صاحب۔ ہمیں ماسک میک اپ کر لینا چاہئے".....

صفدر نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا اور اس کے ساتھ ہی وہ تیزی سے مڑا اور گیٹ کے اندر جانے کی بجائے سائیڈ پر آگے بڑھتا چلا گیا۔ صفدر خاموشی سے اس کے پیچھے تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک بند گلی میں داخل ہو گئے۔ گلی کے آخر میں کوڑے کے اونچے ڈرم موجود تھے۔ عمران کی جیب میں ماسک میک اپ باکس موجود تھا۔ یہ باکس تو وہ تقریباً ہر وقت اپنے پاس رکھتا تھا۔ اس نے باکس

نکالا اور اس میں سے ایک ماسک نکال کر اس نے اپنے چہرے اور سر پر چڑھا کر مخصوص انداز میں تھپتھپانا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد جب اس کے ہاتھ رکے تو اس کا چہرہ اور بالوں کی ساخت اور رنگ سب تبدیل ہو چکے تھے۔ اب وہ ایک مقامی آدمی تھا۔ عمران نے یہ باکس قاہرہ سے خریدا بھی اسی لئے تھا کہ وہ اس کے ذریعے مقامی میک اپ کر سکیں۔ چونکہ عام جسمانی رنگت پہلے سے ہی مقامی افراد جیسی تھی اس لئے صرف ماسک پہننے کے بعد وہ مکمل طور پر مقامی دکھائی دے رہا تھا۔ عمران نے میک اپ کرنے کے بعد صفدر کا بھی میک اپ کر دیا۔ اب وہ بھی مقامی آدمی تھا۔

"میرا نام اسد اور تمہارا نام سعید ہے"...... عمران نے کہا تو صفدر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"اب آپ کا پروگرام کیا ہے"...... صفدر نے دوبارہ سڑک کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"اس باسط سے معلوم کرنا ہے کہ اسے یہ ٹاسک کس نے دیا ہے"...... عمران نے کہا۔

"یقیناً یہ پارٹی قاہرہ میں ہوگی کیونکہ نوروز جس نے ہمیں فون کر کے اطلاع دی ہے وہ قاہرہ سے ہی بول رہا تھا"...... صفدر نے کہا۔

"ہاں۔ لیکن قاہرہ میں کون ہے۔ اس کا نام و پتہ تو باسط ہی بتا سکتا ہے"...... عمران نے کہا اور صفدر نے اثبات میں سر ہلا

دیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ دونوں ایک بار پھر ہوٹل بارساک کے گیٹ تک پہنچ گئے تھے۔ ہوٹل میں آنے جانے والے افراد سب ہی انڈر ورلڈ کے افراد نظر آ رہے تھے لیکن کوئی بھی عمران اور صفدر کی طرف متوجہ نہ ہوا تھا۔ ہوٹل کا ہال خاصا بڑا تھا اور وہاں مردوں کے ساتھ ساتھ عورتیں بھی موجود تھیں۔ شراب کی بو اور منشیات کے غلیظ دھوئیں سے ہال بھرا ہوا تھا۔ ایک سائیڈ پر ایک بڑا سا بیضوی انداز کا کاؤنٹر تھا جس پر چار افراد ڈیوٹی دے رہے تھے۔ ایک آدمی سٹول پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر زخموں کے بے شمار مخصوص نشانات تھے۔ آنکھیں چھوٹی لیکن ان میں چمک خاصی تیز تھی۔ جسامت اور انداز سے وہ زیر زمین دنیا کا کوئی بڑا لڑاکا دکھائی دے رہا تھا۔ جبکہ باقی تین افراد ویٹرز کو سروس دینے میں مصروف تھے۔ سٹول پر بیٹھے ہوئے آدمی کے سامنے کاؤنٹر پر سرخ رنگ کا ایک فون موجود تھا۔ عمران نے ایک نظر میں ہال کا جائزہ لیا اور پھر وہ کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا۔

"کیا نام ہے تمہارا"...... عمران نے کاؤنٹر پر پہنچ کر سٹول پر بیٹھے ہوئے آدمی سے مخاطب ہو کر کہا۔ اس نے مقامی زبان میں بات کی تھی لیکن اس کے لہجے میں بھیڑیے جیسی غراہٹ نمایاں تھی۔ اس آدمی نے چونک کر عمران کی طرف دیکھا اور دوسرے لمحے وہ ایک جھٹکے سے سٹول سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"کون ہو تم۔ کہاں سے آئے ہو"...... اس آدمی نے انتہائی

سخت لہجے میں کہا۔ وہ بڑے غور سے عمران اور اس کے ساتھ کھڑے ہوئے صفدر کو دیکھ رہا تھا۔

"میں نے تمہارا نام پوچھا ہے اور میں اپنی بات دوہرانے کا عادی نہیں ہوں"...... عمران کے لہجے میں غراہٹ کا عنصر مزید بڑھ گیا تھا۔

"میرا نام ہاشم ہے۔ ماسٹر ہاشم"...... اس آدمی نے ہونٹ چبانے کے سے انداز میں جواب دیا۔

"اپنے چیف باسط کو کہو کہ قاہرہ سے بلیک ڈائمنڈ کے دو چیف آئے ہیں۔ بتاؤ اسے"...... عمران کا لہجہ بدستور غراہٹ بھرا تھا اور صفدر اس آدمی ہاشم پر عمران کی بات کا اثر دیکھ کر حیران رہ گیا۔ بلیک ڈائمنڈ کا نام سنتے ہی وہ اس قدر تیزی سے سمٹا تھا جیسے غبارے سے ہوا نکل جانے سے وہ سمٹ جاتا ہے۔

"جی۔ جی۔ اچھا اچھا"...... ماسٹر ہاشم نے انتہائی خوفزدہ سے لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور اٹھا کر دوسرے ہاتھ سے تیزی سے یکے بعد دیگرے دو نمبر پریس کر دیئے۔

"ہا۔ ہاشم بول رہا ہوں چیف کاؤنٹر سے۔ بلیک ڈائمنڈ کے دو چیف صاحبان یہاں موجود ہیں سر۔ وہ آپ سے ملاقات چاہتے ہیں سر"...... ہاشم نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"جج۔ جی ہاں جناب۔ جی ہاں"...... دوسری طرف سے بات سن کر اس نے اسی طرح بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور پھر "اچھا

جناب" کہہ کر اس نے رسیور رکھ دیا۔

"آئیے جناب۔ میں آپ کو چیف کے دفتر چھوڑ آؤں"...... ہاشم نے قدرے خوفزدہ سے لہجے میں کہا۔

"تم یہیں رہو۔ ہم خود چلے جائیں گے۔ کہاں ہے اس کا دفتر"...... عمران نے پہلے کی طرح غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔ اس کے چہرے پر پتھریلی سنجیدگی موجود تھی۔

"ادھر سیڑھیاں اوپر جا رہی ہیں۔ دوسرا کمرہ ہے جناب۔ دوسرا کمرہ"...... ہاشم نے اور زیادہ بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور عمران بغیر کوئی جواب دیئے ایک جھٹکے سے سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔ صفدر خاموشی سے اس کے پیچھے تھا۔ دوسری منزل پر پہنچ کر وہ آگے بڑھے۔ یہاں ایک مسلح دربان موجود تھا لیکن اس نے انہیں بڑے مؤدبانہ انداز میں سلام کیا اور ہاتھ بڑھا کر دروازہ کھول دیا۔ شاید اسے معلوم تھا کہ باسط سے ملنے خاص افراد ہی آ سکتے ہیں۔ عمران کمرے میں داخل ہوا تو بڑی سی میز کے پیچھے ایک اوسط جسم اور لمبے قد کا گنجا سا آدمی جو کرسی پر بیٹھا تھا ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے سوٹ پہنا ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر زخموں کے بے شمار مندمل نشانات تھے لیکن اس کی جسمانی حالت بتا رہی تھی کہ اب کافی عرصے سے وہ صرف کمرے میں بیٹھ کر احکامات دینے تک ہی محدود ہو کر رہ گیا ہے۔

"میرا نام اسد ہے اور یہ میرا ساتھی ہے سعید"...... عمران نے

آگے بڑھ کر سرد لہجے میں کہا۔

"بیٹھو"...... باسط نے انہیں غور سے دیکھتے ہوئے کہا اور پھر خود بھی دوبارہ اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"کون ہو تم۔ اب یہ مت کہنا کہ تم بلیک ڈائمنڈ کے چیف ہو۔ ان سب کو میں اچھی طرح پہچانتا ہوں"...... باسط نے اس بار انتہائی سرد لہجے میں کہا۔ اس کا ایک ہاتھ میز کی کھلی ہوئی دراز میں تھا اور ظاہر ہے اب عمران اتنا احمق تو نہیں تھا کہ وہ اتنی سی بات بھی نہ سمجھ سکتا کہ میز کی دراز میں ریوالور یا پسٹل موجود ہو گا۔

"پہلے یہ بتاؤ کہ ہوٹل گرانڈ پر حملہ تم نے کس کے کہنے پر کرایا ہے"...... عمران نے اس سے بھی زیادہ سرد لہجے میں کہا تو باسط بے اختیار اچھل پڑا اور اس کا یہ اچھلنا ہی اس کے حق میں برا ثابت ہوا۔ کیونکہ جیسے ہی وہ اچھلا اس کے ساتھ ہی عمران نے ایک جھٹکے سے ہاتھ میز پر رکھا اور دوسرے ہاتھ سے اس کا گلا پکڑ لیا اور پھر شاید ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں باسط چیختا ہوا اور ایک جھٹکے سے فضا میں اڑتا ہوا ایک دھماکے سے میز کی دوسری طرف فرش پر موجود دبیز قالین پر جا گرا۔ نیچے گرتے ہی اس نے بے اختیار اٹھنے کی کوشش کی لیکن عمران نے اس کی گردن پر پیر رکھ کر اسے بجلی کی سی تیزی سے موڑ دیا جبکہ صفدر اس دوران تیزی سے دروازے پر پہنچ چکا تھا۔ اس نے ہینڈل کے نیچے ناب گھما کر اسے لاک کر دیا تھا۔

"بولو کس کے کہنے پر حملہ کرایا تھا۔ بولو"...... عمران نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا اور ساتھ ہی پیر کو تھوڑا سا پیچھے کر دیا۔

"فف۔ فف۔ فواد۔ ماسٹر فواد کے کہنے پر"...... باسط کے منہ سے رک رک کر الفاظ نکلے تو عمران نے یکلخت پیر کو ایک جھٹکے سے آگے کر کے پھر اسی رفتار سے پیچھے کر دیا لیکن اس دوران باسط کے چہرے پر تکلیف کے ایسے تاثرات ابھرے کہ جیسے اس کا چہرہ تکلیف کی شدت سے بری طرح مسخ ہو کر رہ گیا ہو۔ اس کے جسم نے بھی زوردار جھٹکا کھایا۔

"بولو۔ کون ہے فواد۔ کہاں رہتا ہے یہ۔ تفصیل بتاؤ۔ ورنہ"...... عمران نے پھنکارتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"فواد کلب کا مالک ہے۔ پورے مصر کا سب سے بڑا گینگسٹر ہے۔ پورا مصر اس کے نام سے کانپتا ہے"...... باسط نے رک رک کر کہا۔ وہ اس طرح بول رہا تھا جیسے اس کی مرضی کے بغیر الفاظ خود بخود اس کے منہ سے نکل رہے ہوں۔

"کہاں ہوتا ہے یہ۔ بولو"...... عمران نے تیز لہجے میں کہا۔

"فف۔ فواد کلب میں"...... باسط نے رک رک کر جواب دیا۔

اسی لمحے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو عمران نے پیر کو یکلخت ایک جھٹکے سے آگے کر دیا اور باسط کا جسم ایک لمحے کے لئے تڑپا اور پھر ڈھیلا پڑ گیا۔ اس کی آنکھیں بے نور ہو چکی تھیں۔ عمران نے اس کی گردن سے پیر اٹھایا اور ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس"۔۔۔۔ عمران نے باسط کی آواز اور لہجے میں کہا۔

" ارباش بول رہا ہوں باس۔ ہوٹل گرانڈ کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی ہے اور اس ہوٹل میں رہائش رکھنے والا ایک آدمی بھی زندہ نہیں بچا۔ پندرہ سو افراد کی لاشیں نکالی جا چکی ہیں۔ باقی لاشیں ابھی نکل رہی ہیں اور باس۔ پولیس نے ہمارے گروپ کو مارک کر لیا تھا لیکن میں نے چیف پولیس آفیسر زراکوش کو فون کر کے آپ کا نام کہہ دیا تو اس نے خاموش رہنے کا وعدہ کیا ہے"۔۔۔۔ دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

"ٹارگٹ کے بارے میں کیا اطلاع ہے"۔۔۔۔ عمران نے باسط کی آواز اور لہجے میں کہا۔

" ظاہر ہے باس۔ ٹارگٹ بھی ختم ہو چکا ہے۔ ویسے ابھی تک ایشیائی افراد کی لاشیں تو برآمد نہیں ہوئیں لیکن بہرحال وہ بھی برآمد ہو جائیں گی۔ میں وہیں رہوں گا اور جب ان کی لاشیں برآمد ہوں گی تو میں دوبارہ آپ کو اطلاع دوں گا"۔۔۔۔ ارباش نے اسی طرح مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"او کے"۔۔۔۔ عمران نے کہا اور رسیور رکھا ہی تھا کہ فون کی گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی تو عمران نے ہاتھ بڑھا کر دوبارہ رسیور اٹھا لیا۔

"باس۔ قاہرہ سے سپر چیف کی کال ہے"۔۔۔۔ ایک مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"کراؤ بات"۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

" ہیلو۔ فواد بول رہا ہوں"۔۔۔۔ ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

" باسط بول رہا ہوں سپر چیف"۔۔۔۔ عمران نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور اس نے بھی فواد کو سپر چیف ہی کہا تھا۔

" کیا حکم کی تعمیل ہو گئی ہے"۔۔۔۔ دوسری طرف سے غراتے ہوئے لہجے میں کہا گیا۔

" یس سپر چیف۔ مکمل طور پر"۔۔۔۔ عمران نے جواب دیا تو دوسری طرف سے بغیر کچھ کہے رسیور رکھ دیا گیا۔

"آؤ صفدر۔ اب نکل چلیں"۔۔۔۔ عمران نے رسیور رکھ کر صفدر سے کہا جو دروازے کو لاک کر دینے کے باوجود اس کے قریب ہی بڑے چوکنے انداز میں کھڑا تھا اور صفدر نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے دروازے کا لاک کھولا اور پھر ہینڈل دبا کر دروازہ کھولا اور باہر نکل آیا۔ عمران اس کے پیچھے تھا۔ عمران نے اپنے عقب میں دروازہ بند کر دیا۔

" تمہارے باس کا کہنا ہے کہ انہیں ڈسٹرب نہ کیا جائے"۔۔۔۔ عمران نے دربان سے مخاطب ہو کر کہا۔

" یس سر"۔۔۔۔ دربان نے جواب دیا اور عمران اور صفدر دونوں تیز تیز قدم اٹھاتے اس راہداری سے ہوتے ہوئے واپس ہال میں پہنچے اور پھر چند لمحوں بعد ہی وہ اس کلب سے باہر آ چکے تھے۔

" ہمیں فوراً میک اپ تبدیل کرنا ہو گا"۔۔۔۔ عمران نے کہا اور صفدر نے اثبات میں سر ہلا دیا اور تھوڑی دیر بعد وہ واپس اسی گلی

میں موجود ڈرموں کے پیچھے پہنچ چکے تھے جہاں پہلے انہوں نے ماسک میک اپ کئے تھے۔ چند لمحوں بعد ہی وہ پہلے موجود ماسک اتار کر نئے ماسک پہن چکے تھے۔ استعمال شدہ ماسک انہوں نے کوڑے کے ڈرموں میں پھینک دیئے۔

"عمران صاحب۔ ہمارے لباس بھی تبدیل ہونے چاہئیں"..... صفدر نے کہا۔

"ہاں۔ ہمیں ٹیکسی لے کر مین مارکیٹ جانا ہوگا"..... عمران نے کہا اور صفدر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ دونوں ایک ٹیکسی میں بیٹھے مین مارکیٹ کی طرف بڑھے چلے جا رہے تھے اور پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد جب وہ میک اپ اور لباس تبدیل کر کے واپس اس ہوٹل پہنچے جہاں عمران نے جولیا اور اپنے ساتھیوں کو بھجوایا تھا تو اب سب سے بڑا مسئلہ انہیں ٹریس کرنے کا تھا کیونکہ ظاہر ہے وہ بھی اپنا میک اپ تبدیل کر چکے ہوں گے اور عمران اور صفدر بھی نئے میک اپ میں تھے لیکن دوسرے لمحے عمران بے اختیار مسکرا دیا کیونکہ اس کے ساتھی لابی میں بیٹھے کافی پینے میں مصروف تھے۔ عمران نے انہیں ان کے لباسوں سے فوراً پہچان لیا تھا کیونکہ انہیں لباس تبدیل کرنے کا موقع ہی نہ ملا تھا۔ عمران، صفدر سمیت ان کے قریب جا کر بیٹھ گیا تو وہ سب چونک کر انہیں دیکھنے لگے۔

"کمرے بک کرائے ہیں تم نے"..... عمران نے آہستہ سے جولیا سے کہا تو جولیا بے اختیار چونک پڑی۔

"نہیں۔ ہم تو اس وقت سے لابی میں بیٹھے ہیں"..... جولیا نے بھی آہستہ سے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ پیمنٹ کر کے آؤ۔ ہم نے ایک رہائشی کالونی میں پہنچنا ہے"..... عمران نے اٹھتے ہوئے کہا اور اس کے اٹھتے ہی باقی سب ساتھی بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔

امیر اعطاف اپنے مخصوص کمرے میں موجود تھا کہ کمرے کا دروازہ کھلا اور اس کی اکلوتی بیٹی عبرینہ اندر داخل ہوئی تو امیر اعطاف بے اختیار چونک پڑے کیونکہ عبرینہ سوائے کسی خاص کام کے ان کے کمرے میں نہ آیا کرتی تھی۔

"آؤ بیٹی بیٹھو۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے تو مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم قاہرہ سے واپس آ گئی ہو"...... امیر اعطاف نے سلام کا جواب دینے کے بعد کہا۔

"بابا امیر۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ پاکیشیا کا علی عمران اپنی کسی ساتھی عورت کے ساتھ آپ کے پاس آیا تھا"...... عبرینہ نے سامنے موجود کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ وہ میرے پاس آیا تھا"...... امیر اعطاف نے اثبات میں سرہلاتے ہوئے جواب دیا۔

"کیسا آدمی تھا وہ۔ اور کیا کہہ رہا تھا۔ اسے کیسے معلوم ہو گیا کہ میں وہاں پاکیشیا گئی تھی اور ہم یہاں رہتے ہیں"...... عبرینہ نے تیز تیز لہجے میں کہا تو امیر اعطاف بے اختیار مسکرا دیئے۔

"تم نے اتنے سارے سوالات اکٹھے کر دیئے ہیں۔ اس سے تمہاری بے چینی کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے"...... امیر اعطاف نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"امیر بابا۔ میں قاہرہ میں تھی۔ اگر میں یہاں ہوتی تو خود اس سے مل کر ان ساری باتوں کے جواب معلوم کر لیتی۔ لیکن مجھے معلوم ہے کہ آپ بے حد زمانہ شناس ہیں۔ آپ نے مجھ سے زیادہ بہتر انداز میں معلوم کر لیا ہوگا"...... عبرینہ نے جواب دیا۔

"وہ بذات خود تو بہت اچھا آدمی ہے۔ نیک اور صالح آدمی۔ اس کے خیالات بھی بے حد حقیقت پسند ہیں لیکن"...... امیر اعطاف بات کرتے کرتے خاموش ہو گئے۔

"لیکن کیا امیر بابا"...... عبرینہ نے چونک کر کہا۔

"وہ ذہنی طور پر بے حد ہوشیار اور چالاک آدمی ہے۔ آسانی سے کسی بات پر یقین نہیں کرتا۔ میں نے محسوس کیا ہے کہ وہ ابھی یہاں تک پہنچ جانے کے باوجود بلیک سکارپ کے خلاف کام کرنے پر ذہنی طور پر آمادہ نہیں ہے"...... امیر اعطاف نے کہا۔

"لیکن امیر کازوق کا تو خیال تھا کہ عمران اس طرح کام کرنے پر آمادہ ہو جائے گا اور امیر بابا۔ آخر امیر کازوق کو اس عمران میں

ایسی کیا بات نظر آ گئی تھی کہ انہوں نے پوری دنیا میں صرف اسے ہی منتخب کیا"...... عبرینہ نے قدرے جھنجلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

" میں تمہاری جھنجلاہٹ کو سمجھتا ہوں بیٹی۔ لیکن امیر کازوق کی نگاہیں ہم دونوں سے زیادہ دور تک دیکھ سکتی تھیں۔ میں نے یہ تو نہیں کہا کہ اس نوجوان عمران کا انتخاب غلط تھا۔ میں نے تو صرف اتنا بتایا ہے کہ اس نوجوان کا ذہن اور دل ابھی اس کام پر آمادہ نہیں ہو رہا۔ ویسے سچ پوچھو تو اس نوجوان سے مل کر میرا امیر کازوق کی صلاحیتوں پر اعتقاد مزید بڑھ گیا ہے۔ یہ نوجوان اس کام کے لئے واقعی ایک بہترین انتخاب ہے"...... امیر اعطاف نے کہا۔

" آپ نے اس سے پوچھا تھا کہ وہ یہاں تک کیسے پہنچ گیا ہے"...... عبرینہ نے کہا۔

" اس سے پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ اسے دیکھتے ہی مجھے معلوم ہو گیا تھا اور اس سے اس کی بے پناہ ذہانت مجھ پر آشکار ہو گئی ہے"...... امیر اعطاف نے کہا۔

" کیا معلوم کیا آپ نے"...... عبرینہ نے بڑے اشتیاق بھرے لہجے میں پوچھا۔

" ہمارا ایک خاندانی وصف ہے کہ ہمارے خاندان کے مرد اور عورتوں کی آنکھیں گہری سبز ہوتی ہیں۔ عمران کو جب یہ معلوم ہوا اور اس کے ساتھ ہی اسے بتایا گیا کہ تمہارا انداز قدیم شاہی خاندان کی خواتین جیسا تھا تو اس نے مصر کی قدیم تاریخ کے ماہرین سے

معلومات حاصل کیں اور اسے معلوم ہو گیا کہ یہ خاندان یہاں آرزوق میں رہ رہا ہے اور میرا نام امیر اعطاف ہے۔ میری ایک ہی اکلوتی بیٹی ہے جس کا نام عبرینہ ہے تو وہ فوراً سمجھ گیا کہ عبرینہ ہی کشفہ کے نام سے پاکیشیا پہنچی تھی چنانچہ وہ اپنے ساتھیوں سمیت یہاں پہنچ گیا"...... امیر اعطاف نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" حیرت انگیز۔ امیر بابا۔ انتہائی حیرت انگیز۔ میں تو کبھی سوچ بھی نہ سکتی تھی کہ اس قدر معمولی بات سے یہ آدمی اس قدر درست نتیجہ نکال لے گا یہ واقعی بے پناہ ذہانت کا اظہار ہے"...... عبرینہ نے کہا تو امیر اعطاف بے اختیار مسکرا دیئے۔

" اس سے تم امیر کازوق کی دوربین نگاہوں کے بارے میں سوچ لو۔ امیر کازوق نے کبھی اس عمران سے ملاقات نہیں کی تھی۔ لیکن انہیں معلوم تھا کہ اگر یہ نوجوان آمادہ ہو گیا تو بلیک سکارب کامیاب نہیں ہو سکے گا"...... امیر اعطاف نے کہا۔

" اب پھر اسے آمادہ کیسے کیا جائے۔ امیر بابا"...... عبرینہ نے کہا۔

" جلد بازی کی ضرورت نہیں ہے بیٹی۔ یہ معاملات بے حد گہرے ہوتے ہیں۔ ان پر جلد بازی کا نتیجہ اچھا نہیں نکلتا۔ تمہیں معلوم ہے کہ شیطان لعین کے لئے بلیک سکارب کا دوبارہ زندہ ہونا کس قدر اہم معاملہ ہے اور ظاہر ہے عمران کی سوچ بھی درست ہے کہ ازل سے یہ کام ہوتا چلا آ رہا ہے اور قیامت تک ہوتا چلا جائے

گا۔ شیطان لعین کا تو کام ہی یہی ہے اور پھر عمران دنیادار آدمی ہے۔ اس کے ذہن میں یہ بات اپنے پورے سیاق و سباق کے ساتھ نہیں آ رہی کہ اس بلیک سکارب کے زندہ ہونے سے پوری دنیا کے مسلمانوں کو کیا خطرہ درپیش آ سکتا ہے۔ اس کی پوری زندگی جن کاموں میں گزری ہے اس لحاظ سے اگر اسے یہ بتایا جاتا کہ یہودی ایسا میزائل بنا رہے ہیں جو پاکیشیا کو تباہ کر سکتا ہے تو وہ پوری قوت سے اس میزائل کی تباہی کے درپے ہو جاتا لیکن بلیک سکارب مسلمانوں کو کیا نقصان پہنچا سکتا ہے یہ بات اس کے ذہن میں نہیں آ رہی"۔۔۔ امیر اعطاف نے کہا۔

"آپ اگر اجازت دیں تو میں ان سے خود مل لوں"۔۔۔ عبریہ نے کہا۔

"ہاں۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے"۔۔۔ امیر اعطاف نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی۔ دروازہ کھلا اور ایک ملازم مؤدبانہ انداز میں اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں فون پیس تھا۔

"قاہرہ سے نوروز کا فون ہے"۔۔۔ ملازم نے قریب آ کر بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے۔ تم جاؤ"۔۔۔ امیر اعطاف نے فون پیس لیتے ہوئے کہا تو ملازم سر جھکا کر مڑا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا۔ عبریہ خاموش بیٹھی ہوئی تھی۔ امیر اعطاف نے ملازم

کے باہر جاتے ہی فون کا بٹن آن کر دیا۔

"ہیلو۔ امیر اعطاف بول رہا ہوں"۔۔۔ امیر اعطاف نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

"نوروز بول رہا ہوں امیر اعطاف۔ قاہرہ سے"۔۔۔ دوسری طرف سے ایک مؤدبانہ مردانہ آواز سنائی دی۔ فون سے نکلنے والی آواز پورے کمرے میں سنائی دے رہی تھی۔ شاید امیر اعطاف نے عبریہ کی وجہ سے اس کا لاؤڈر کا بٹن آن کر دیا تھا کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ نوروز اور عبریہ دونوں شادی کرنے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ نوروز کا قاہرہ میں ایک کلب تھا لیکن یہ کلب شریف اور اعلیٰ طبقے کی آماجگاہ تھا۔ نوروز خود بھی ایک صالح اور سیدھا سادہ نوجوان تھا اور امیر اعطاف کے تحت خفیہ تنظیم کا سربراہ بھی تھا۔

"کوئی خاص بات"۔۔۔ امیر اعطاف نے کہا۔

"امیر اعطاف۔ آپ کے حکم پر میں نے فواد کی نگرانی کرائی تھی۔ مجھے اطلاع ملی کہ آپ کے شہر آرزوق میں پاکیشیا کی ایک ٹیم آ کر گرانڈ ہوٹل میں ٹھہری ہے۔ فواد کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے آرزوق میں اپنے خاص آدمی باسط کو حکم دیا کہ وہ اس پورے ہوٹل کو ہی میزائلوں سے اڑا دے تاکہ یہ پاکیشیائی ٹیم ہلاک ہو جائے۔ آپ کو تو معلوم ہے کہ آرزوق میں باسط کس قدر طاقتور آدمی ہے اور اس کا گروپ ایسے کاموں میں انتہائی مہارت رکھتا ہے اور اس پورے مصر میں فواد کی وجہ سے کوئی ہاتھ ڈالنے والا بھی نہیں ہے۔ یہ

اطلاع ملتے ہی میں اور تو کچھ نہیں کر سکا البتہ میں نے فوری طور پر گرانڈ ہوٹل میں اپنے ایک آدمی کو فون کر کے اس سے معلومات حاصل کیں تو مجھے بتایا گیا کہ یہ گروپ ایک کمرے میں موجود ہے اور یہ کمرہ علی عمران نام کے ایک آدمی کے نام بک ہے۔ میں نے اس کمرے کا براہ راست فون نمبر معلوم کیا اور وہاں فون کیا جسے علی عمران نے اٹینڈ کیا۔ میں نے اسے بتایا کہ میں قاہرہ سے نوروز بول رہا ہوں اور وہ فوراً اپنے ساتھیوں سمیت ہوٹل چھوڑ دے کیونکہ کسی بھی لمحے اس ہوٹل پر میزائلوں کا حملہ ہو سکتا ہے"..... نوروز نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ اوہ پھر کیا ہوا"..... امیر اعطاف نے انتہائی بے چین سے لہجے میں کہا۔ عبرینہ کے چہرے کے اعصاب بھی کھنچ سے گئے تھے۔

"اب مجھے تو معلوم نہیں ہے۔ آپ معلوم کرائیں۔ میں نے اسی لئے آپ کو فون کیا ہے۔ یہ اطلاع میں نے ایک گھنٹہ پہلے دی تھی۔ پھر میں آپ سے رابطہ کرنے کی کوشش کرتا رہا لیکن شاید آپ کے فون میں کوئی گڑبڑ تھی کہ ایک گھنٹہ بعد رابطہ ہوا ہے"..... نوروز نے کہا۔

"تم فواد سے معلوم کرو کہ اسے کیا اطلاع ملی ہے"..... امیر اعطاف نے کہا۔

"میں نے معلوم کیا ہے۔ ابھی چند لمحے پہلے فواد کی بات باسط

سے ہوئی ہے اور باسط نے اسے کامیابی کی نوید دی ہے۔ اس نے اسے بتایا ہے کہ یہ ٹارگٹ مکمل کر لیا گیا ہے"..... نوروز نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اس کا تو مطلب ہوا کہ یہ لوگ ہلاک کر دیئے گئے ہیں"..... امیر اعطاف نے کہا۔

"ہاں۔ بظاہر تو ایسا ہی لگتا ہے۔ شاید انہوں نے میری کال کو اہمیت ہی نہ دی ہو۔ بہرحال اصل حالات آپ وہاں سے آسانی سے معلوم کرا سکتے ہیں۔ مجھے مزید کوئی اطلاع ملی تو میں آپ کو دوبارہ کال کروں گا"..... نوروز نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں معلوم کراتا ہوں"..... امیر اعطاف نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے فون آف کر دیا۔

"کیا یہ لوگ ختم ہو گئے امیر بابا"..... عبرینہ نے خاصے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔

"میرا خیال ہے کہ جن سے پوری دنیا کے یہودی ڈرتے ہیں وہ اتنی آسانی سے تو ہلاک نہیں ہو سکتے۔ بہرحال انسان کے ساتھ تو کسی بھی وقت کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ اس لئے مجھے معلوم کرنا ہوگا"..... امیر اعطاف نے کہا اور فون کو آن کر کے اس نے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"لاؤڈر کا بٹن آن رکھیں امیر بابا"..... عبرینہ نے کہا تو امیر اعطاف نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"یس۔ چیف پولیس آفس"...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

"امیر اعطاف بول رہا ہوں۔ ڈپٹی پولیس آفیسر حیات مرجان سے بات کرائیں"...... امیر اعطاف نے کہا۔

"سر۔ وہ گرانڈ ہوٹل گئے ہیں۔ گرانڈ ہوٹل کو میزائلوں سے مکمل طور پر تباہ کر دیا گیا ہے۔ میں ان کے سپیشل فون کا نمبر بتا دیتا ہوں۔ آپ اس نمبر پر ان سے بات کر لیں"...... دوسری طرف سے کہا گیا تو سامنے بیٹھی ہوئی عبرینہ کا چہرہ تاریک سا پڑ گیا۔ امیر اعطاف کے چہرے پر بھی قدرے تشویش کے تاثرات ابھر آئے تھے۔ امیر اعطاف نے فون آف کر کے دوسری طرف سے بتائے گئے نمبروں کو پریس کر دیا۔

"ڈپٹی پولیس آفیسر حیات مرجان بول رہا ہوں"...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

"امیر اعطاف بول رہا ہوں حیات مرجان"...... امیر اعطاف نے اپنے مخصوص نرم لہجے میں کہا۔

"اوہ۔ آپ۔ فرمائیے کیا حکم ہے"...... حیات مرجان کا لہجہ یکلخت انتہائی نرم ہو گیا تھا۔

"مجھے تمہارے آفس سے ہی اطلاع ملی ہے کہ گرانڈ ہوٹل کو میزائلوں سے تباہ کر دیا گیا ہے۔ کیا ہوا ہے۔ وہ تو بے حد آباد ہوٹل ہے"...... امیر اعطاف نے کہا۔

"جی ہاں۔ آپ کو درست بتایا گیا ہے۔ چند نقاب پوشوں نے ہوٹل کو چاروں طرف سے گھیر کر بے شمار خوفناک میزائل فائر کیے جس سے پورا ہوٹل مکمل طور پر تباہ ہو گیا ہے۔ ملبہ اٹھایا جا رہا ہے۔ اب تک اٹھارہ سو افراد کی لاشیں ملبے سے ملی ہیں"...... حیات مرجان نے کہا۔

"کیا ان لاشوں میں ایشیائی لوگوں کی بھی لاشیں ہیں"...... امیر اعطاف نے کہا۔

"لاشیں بے حد کٹی پھٹی اور مسخ شدہ ہیں۔ اس لیے ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا"...... حیات مرجان نے مبہم سے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیا یہ معلوم ہوا ہے کہ یہ کن لوگوں کی حرکت ہے"...... امیر اعطاف نے کہا۔

"جی ہاں۔ ہوٹل کی سائیڈ میں ایک پارک سے دو لاشیں ملی ہیں جن کو گردن دبا کر ہلاک کیا گیا ہے۔ ان کے پاس میزائل گن موجود تھی۔ ان لوگوں کا تعلق یہاں کے ایک گینگسٹر باسط سے ہے لیکن باسط کا چونکہ قاہرہ میں بہت اثر و رسوخ ہے اس لئے اسے نظرانداز کیا جا رہا ہے اور یہ بات بھی میں آپ کو بتا رہا ہوں"...... حیات مرجان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"جب لاشوں کی پہچان ہو جائے تو مجھے فون پر بتا دینا۔ کیونکہ میرے ملنے والوں کا ایک گروپ جو کہ پاکیشیائی تھے اس ہوٹل میں

رہائش پذیر تھے۔ مجھے ان کی طرف سے بے حد فکر ہے"۔۔۔۔۔ امیر اعطاف نے کہا۔

"جناب۔ اگر یہ لوگ ہوٹل میں موجود تھے تو پھر لازماً ہلاک ہو گئے ہوں گے۔ کیونکہ اندر موجود ایک آدمی بھی بچ کر نہیں نکل سکا۔ ان پر حملہ اس قدر اچانک اور چاروں طرف سے کیا گیا ہے کہ کسی کے بچ نکلنے کا کوئی سکوپ ہی نہیں رہا"۔۔۔۔۔ خیات مرجان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اچھا اب تقدیر سے تو نہیں لڑا جا سکتا۔ اللہ حافظ"۔۔۔۔۔ امیر اعطاف نے کہا اور فون آف کر دیا۔

"تو یہ واقعی ہلاک ہو گئے۔ مجھے دلی طور پر بے حد دکھ ہوا ہے امیر بابا"۔۔۔۔۔ عبریہ نے انتہائی دکھ بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ لگتا تو ایسے ہی ہے کہ یہ لوگ ہلاک کر دیئے گئے ہیں"۔۔۔۔۔ امیر اعطاف نے بھی دکھ بھرے لہجے میں کہا۔

"امیر بابا۔ کیا آپ اس باسط سے ان لوگوں کا انتقام نہیں لے سکتے"۔۔۔۔۔ چند لمحوں کی خاموشی کے بعد عبریہ نے کہا۔

"میں کیسے کسی بدمعاش کے منہ آ سکتا ہوں۔ زیادہ سے زیادہ اسے سمجھا سکتا ہوں"۔۔۔۔۔ امیر اعطاف نے کہا۔

"ایسی بات نہیں امیر بابا۔ قاہرہ میں اعلیٰ ترین حکام سے آپ کے ذاتی تعلقات ہیں"۔۔۔۔۔ عبریہ نے کہا۔

"ہاں۔ ہیں تو سہی لیکن ان کا ثبوت کیا ہوگا"۔۔۔۔۔ امیر اعطاف

نے جواب دیا۔

"آپ اجازت دیں تو میں اس باسط سے بات کروں"۔۔۔۔۔ عبریہ نے کہا تو امیر اعطاف بے اختیار چونک پڑے۔

"تم۔ تم کیا کہو گی اس سے"۔۔۔۔۔ امیر اعطاف نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"اسے برا بھلا تو کہہ دوں گی"۔۔۔۔۔ عبریہ نے کہا تو امیر اعطاف اس کے جذبات پر بے اختیار ہنس پڑے۔

"ٹھیک ہے۔ میں خود بات کرتا ہوں اس سے"۔۔۔۔۔ امیر اعطاف نے کہا اور فون اٹھا کر اس نے اس کا بٹن آن کیا اور انکوائری کے نمبر پریس کر دیئے۔ لاؤڈر کا بٹن پہلے سے ہی آن تھا۔

"یس۔ انکوائری پلیز"۔۔۔۔۔ رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"بارساک ہوٹل کے باسط کا نمبر دیں"۔۔۔۔۔ امیر اعطاف نے کہا تو دوسری طرف سے نمبر بتا دیا گیا۔ امیر اعطاف نے فون آف کیا اور پھر اسے دوبارہ آن کر کے اس نے انکوائری کا بتایا ہوا نمبر پریس کر دیا۔

"بارساک ہوٹل"۔۔۔۔۔ رابطہ قائم ہوتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی لیکن لہجہ بے حد تشویش بھرا تھا۔

"امیر اعطاف بول رہا ہوں۔ باسط سے بات کراؤ"۔۔۔۔۔ امیر اعطاف نے کہا۔ چونکہ اس شہر میں امیر اعطاف اور اس کے

گھرانے کو سب جانتے تھے اس لئے انہوں نے اپنا نام لیا تھا۔

"اوہ۔ اوہ جناب۔ آپ۔ جناب آپ نے فون کرنے میں دیر کر دی ہے۔ ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ چیف باسط کو ان کے آفس میں ہلاک کر دیا گیا ہے۔ پولیس وہاں موجود ہے"..... دوسری طرف سے کہا گیا تو امیر اعطاف اور عبرینہ دونوں بے اختیار اچھل پڑے۔ ان دونوں کے چہروں پر انتہائی حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

"کیا کہہ رہے ہو۔ باسط کو ہلاک کر دیا گیا۔ کس نے ایسا کیا ہے"..... امیر اعطاف نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"جناب۔ کاؤنٹر مین نے اتنا بتایا ہے کہ دو مقامی افراد کاؤنٹر پر آئے۔ انہوں نے کہا کہ ان کا تعلق قاہرہ کے بلیک ڈائمنڈ گروپ سے ہے اور وہ چیف باسط کو ملنے آئے ہیں۔ کاؤنٹر مین نے فون کر کے چیف سے بات کی تو چیف نے ملاقات کی اجازت دے دی اور وہ دونوں چیف کے آفس میں چلے گئے۔ اس دوران دو بار چیف کی کال آئی جو چیف نے خود اٹنڈ کیں۔ پھر کچھ دیر بعد وہ دونوں آدمی دفتر سے باہر آئے اور انہوں نے باہر دروازے پر موجود دربان سے کہا کہ چیف کہہ رہے ہیں کہ انہیں ڈسٹرب نہ کیا جائے۔ پھر وہ دونوں واپس چلے گئے۔ اس کے کچھ دیر بعد جب ایک ضروری کال کے لئے چیف کو فون کیا گیا تو چیف نے کال اٹنڈ نہ کی جس پر ان کے دفتر میں آدمی بھیجا گیا تو پتہ چلا کہ وہ اپنے آفس

کے درمیان قالین پر چت پڑے ہوئے ہیں اور ان کی گردن دبا کر انہیں ہلاک کیا گیا ہے"..... دوسری طرف سے پوری تفصیل بتا دی گئی۔

"اوہ۔ ویری بیڈ"..... امیر اعطاف نے کہا اور فون آف کر دیا۔

"یہ کیسے ہو گیا امیر بابا۔ یہ کس نے کیا ہے۔ یہ باسط آسانی سے مرنے والا تو نہیں تھا۔ اسے تو آرزوق کا شیطان کہا جاتا تھا"..... عبرینہ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ میں جانتا ہوں۔ بڑا ہی خوفناک لڑاکا تھا یہ آدمی۔ دو آدمیوں کے بس کا روگ ہی نہیں تھا اور پھر باہر دربان بھی موجود تھا۔ اس کے باوجود اسے آسانی سے ہلاک کر دیا گیا۔ مگر یہ ہے عجیب بات کہ حیات مرجان نے بھی یہی بتایا تھا کہ میزائل بردار جن دو افراد کی لاشیں ہوٹل کی سائیڈ پارک سے ملی ہیں انہیں بھی گردن دبا کر ہلاک کیا گیا ہے اور باسط کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا ہے"..... امیر اعطاف نے کہا تو عبرینہ بے اختیار چونک پڑی۔

"آپ کی بات درست ہے امیر بابا۔ یہ ایک ہی گروپ کا کام لگتا ہے لیکن اب کیسے معلوم ہو گا کہ یہ پاکیشیائی زندہ ہیں یا نہیں"..... عبرینہ نے کہا۔

"ایک ذریعہ ہے تو سہی"..... امیر اعطاف نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد کہا تو عبرینہ بے اختیار اچھل پڑی۔

"کونسا ذریعہ امیر بابا"..... عبرینہ نے حیرت بھرے لہجے میں

کہا۔

"مجھے مراقبہ کرنا ہوگا"...... امیر اعطاف نے کہا۔

"لیکن اس سے تفصیلات تو معلوم نہیں ہوں گی"...... عبرینہ نے ڈھیلے لہجے میں کہا اور امیر اعطاف نے اثبات میں سر ہلا دیا لیکن اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی۔ درمیانی میز پر رکھے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو امیر اعطاف نے چونک کر ہاتھ بڑھایا۔ اس کے چہرے پر ایسے تاثرات تھے جیسے اسے محسوس ہو رہا ہو کہ کوئی نئی اطلاع ملنے والی ہے۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر فون اٹھایا اور اس کا بٹن آن کر دیا۔ لاؤڈر کا بٹن پہلے ہی پریسڈ تھا۔

"امیر اعطاف بول رہا ہوں"...... امیر اعطاف نے کہا۔

"السلام و علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ میں علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں"...... دوسری طرف سے انتہائی خوشگوار لہجے میں کہا گیا تو نہ صرف امیر اعطاف بلکہ سامنے بیٹھی ہوئی عبرینہ بھی بے اختیار اچھل پڑی۔

"اوہ۔ اوہ تم زندہ ہو۔ خدا کا شکر ہے"...... امیر اعطاف نے بے ساختہ لہجے میں کہا اور پھر سلام کا جواب دیا۔

"اس کا مطلب ہے کہ آپ کو رپورٹیں مل چکی ہیں"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"ہاں۔ مجھے اطلاع ملی تھی کہ ہوٹل گرانڈ کو میزائلوں سے تباہ کر دیا گیا ہے اور پھر بارساک ہوٹل کے باسط کی موت کی بھی اطلاع

ملی۔ مجھے تمہارے اور تمہارے ساتھیوں کے بارے میں بے حد تشویش تھی اور اس تشویش میں میری بیٹی عبرینہ جو قاہرہ سے واپس آ چکی ہے، بھی شامل تھی"...... امیر اعطاف نے کہا۔

"آپ دونوں کا بے حد شکریہ جناب۔ مجھے ہوٹل میں قاہرہ سے کسی نوروز کی کال ملی تھی جس کی وجہ سے ہم سب نے فوری ہوٹل چھوڑ دیا اور ہم بچ گئے۔ میں اس وقت قاہرہ سے ہی بول رہا ہوں۔ اس کارروائی کے بعد ہم فوری طور پر قاہرہ کے لئے روانہ ہو گئے تھے اور چارٹرڈ طیارے نے ہمیں قاہرہ میں ابھی پہنچایا ہے۔ میں نوروز صاحب سے خود ملنا چاہتا تھا۔ میرا خیال تھا کہ نوروز صاحب یقیناً کوئی ایسے صاحب ہیں جن کا تعلق آپ سے ہوگا۔ اس لئے میں نے آپ کو فون کیا ہے لیکن اب آپ کی بات سن کر مجھے یقین ہو گیا ہے کہ میرا خیال درست ہے"...... عمران نے کہا۔

"کیا باسط کو بھی تم نے ہلاک کیا ہے"...... امیر اعطاف نے پوچھا۔

"ہاں۔ اس شخص نے انتہائی بے رحمی سے کام لیتے ہوئے بھرے پرے ہوٹل کو تباہ کروا کر سینکڑوں افراد کو ہلاک کرایا ہے۔ ایسے آدمی انسان نہیں جانوروں سے بھی بدتر ہوتے ہیں۔ اس لئے مجھے اسے فوری طور پر سزا دینا پڑی"...... عمران نے اس بار سخت اور سرد لہجے میں کہا۔

"وہ آرزوق کا شیطان تھا۔ تم نے اچھا کیا کہ اس کا خاتمہ کر

دیا۔ نوروز واقعی میرا آدمی ہے۔ اس نے مجھے فون کر کے ابھی تھوڑی دیر پہلے اطلاع دی ہے کہ وہاں قاہرہ میں ایک آدمی فواد ہے۔ وہ بلیک سکارب کا آدمی ہے۔ نوروز کو میں نے کہا تھا کہ وہ فواد کی نگرانی کرے۔ اس نے اس نگرانی کے دوران جب یہ بات سنی کہ ہوٹل گرانڈ کو اس نے تباہ کرنے کا حکم دیا ہے تو اس نے تمہارے بارے میں ہوٹل کے ایک آدمی سے معلومات حاصل کر کے مجھے فون کیا اور اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر ہے کہ تم بچ گئے۔ وہ قاہرہ میں نوروز ہوٹل کا مالک ہے۔ تم اس سے مل سکتے ہو۔ میں اسے فون کر دیتا ہوں۔ وہ تمہارے ساتھ ہر لحاظ سے تعاون کرے گا“۔۔۔۔ امیر اعطاف نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ آپ کا بے حد شکریہ“۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

”لیکن عمران صاحب۔ آپ نے بلیک سکارب کے بارے میں کیا فیصلہ کیا ہے“۔۔۔ امیر اعطاف نے قدرے ہچکچاتے ہوئے انداز میں پوچھا۔

”امیر اعطاف۔ سچی بات تو یہ ہے کہ آپ سے ملاقات کے بعد میں کشمکش میں پڑ گیا تھا کہ ہم جیسے دنیا دار لوگ اس کام میں ہاتھ ڈالیں یا اسے صرف نیک بزرگوں کے لئے چھوڑ دیں لیکن جس بے رحمانہ انداز میں ہوٹل کو تباہ کیا گیا ہے اور ہزاروں افراد کو انتہائی سفاکی سے ہلاک کیا گیا ہے اور اس میں جس انداز سے بدمعاشوں اور گینگسٹرز کو استعمال کیا گیا ہے اس سے مجھے اس نتیجے پر پہنچنے میں

مدد ملی ہے کہ ہمارا انتخاب واقعی سوچ سمجھ کر کیا گیا ہے۔ یہ لوگ اگر اس قدر سفاکی اور بربریت سے کام لے رہے ہیں تو جب ان کے پاس شیطان کی بڑی طاقتیں آ جائیں گی تو پھر یہ واقعی مسلمانوں پر قیامت بن کر ٹوٹ پڑیں گے اور ایسے لوگوں کا خاتمہ صرف نیک بزرگوں کا کام نہیں ہے۔ یہ واقعی ہمارا کام ہے اور اب ہم نے فیصلہ کر لیا ہے کہ اس بلیک سکارب کو زندہ ہونے سے پہلے ہی دوبارہ دفن کر دیا جائے گا“۔۔۔ عمران نے بڑے پر جوش لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا تو امیر اعطاف کے چہرے پر یکلخت انتہائی مسرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

”لیکن اس کے لئے تم نے کیا لائحہ عمل بنایا ہے“۔۔۔ امیر اعطاف نے کہا۔

”فی الحال تو مجھے کچھ پتہ نہیں۔ واسطے سے معلوم ہوا تھا کہ یہاں قاہرہ میں کوئی فواد ہے جو یہاں کا کوئی بڑا گینگسٹر ہے۔ اس کے حکم پر اس نے ہوٹل پر حملہ کرایا تھا۔ آپ نے بھی خود یہ نام لیا ہے۔ اس لئے پہلے تو میں اس فواد سے نمٹوں گا پھر آگے سوچوں گا کہ کیا کیا جا سکتا ہے“۔۔۔ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”فواد وغیرہ غیر اہم لوگ ہیں عمران بیٹے۔ ایسا نہ ہو کہ تم ان لوگوں میں الجھ کر رہ جاؤ اور یہودی اپنا اصل مشن مکمل کر لیں“۔۔۔۔ امیر اعطاف نے کہا۔

”تو پھر آپ بتائیں کہ مجھے کیا لائحہ عمل اختیار کرنا چاہئے“۔

عمران نے کہا۔

" قاہرہ میں ایک آدمی ہے یعقوب آفندی۔ وہ انتہائی نیک آدمی ہے۔ اس کا پتہ میں بتا دیتا ہوں تم اس سے مل کر میرا نام لینا۔ اگر تم کہو تو میں عبرینہ کو تمہارے پاس بھیج دیتا ہوں۔ عبرینہ ان معاملات میں تمہاری بے حد مددگار ثابت ہو سکتی ہے۔ یعقوب آفندی اور ایسے دوسرے لوگ عبرینہ کو اچھی طرح جانتے ہیں اور پھر عبرینہ نے قدیم مصر پر بھی خاصی تحقیق اور ریسرچ کی ہوئی ہے"...... امیر اعطاف نے کہا۔

" لیکن ہمارا کام تو انتہائی جان جوکھوں کا ہوتا ہے امیر اعطاف۔ مس عبرینہ شاید ہمارے ساتھ نہ چل سکیں"...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" تم فکر مت کرو۔ یہ تمہارے ساتھ عملی طور پر ساتھ نہ دے سکے گی لیکن تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی فکری رہنمائی کر سکتی ہے"...... امیر اعطاف نے کہا۔

" ٹھیک ہے۔ آپ اسے نوروز کے پاس بھجوا دیں۔ میں خود نوروز سے ملنے کے بعد آگے کا لائحہ عمل طے کروں گا"...... عمران نے کہا۔

" ٹھیک ہے۔ میں بھجوا دیتا ہوں"...... امیر اعطاف نے کہا اور پھر عمران کی طرف سے اللہ حافظ کا سن کر اس نے بھی اللہ حافظ کہا اور فون بند کر دیا۔

" یہ تو واقعی بے حد تیز لوگ ہیں۔ نہ صرف یہ ہوٹل سے بچ نکلے بلکہ انہوں نے فوری طور پر باسط کو بھی ہلاک کر دیا اور اب قاہرہ بھی پہنچ گئے ہیں"...... عبرینہ نے کہا۔

" ہاں۔ اسی لئے تو میں کہتا تھا کہ امیر کا ذوق کا انتخاب غلط نہیں ہو سکتا۔ تم قاہرہ جا کر ان سے ملو اور ان کی رہنمائی کرو۔ مجھے یقین ہے کہ تم اپنی حفاظت کر لو گی"...... امیر اعطاف نے کہا۔

" بس آپ کی دعائیں مجھے چاہئیں۔ باقی میں خود ہی سب کچھ سنبھال لوں گی"...... عبرینہ نے کہا اور امیر اعطاف نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔

[illegible]

قاہرہ سے تقریباً تین سو کلومیٹر شمال مشرق میں ایک وسیع و عریض نیم پہاڑی علاقہ تھا جسے وادی شاہاں کہا جاتا تھا۔ یہ وادی شاہاں انتہائی وسیع رقبے میں پھیلی ہوئی تھی۔ یہاں مصر کے قدیم بادشاہوں کے محل اور جگہ جگہ ان کے چھوٹے بڑے معبد موجود تھے۔ وادی شاہاں کی حفاظت مصر کی حکومت باقاعدہ کرتی تھی کیونکہ مصر میں محکمہ آثار قدیمہ کو سب سے زیادہ اہمیت دی جاتی تھی اور محکمہ آثار قدیمہ کا ڈائریکٹر جنرل مصر کے حاکم اعلیٰ سے بھی زیادہ اختیارات رکھتا تھا۔ اس پوری وادی کے گرد باقاعدہ فوج موجود رہتی تھی اور ان کے لئے مستقل اڈے قائم کئے گئے تھے جبکہ وادی شاہاں میں داخل ہونے کا صرف ایک ہی راستہ رکھا گیا تھا اور یہاں باقاعدہ چیک پوسٹ تھی اور ساتھ ہی محکمہ آثار قدیمہ کا آفس تھا۔ اس آفس کا انچارج ڈپٹی ڈائریکٹر محکمہ آثار قدیمہ کہلاتا تھا۔ اس کا نام ابراہیم

کا شانی تھا۔ وادی شاہان میں آثار قدیمہ کے ماہرین ریسرچ سکالر اور سیاح آتے جاتے رہتے تھے اور انہیں باقاعدہ چیک پوسٹ پر اپنے نام و پتے لکھوانے کے ساتھ ساتھ تلاشی دینا پڑتی تھی۔ پھر انہیں باقاعدہ سرکاری اجازت نامہ جاری کیا جاتا تھا۔ وادی شاہان کے اندر رات گزارنے کی اجازت نہ تھی البتہ ایسے لوگوں کے لئے جو وہاں کچھ دنوں تک رہنا چاہتے تھے گیٹ کے اندر کی طرف حکومت نے ایک وسیع و عریض مہمان خانہ بنایا ہوا تھا جہاں رہائش اور کھانے پینے کا اعلیٰ انتظام تھا البتہ اگر ریسرچ سکالر ریسرچ کے سلسلہ میں طویل کام کرنا چاہیں تو پھر انہیں خصوصی طور پر وہاں رہائش کے لئے اجازت نامے دیئے جاتے تھے اور وہ وہاں کیمپس لگا کر رہ سکتے تھے البتہ واپسی پر ان سب کی انتہائی سخت چیکنگ اور تلاشی لی جاتی تھی تاکہ وہ وادی شاہاں سے کوئی قیمتی نوادر ساتھ نہ لے جائیں۔ یہاں سے ملنے والے تمام نوادرات حکومت مصر کی ملکیت میں دیئے جاتے تھے۔ اس لئے یہ سب انتظامات موجود تھے۔ چیک پوسٹ کی طرف جانے والی سڑک پر اس وقت دو بڑی جیپیں حرکت میں تھیں۔ آگے والی جیپ کی سائیڈ سیٹ پر بوڑھا امیر میروم موجود تھا جبکہ ڈرائیونگ سیٹ پر اس کا خاص آدمی دارپوش موجود تھا۔ عقبی سیٹوں پر چار افراد بیٹھے ہوئے تھے جبکہ دوسری جیپ میں ایک ڈرائیور تھا اور باقی جگہ پر سامان کے تھیلے اور کیمپ وغیرہ لدے ہوئے تھے۔ [illegible]

"کیا چیک پوسٹ پر بات ہو چکی ہے وارپوش"...... اچانک امیر میروم نے ڈرائیور سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یس آقا۔ ہمیں نہ روکا جائے گا اور نہ ہی ہماری تلاشی لی جائے گی اور اجازت نامے وہاں تیار ہوں گے"...... وارپوش نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا اور امیر میروم نے اطمینان بھرے انداز میں سر ہلا دیا۔ تھوڑی دیر بعد دونوں جیپیں چیک پوسٹ کے سامنے جا کر رک گئیں اور وارپوش نیچے اتر کر تیز تیز قدم بڑھاتا چیک پوسٹ کے اندر چلا گیا۔ امیر میروم خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وارپوش واپس آ گیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک خاکی رنگ کا بڑا سا لفافہ تھا۔ اس نے لفافہ ڈیش بورڈ پر رکھا اور پھر خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ سامنے موجود رکاوٹ ہٹا دی گئی تھی۔ اس لئے دونوں جیپیں چند لمحوں بعد ہی وادی شاہان میں داخل ہو گئیں۔

"تمہیں معلوم ہے کہ ہم نے کہاں جا کر کیمپ لگانے ہیں"...... امیر میروم نے وارپوش سے کہا۔

"یس آقا"...... وارپوش نے جواب دیا اور امیر میروم ایک بار پھر اثبات میں سر ہلا کر خاموش ہو گیا۔ جیپوں کو وادی شاہان میں سفر کرتے ہوئے تقریباً ایک گھنٹہ گزر گیا اور پھر دو پہاڑیوں کے درمیان ایک جگہ وارپوش نے جیپ روک دی۔ اس کے پیچھے دوسری جیپ بھی رک گئی۔

"یہی جگہ آپ نے بتائی تھی آقا"...... وارپوش نے کہا۔

"ہاں۔ کیمپ ہم نے یہیں لگانے ہیں"...... امیر میروم نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ جیپ سے نیچے اتر آیا۔ اس کے نیچے اترتے ہی وارپوش اور باقی تمام افراد بھی نیچے اتر آئے۔

"آقا۔ اصل کام کہاں ہونا ہے"...... وارپوش نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"ادھر مغرب کی طرف۔ آؤ میرے ساتھ"...... پہلے ہم چیک کر لیں۔ پھر کیمپ لگائیں گے"...... امیر میروم نے کہا اور آگے بڑھنے لگا۔ وارپوش نے باقی افراد کو وہیں رکنے کے لئے کہا اور خود مؤدبانہ انداز میں امیر میروم کے پیچھے چلنے لگا۔ تھوڑی دور جانے کے بعد امیر میروم مڑا اور پھر وہ مغرب کی طرف بڑھا۔ کچھ آگے بڑھنے کے بعد وہ ایک جگہ رک گیا اور غور سے ساتھ ملی ہوئی ایک دوسری چھوٹی پہاڑی کی طرف دیکھنے لگا۔ دونوں پہاڑیوں کے درمیان صرف پچاس ساٹھ فٹ کا فاصلہ تھا۔ اچانک امیر میروم کے چہرے پر مسرت کے تاثرات ابھر آئے۔ کیونکہ دوسری پہاڑی کی ایک چھوٹی سی کھوہ میں موجود الو وں کے ایک جوڑے کی موجودگی اس نے چیک کر لی تھی۔

"ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان جو جگہ ہے وہاں کھدائی کی جائے"...... امیر میروم نے ہاتھ اٹھا کر نیچے گہرائی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے جناب۔ میں قریب ہی کسی جگہ پر کیمپ لگواتا ہوں"...... دار پوش نے جواب دیا لیکن اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی اچانک کھوہ میں موجود الو پھڑک کر باہر نکلے اور دوسرے لمحے جس طرح عقاب اپنے شکار پر جھپٹتا ہے اس طرح یہ الو بھی بجلی کی سی تیزی سے اڑتے ہوئے سیدھے امیر میروم کے چہرے سے آ ٹکرائے اور امیر میروم چیختا ہوا اچھل کر نیچے گرا اور پھر تیزی سے رواں ہوتا ہوا نیچے گرنے لگا تو دار پوش نے بجلی کی سی تیزی سے جھک کر اس کا بازو پکڑا اور ایک جھٹکے سے اس نے امیر میروم کو سیدھا کیا ہی تھا کہ اوپر اڑنے والے الو ایک بار پھر کربناک انداز میں چیختے ہوئے اس پر جھپٹ پڑے اور امیر میروم نے اپنا چہرہ بچانے کے لئے اپنا ایک ہاتھ چہرے پر رکھ لیا۔ اسی لمحے دار پوش نے جیب سے مشین پسٹل نکالا اور دوسرے لمحے فضا ریٹ ریٹ کی آوازوں سے گونج اٹھی اور اس کے ساتھ ہی ہوا میں اڑتے اور امیر میروم پر مسلسل جھپٹتے ہوئے دونوں الو کربناک انداز میں چیختے ہوئے نیچے گہرائی میں جا گرے۔

"اوہ۔ اوہ۔ یہ کیا کیا تم نے"...... امیر میروم نے یکلخت سیدھا ہو کر چیختے ہوئے کہا۔ اس کے لہجے میں شدید غصہ تھا۔

"یہ آپ کی آنکھیں نکالنا چاہتے تھے اور آپ یہاں سے نیچے بھی گر سکتے تھے۔ اس لئے مجھے انہیں ہلاک کرنا پڑا"...... دار پوش نے مشین پسٹل کو واپس جیب میں ڈالتے ہوئے کہا۔

"تم نے اپنے طور پر جو کیا ٹھیک کیا ہے لیکن اب ہمیں واپس جانا ہوگا"...... امیر میروم نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"کیوں آقا"...... دار پوش نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"اس لئے کہ ان دونوں الوؤں کا خون اس جگہ پر گرا ہے جہاں کھدائی ہوتی ہے اور جہاں ایسا ہو وہاں کامیابی نہیں مل سکتی۔ اب ہمیں ایک ہفتے بعد دوبارہ آنا ہوگا"...... امیر میروم نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا اور دار پوش حیرت بھرے انداز میں کندھے اچکا کر رہ گیا۔

"تم نے اب یہ جگہ تو اچھی طرح دیکھ لی ہے۔ تم اسے بھولو گے تو نہیں"...... امیر میروم نے واپس مڑتے ہوئے کہا۔

"نہیں آقا۔ ویسے اگر آپ اجازت دیں تو میں یہاں کھدائی کر کے آپ کو اطلاع دے دوں۔ پھر آپ یہاں تشریف لے آئیں"...... دار پوش نے کہا۔

"جو کچھ میں جانتا ہوں دار پوش۔ تم نہیں جانتے۔ ان الوؤں نے اس انداز میں مجھ پر حملہ عام حالات میں نہیں کیا۔ ظاہر ہے الو اس انداز میں حملہ نہیں کرتے۔ ہم جو کچھ کرنا چاہتے ہیں اس کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کی جا رہی ہیں اور یہ مجھے معلوم ہے کہ اب ہم یہاں لاکھ کھدائی کر لیں یہاں سے کچھ برآمد نہیں ہوگا۔ لیکن ایک ہفتے بعد ان الوؤں کے خون کے اثرات ختم ہو جائیں گے۔ اس

کے بعد یہاں کھدائی کر کے ہم وہ کنواں تلاش کر سکتے ہیں ورنہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہاں مشینری تباہ ہو جائے اور ہمارے آدمی بھی ہلاک ہو جائیں۔ ایک ہفتہ گزرتے دیر نہیں لگے گی لیکن پھر ہم اطمینان سے اپنا کام کر سکیں گے"..... امیر میروم نے کہا تو دار پوش نے اس بار اثبات میں سر ہلا دیا۔ تھوڑی دیر بعد دونوں جیپیں ایک بار پھر چیک پوسٹ کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔

"تم نے مجھے قندوز میں ڈراپ کرنا ہے۔ جبکہ تم اپنے ساتھیوں سمیت قاہرہ چلے جانا"..... امیر میروم نے کہا۔

"حکم کی تعمیل ہو گی آقا۔ دار پوش نے جواب دیا۔ قندوز، قاہرہ اور وادی شاہاں کے درمیان ایک چھوٹا سا شہر تھا جہاں امیر میروم کی ایک حویلی اور ملازمین موجود تھے۔ امیر میروم زیادہ عرصہ قاہرہ میں اپنی حویلی میں ہی گزارتا تھا لیکن کبھی کبھی وہ کافی طویل عرصہ قندوز میں بھی گزار لیتا تھا اور پھر تقریباً ڈھائی گھنٹوں کے طویل سفر کے بعد جیپیں قندوز شہر کے ایک کونے میں بنی ہوئی ایک قدیم طرز کی حویلی کے بڑے گیٹ کے سامنے رک گئیں وہاں موجود مسلح دربانوں نے امیر میروم کو دیکھتے ہی تیزی سے پھاٹک کھول دیا اور دار پوش جیپ اندر لے گیا اور برآمدے کے سامنے جا کر اس نے جیپ روک دی۔

"میں تمہیں فون کر کے خود بلوا لوں گا۔ اب تم جا سکتے ہو"..... امیر میروم نے جیپ سے نیچے اترتے ہوئے کہا اور پھر سیڑھیاں

چڑھتا ہوا اوپر برآمدے میں پہنچا اور تھوڑی دیر بعد وہ ایک بڑے کمرے میں داخل ہوا۔ کمرے میں فرش پر دری بچھی ہوئی تھی جس کا رنگ سیاہ تھا اور اس پر سفید رنگ کے چھوٹے چھوٹے دائرے بنے ہوئے تھے۔ ایک طرف لوہے کی ایک بڑی سی الماری موجود تھی جس پر بھی اسی طرح کے سفید دائرے بنے ہوئے تھے۔ دری کے درمیان ایک آرام کرسی موجود تھی۔ کیزا امیر میروم اس کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس نے جیب سے ایک چھوٹا سا باکس نکالا۔ اسے کھول کر اس میں سے ایک سیاہ شیشوں والی عینک نکال کر اس نے اپنی آنکھوں پر لگا لی اور خالی باکس اس نے واپس جیب میں رکھ کر اس نے کرسی کے بازو پر موجود بٹنوں کے ایک چھوٹے سے پینل کے آخر میں موجود سرخ رنگ کا بٹن پریس کر دیا۔ بٹن پریس ہوتے ہی سامنے دیوار پر یکلخت اس قدر تیز روشنی چمکی جیسے ایٹم بم پھٹ پڑا ہو۔ لیکن پھر یہ روشنی آہستہ آہستہ مدھم پڑتی چلی گئی اور تھوڑی دیر بعد یہ روشنی اس قدر مدھم پڑ گئی کہ اسے عام انسانی نظر سے باآسانی دیکھا جا سکتا تھا۔ امیر میروم نے عینک اتار کر اسے باکس میں رکھے بغیر ویسے ہی جیب میں رکھ لیا۔ اس تیز روشنی سے بچنے کے لئے اس نے یہ عینک پہنی تھی ورنہ یہ روشنی واقعی اس قدر تیز تھی کہ اگر امیر میروم نے حفاظتی طور پر یہ سیاہ شیشوں والی عینک نہ پہنی ہوتی تو یقیناً وہ اس تیز اور چکا چوند کر دینے والی روشنی سے اندھا ہو چکا ہوتا۔ اب امیر میروم کی نظریں اس دیوار پر جمی ہوئی تھیں جہاں روشنی نے باقاعدہ ایک

چوکھٹے کی شکل اختیار کر لی تھی۔

چند لمحوں بعد یہ روشنی نیچے فرش کی طرف اترنے لگی۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے روشنی کسی لیمپ سے نکل کر دیوار پر پڑ رہی ہو اور اس لیمپ کو آہستہ آہستہ نیچے کی طرف جھکایا جا رہا ہو۔ پھر یہ روشنی دیوار سے فرش پر پہنچ گئی اور اس کے ساتھ ہی یکلخت روشنی ایک ہیولے میں تبدیل ہو گئی۔ چند لمحوں بعد یہ ہیولا ایک بوڑھے آدمی کے روپ میں امیر میروم کی کرسی کے سامنے کھڑا تھا۔ اس کے جسم پر قدیم مصری لباس تھا اور سر پر اس نے قدیم مصری انداز کی پگڑی باندھ رکھی تھی۔ اس کا رنگ گہرا سیاہ تھا البتہ آنکھوں میں تیز سرخی تھی۔

"کیوں بلایا ہے مجھے امیر میروم"..... اس بوڑھے کے منہ سے خرخراہٹ بھری آواز ابھری۔

"میرے سامنے آرام سے بیٹھ جاؤ باشورا۔ میں نے تم سے تفصیل سے بات کرنی ہے"..... امیر میروم نے سرد اور کرخت لہجے میں کہا تو وہ بوڑھا اس کے سامنے دری پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا۔

"وادی شاہاں میں خفیہ کنواں ہے۔ اس کے اوپر پہاڑی کھوہ میں رہنے والے دو الوؤں نے مجھ پر حملہ کیوں کیا تھا"..... امیر میروم نے پہلے کی طرح سرد لہجے میں کہا۔

"اس لئے امیر میروم کہ تم ناکام ہو جاؤ"..... باشورا نے مختصر سا جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیا یہ دونوں الو نیکی کی طاقت کے تابع تھے"..... امیر میروم کے لہجے میں حیرت تھی۔

"نہیں"..... ماشورا نے ایک بار پھر مختصر سا جواب دیا۔

"پھر کیوں مجھے روکنے کی کوشش کی گئی۔ بولو۔ جواب دو"..... امیر میروم نے اس بار غضبناک لہجے میں کہا۔

"اس لئے امیر میروم کہ امیر کاکیش کا یہ حکم تھا"..... ماشورا نے جواب دیا تو امیر میروم یکلخت اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے چہرے پر یکلخت انتہائی حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

"کیا کہہ رہے ہو۔ یہ کیسے ممکن ہے"..... امیر میروم نے چیخ کر کہا۔

"بیٹھ جاؤ امیر میروم۔ تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ ماشورا بہت کچھ جانتا ہے۔ وہ بھی جو امیر کاکیش بھی نہیں جانتا۔ تمہیں معلوم ہے کہ ماشورا شیطان کا رازدار ہے"..... اس بار ماشورا نے قدرے سخت لہجے میں کہا تو امیر میروم کرسی پر بیٹھ گیا۔

"تم نے امیر کاکیش کو بتایا تھا کہ تم نے وہ جگہ معلوم کر لی ہے جہاں بلیک سکارب کا سیاہ بھنورا موجود ہے اور یہ جگہ وادی شاہاں میں ہے۔ یہ بات تم نے اب معلوم کی ہے جبکہ شیطان نے یہ بات بہت پہلے امیر کاکیش کو بتا دی تھی لیکن امیر کاکیش نہیں چاہتا کہ بلیک سکارب دوبارہ زندہ ہو سکے"..... بوڑھے ماشورا نے کہا۔

"کیوں"..... امیر میروم کے چہرے پر ایسے تاثرات تھے جیسے

بوڑھا ماشورا کے الفاظ اس کے ذہن پر ہتھوڑے برسا رہے ہوں۔

"اس لئے کہ اسے معلوم ہے کہ ابھی بلیک سکارب کے زندہ ہونے کا وقت نہیں آیا۔ اگر وقت سے پہلے اسے زندہ کر دیا گیا تو پھر ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ وہ قیامت تک کے لئے ختم ہو جائے اور دوبارہ کبھی زندہ نہ ہو سکے"۔۔۔۔ ماشورا نے جواب دیا۔

"تو پھر وہ وقت کب آئے گا"۔۔۔۔ امیر میروم نے چونک کر کہا۔

"ایک ہفتے بعد"۔۔۔۔ ماشورا نے جواب دیا تو امیر میروم چونک پڑا۔

"اوہ۔ تو اسی لئے یہ سب کچھ کیا گیا ہے"۔۔۔۔ امیر میروم نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ اگر دونوں الو تم پر ان انداز میں حملہ نہ کرتے اور تمہارا نائب دارنوش انہیں ہلاک نہ کرتا تو تم ایک ہفتے سے پہلے بلیک سکارب کو کنویں سے باہر نکال لیتے۔ نتیجہ یہ کہ اس کے ہمیشہ کے لئے خاتمے کا سبب بن جاتے۔ اب جب ایک ہفتے بعد بلیک سکارب زندہ ہوگا تو پھر ایسا نہیں ہوگا بشرطیکہ تم نے مزید ایک ہفتے تک اس کی حفاظت کی تو"۔۔۔۔ ماشورا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"مزید حفاظت۔ کیا مطلب۔ میں سمجھا نہیں تمہاری بات"۔۔۔۔ امیر میروم نے ایک بار پھر چونکتے ہوئے کہا۔

"روشنی کی طاقتیں بلیک سکارب کے خلاف حرکت میں آ چکی

ہیں۔ گو اس وقت اس جیسی عظیم طاقتیں موجود نہیں ہیں جیسی اس وقت موجود تھیں جنہوں نے بلیک سکارب کو کنویں میں دفن کر دیا تھا لیکن اب بھی روشنی کی طاقتیں بہرحال اسے ہر حالت میں ہمیشہ کے لئے ختم کرنا چاہتی ہیں۔ کیونکہ بلیک سکارب مسلمانوں کو بے حد نقصان پہنچانے کا موجب بن سکتا ہے۔ وہ طاقتیں اس نئے فتنے کی فوری اور ہمیشہ کے لئے سرکوبی کرنے کی خواہش مند ہیں اور اس کے لئے انہوں نے جس شخص کا انتخاب کیا ہے وہ ایک عام دنیادار آدمی ہے۔ لیکن یہ وہ آدمی ہے جس نے بے شمار بار شیطان اور اس کے درباریوں کو شکست دی ہے۔ یہ اپنی وضع کا منفرد آدمی ہے جو ہے تو دنیادار، لیکن اپنے صالح کردار، بے پناہ سخاوت، اپنی ماں کی فرمانبرداری اور اپنی بے مثال ذہانت کی وجہ سے وہ بلیک سکارب کا خاتمہ کر دینے میں کامیاب ہو سکتا ہے لیکن ایسا صرف ایک ہفتے میں ہو سکتا ہے۔ اگر بلیک سکارب کے باہر آنے کے سات یوم کے اندر اس کا خاتمہ نہ کیا گیا تو پھر ایسا کرنا تقریباً ناممکن ہو جائے گا۔ پھر بلیک سکارب بہرحال طویل عرصے تک نہ صرف قائم رہے گا بلکہ مسلمانوں کے خلاف کام بھی کرے گا۔ اس لئے اس کے باہر آنے کے بعد سات یوم تک اس کی انتہائی حفاظت بے حد ضروری ہے"۔۔۔۔ ماشورا نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"تو پھر مجھے کیا کرنا چاہئے۔ تم بتاؤ"۔۔۔۔ امیر میروم نے کہا۔

"تم اس صندوقچی کو لے کر قاہرہ چلے جانا اور وہاں امیر کا کیش

کے پاس سات یوم گزار دینا۔ تم دونوں کی موجودگی کی وجہ سے امید ہے کہ وہ آدمی جس کا اس سلسلے میں روشنی کی طاقتوں نے انتخاب کیا ہے اور وہ اس وقت قاہرہ پہنچ چکا ہے اور وہ وہاں کسی بھی طرح بلیک سکارب کے خاتمے کی کوشش نہیں کر سکے گا"...... ماشورا نے جواب دیا۔

" یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ کامیاب ہو سکے"...... امیر میروم نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

" بظاہر واقعی ایسا ممکن نہیں ہے۔ آپ اور امیر کاکیش دونوں کو شیطان کی پشت پناہی حاصل ہے اور شیطان بھی چاہتا ہے کہ بلیک سکارب کو زندہ کر کے پوری دنیا سے مسلمانوں کا خاتمہ کر دے۔ اس لئے اس کی پوری طاقتیں آپ دونوں کی پشت پر ہیں لیکن اس کے باوجود میں نے بتایا ہے کہ اس آدمی کی بے پناہ ذہانت نے کئی بار شیطان اور اس کے بڑے بڑے درباریوں کو شکست دی ہے۔ اس لئے تو میں نے آپ سے کہا ہے کہ آپ اس صندوقچی کو لے کر امیر کاکیش کے پاس پہنچ جائیں۔ پھر آپ نے سات روز تک اس کی حفاظت کرنی ہے۔ پھر یہ شخص کچھ نہ کر سکے گا"...... ماشورا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" اس شخص کا نام کیا ہے۔ کیا تم اسے میرے سامنے لا سکتے ہو تاکہ میں اسے دیکھتے ہی پہچان لوں"...... امیر میروم نے کہا۔

" اس کا نام عمران ہے اور چونکہ وہ روشنی کا آدمی ہے اس لئے

میں اسے آپ کے سامنے لانے کی طاقت نہیں رکھتا۔ البتہ اس کا حلیہ بتا سکتا ہوں لیکن وہ چونکہ حلیے بدلنے کا ماہر ہے اس لئے حلیہ بتانے کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہے"...... ماشورا نے کہا۔

" اس کے پاس کس قسم کے ہتھیار ہو سکتے ہیں۔ مادی یا غیر مادی"...... امیر میروم نے کہا تو ماشورا بے اختیار ہنس پڑا۔

" جیسا آپ سوچ رہے ہیں ویسا وہ نہیں ہے۔ وہ بظاہر ایک عام سا نوجوان ہے۔ مسخرہ ہے، مزاحیہ باتیں کرتا ہے لیکن حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ وہ انتہائی ذہین، بے حد فعال اور انتہائی عیار آدمی ہے۔ وہ بارودی ہتھیار استعمال کرتا ہے لیکن اگر وہ چاہے تو چند لمحوں میں مخالف کی گردن ہاتھوں سے بھی توڑ سکتا ہے"...... ماشورا نے کہا۔

" کیا اسے پھانسنے کے لئے کوئی جال نہیں بچھایا جا سکتا۔ مثلاً اسے بے پناہ دولت دی جائے۔ انتہائی حسین لڑکیاں اسے گھیر لیں"...... امیر میروم نے کہا تو ماشورا ایک بار پھر ہنس پڑا۔

" نہیں امیر میروم۔ اگر ایسا ہو سکتا تو اب تک وہ لاکھوں بار ہلاک ہو چکا ہوتا۔ جہاں تک دولت کا تعلق ہے تو میں نے آپ کو بتایا ہے کہ وہ سخاوت میں بے مثال ہے اور جو کچھ ہوتا ہے وہ تو خود دولت دوسروں میں بانٹتا ہے۔ اسے دولت کی ہوس کیا ہو سکتی ہے۔ دولت کی ہوس تو بخیل کو ہوتی ہے اور جہاں تک حسین لڑکیوں کا تعلق ہے تو میں نے آپ کو بتایا ہے کہ وہ انتہائی صالح اور بے حد

مضبوط کردار کا آدمی ہے"۔۔۔ ماشورا نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"کیا مکروفریب سے اسے اس کنوئیں میں بند نہیں کیا جا سکتا"۔۔۔۔۔ امیر میزوم نے کہا۔

"ہاں۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ مکروفریب کا جال پھیلایا جائے لیکن یہ مکروفریب کا جال اس کا اپنا بن کر ہی بچھایا جا سکتا ہے"۔۔۔ ماشورا نے کہا تو امیر میزوم کی آنکھوں میں چمک نمودار ہوئی۔

"کیسے۔ تم کوئی حل سوچو۔ تم شیطان کے رازدار ہو۔ کوئی ایسا شیطانی کھیل کھیلو کہ یہ بے بس ہو کر ہلاک ہو جائے"۔۔۔۔۔ امیر میزوم نے اشتیاق آمیز لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ میں ایسا جال بن سکتا ہوں۔ میں ماشورا ہوں۔ شیطان کا رازدار"۔۔۔۔ ماشورا نے بڑبڑاتے ہوئے سے انداز میں کہا اور امیر میزوم نے بھی مسرت بھرے انداز میں سر ہلا دیا۔

آفس کے انداز میں سجائے گئے کمرے میں بڑی سی آفس ٹیبل کے پیچھے ریوالونگ کرسی پر فواد موجود تھا۔ میز پر مختلف رنگوں کے فون سیٹ موجود تھے۔ فواد کو قاہرہ کا کنگ کہا جاتا تھا۔ اعلیٰ حکام سے لے کر عوام الناس تک اس کے نام اور کارناموں سے اچھی طرح واقف تھے۔ عملی طور پر سوائے رپورٹیں لینے اور احکامات دینے کے علاوہ اور کچھ نہ کرتا تھا لیکن اس کے باوجود پورے مصر میں اس کی بے نام حکومت قائم تھی۔ بڑے بڑے حاکم حتیٰ کہ مصر کا پرائم منسٹر بھی اس کے نام سے خوف کھاتا تھا۔ اسی طرح بڑے سے بڑا بدمعاش اور گینگسٹر بھی اس کا نام سنتے ہی خوف سے کانپنے لگ جاتا تھا کیونکہ فواد بے حد سفاک فطرت آدمی تھا۔ وہ سینکڑوں افراد کو اس طرح ہلاک کر دیتا تھا جیسے وہ سرے سے انسان ہی نہ ہوں۔ اس کے نقطہ نظر سے بچوں، بوڑھوں اور عورتوں پر رحم کھانا کمزوری کی

دلیل تھی۔ وہ اپنے احکامات کے نفاذ میں بھی بے حد سخت تھا۔ اس کی تنظیم خفیہ تھی لیکن اس کے باوجود اس کی تنظیم کا نام ہر جگہ موجود تھا۔ اس کی تنظیم کا نشان قدیم دور کا ایک جلاد تھا جس کے ہاتھ میں چوڑے پھل والی تلوار تھی۔ جہاں بھی کوئی ہلاک ہوتا تھا تو یہی نشان اس کے سینے پر موجود پایا جاتا تھا۔ اس لئے عوام الناس تو کیا سب ہی اسے جلاد کے نام سے پکارتے تھے۔ جس آفس میں وہ بیٹھتا تھا اور جس عمارت میں اس کا آفس تھا اس کی حفاظت سائنسی طور پر اور گارڈز کی مدد سے اس انداز میں کی جاتی تھی جیسے وہ دنیا کا سب سے قیمتی انسان ہو۔ اس کے آفس میں داخلہ اس کے معتمد ترین ساتھیوں کے علاوہ اور کسی کا نہ ہو سکتا تھا۔ ان معتمد ترین ساتھیوں کا بھی آفس تک پہنچتے پہنچتے سینکڑوں بار سائنسی تجزیہ ہوتا تھا حتیٰ کہ ان کے جسموں میں ہڈیوں کی ساخت کا بھی تجزیہ کیا جاتا تھا تاکہ کوئی غلط آدمی کسی میک اپ کی بنا پر آفس میں داخل نہ ہو جائے۔ اسی طرح فون کالز اس آفس تک پہنچنے سے پہلے باقاعدہ چیک ہوتی تھیں۔ فواد کرسی پر بیٹھا ایک فائل کو پڑھنے میں مصروف تھا کہ سفید رنگ کے فون کی مترنم گھنٹی بج اٹھی تو فواد نے چونک کر فون کی طرف دیکھا۔ فون کے نچلے حصے پر سرخ رنگ کے الفاظ مسلسل جل رہے تھے اور یہ الفاظ تھے امیر کاکیشن۔ اس کا مطلب تھا کہ کال امیر کاکیشن کی طرف سے کی جا رہی ہے۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"فواد بول رہا ہوں"..... فواد نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"امیر کاکیشن بات کر رہا ہوں فواد"..... دوسری طرف سے امیر کاکیشن کی قدرے بھاری اور سخت آواز سنائی دی۔

"فرمایئے آقا۔ حکم دیجئے"..... فواد نے لہجے کو یکلخت نرم کرتے ہوئے کہا۔ کیونکہ اسے معلوم تھا کہ امیر کاکیشن شیطانی صلاحیتوں کا حامل آدمی ہے اور اگر وہ اس سے ناراض ہو گیا تو وہ اپنی تابع شیطانی قوتوں کی مدد سے ہی اسے ہلاک کر سکتا ہے اور دوسری بات یہ کہ امیر کاکیشن جس پلان بلیک سکارپ پر عمل کر رہا تھا۔ اگر وہ اس میں کامیاب ہو جاتا تو فواد حقیقتاً پورے افریقہ کا بادشاہ بن سکتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ امیر کاکیشن کے سامنے اس کا لہجہ نرم ہو گیا تھا ورنہ وہ ایسا آدمی تھا جو مصر کے پرائم منسٹر سے بھی اکڑ کر بات کرنے کا عادی تھا۔

"ان پاکیشیائی ایجنٹوں کا کیا ہوا جو آرزوق میں موجود تھے"..... امیر کاکیشن نے پوچھا۔

"ان کے ہوٹل کو میزائلوں سے مکمل طور پر تباہ کر دیا گیا ہے۔ ان کی لاشیں پولیس نے لاوارث قرار دے کر دفنا دی ہوں گی"..... فواد نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیا تم نے چیک کر لیا ہے"..... امیر کاکیشن نے ایسے لہجے میں کہا کہ فواد بے اختیار چونک پڑا۔ اس کے چہرے پر ایک لمحے کے لئے غصے کا الاؤ سا جل اٹھا تھا کیونکہ ایسے الفاظ میں بات

کرنے کی جرات آج تک کسی کو نہ ہوئی تھی لیکن چونکہ یہ بات
کرنے والا امیر کاکیش تھا اس لئے فواد نے اپنے غصے پر فوراً ہی
کنٹرول کر لیا۔

"بالکل آقا۔ میں نے چیک کر لیا ہے۔ یہ کام آرزوق میں
میرے خاص آدمی باسط نے کرایا ہے۔ میں نے اس سے فون پر
تصدیق کر لی ہے"...... فواد نے دھیمے لہجے میں بات کرتے ہوئے
کہا۔

"مجھے شیطان کے خاص نمائندے گاگوش کی طرف سے جو
اطلاع ملی ہے اس کے مطابق یہ لوگ ہلاک نہیں ہوئے اور انہیں یہ
بھی معلوم ہو چکا ہے کہ یہ کام تم نے کرایا ہے۔ اس لئے وہ آرزوق
سے قاہرہ تمہاری تلاش کے لئے پہنچ گئے ہیں"...... امیر کاکیش نے
کہا تو فواد کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔

"یہ کیسے ممکن ہے آقا کہ میرا آدمی مجھ سے غلط بیانی
کرے"...... فواد نے کہا۔

"ہو سکتا ہے کہ جب تم نے اسے فون کیا ہو۔ اس کے پاس
مصدقہ اطلاعات نہ ہوں۔ تم ایک بار پھر چیک کرو اور پھر مجھے
اطلاع دو۔ یہ ضروری ہے"...... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس
کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو فواد نے ہونٹ بھینچتے ہوئے رسیور رکھ
دیا۔

"یہ کیسے ممکن ہے کہ جس کام کا میں نے حکم دیا تھا وہ نہ ہوا

ہو۔ یہ آخر کیسے ممکن ہے"...... فواد نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور اس
کے ساتھ ہی اس نے سرخ رنگ کے فون کا رسیور اٹھایا اور اس کے
نچلے حصے میں موجود ایک بٹن پریس کر دیا۔

"لیس چیف"...... ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"آرزوق میں باسط سے میری بات کراؤ"...... فواد نے سرد
لہجے میں کہا اور رسیور رکھ دیا۔ اس کے ہونٹ بھینچے ہوئے تھے اور
چہرے کے عضلات میں کھچاؤ نمایاں تھا۔ تقریباً دس منٹ بعد سرخ
فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"لیس"...... فواد نے کہا۔

"باسط ہلاک ہو چکا ہے۔ اس کا نائب جابر لائن پر ہے
جناب"...... دوسری طرف سے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں بات کرتے
ہوئے اس کی پرسنل سیکرٹری نے کہا تو فواد باسط کی ہلاکت کا سن کر
بے اختیار چونک پڑا۔

"ہیلو۔ جابر بول رہا ہوں"...... چند لمحوں بعد ایک مردانہ آواز
سنائی دی۔ لہجہ بے حد مؤدبانہ تھا۔

"فواد بول رہا ہوں۔ باسط کو کیا ہوا ہے"...... فواد نے تیز اور
تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"باسط کو اس کے آفس میں شہ رگ دبا کر ہلاک کر دیا گیا ہے
چیف"...... دوسری طرف سے پہلے سے بھی زیادہ مؤدبانہ لہجے میں
جواب دیا گیا۔

"تفصیل بتاؤ"...... فواد نے غراتے ہوئے کہا۔

"چیف۔ باس باسط کو ملنے دو آدمی کاؤنٹر پر آئے۔ انہوں نے اپنے آپ کو بلیک ڈائمنڈ کے چیف بتایا۔ کاؤنٹر مین نے باس باسط سے بات کی۔ انہوں نے بلیک ڈائمنڈ کا نام سن کر دونوں آدمیوں کو ملاقات کی اجازت دے دی اور وہ دونوں باس کے آفس میں چلے گئے۔ کچھ دیر آفس میں رہ کر وہ واپس چلے گئے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ باس باسط کی لاش آفس کے قالین پر پڑی ہوئی ہے اور ان کی شہ رگ کچل کر انہیں ہلاک کیا گیا ہے۔ ہم ان دونوں آدمیوں کو پورے آرزوق میں ٹریس کرنے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن ابھی تک ان کے بارے میں کوئی خبر نہیں مل سکی"...... جابر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"کیا گرانڈ ہوٹل پر باسط نے میزائل فائر کرائے تھے یا نہیں"...... فواد نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"یس چیف۔ باس باسط کے حکم پر ان کے سپیشل گروپ نے اس ہوٹل کو چاروں طرف سے گھیر کر اس پر اس قدر میزائل فائر کئے کہ پورے ہوٹل کی اینٹ سے اینٹ بج گئی اور تباہی اس قدر قیامت خیز تھی کہ ہوٹل کے تہہ خانوں میں موجود افراد بھی ہلاک ہو گئے۔ ڈیڑھ ہزار سے زائد لاشیں اس ہوٹل سے ملی ہیں"...... جابر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیا ان میں پاکیشیائی افراد کی لاشیں بھی تھیں"...... فواد نے

پوچھا۔

"یورپی، ایکریمی اور جاپانی افراد کی لاشیں تھیں لیکن پاکیشیائی افراد کی لاشیں تو نہیں ملیں"...... جابر نے جواب دیا اور فواد نے اس بار کچھ کہے بغیر رسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔

"اس کا مطلب ہے کہ امیر کاکیشن کو ملنے والی اطلاع درست ہے"...... فواد نے رسیور رکھ کر بڑبڑاتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ایک بار پھر رسیور اٹھایا اور فون کے نیچے موجود بٹن پریس کر دیا۔

"یس چیف"...... دوسری طرف سے مؤدبانہ نسوانی آواز سنائی دی۔

"جابر سے ایک بار پھر میری بات کراؤ"...... فواد نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ تھوڑی دیر بعد فون کی مترنم گھنٹی بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"جابر بول رہا ہوں جناب"...... دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

"یہ بتاؤ کہ باسط کی ہلاکت ہوٹل کی تباہی سے پہلے ہوئی تھی یا بعد میں۔ کس تاریخ کو اور کس وقت"...... فواد نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"جناب۔ ہوٹل پر فائرنگ سے تقریباً ایک گھنٹہ بعد باس باسط کو ان کے آفس میں ہلاک کر دیا گیا تھا اور ہمارے میزائل سیکشن

کے دو افراد کی لاشیں بھی ملی تھیں۔ ان میں سے ایک کی شہ رگ بالکل اسی طرح کچلی گئی تھی جیسے ابن باسط کی اور دوسرے آدمی کی گردن توڑ دی گئی تھی۔ ان دونوں افراد کی لاشیں ہوٹل کی سائیڈ میں موجود ایک چھوٹے سے پارک سے ملی تھیں“...... جابر نے خود ہی تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”آرزوق کے ایئر پورٹ سے معلوم کر کے مجھے اطلاع دو کہ میزائل فائرنگ والے دن اور اس کے بعد آرزوق سے قاہرہ کتنے افراد گئے ہیں اور ان کی قومیت کیا ہے۔ خاص طور پر ایشیائی لوگوں کو چیک کرنا ہے“...... فواد نے تیز لہجے میں کہا۔

”یس چیف۔ میں ابھی تمام معلومات کر کے آپ کی خدمت میں اطلاع کرتا ہوں“...... دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا تو فواد نے رسیور رکھ دیا۔

”ان لوگوں کو فوری طور پر ٹریس کرنا ضروری ہو گیا ہے“...... فواد نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور ایک بار پھر فائل کو دیکھنے لگا۔ پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد اسے اطلاع دی گئی کہ آرزوق سے جابر کی کال ہے۔

”یس۔ کیا رپورٹ ہے“...... فواد نے تیز لہجے میں کہا۔

”چیف۔ جس روز میزائل فائرنگ ہوئی ہے اس روز آرزوق سے کوئی ریگولر فلائٹ قاہرہ نہیں جا رہی تھی کیونکہ ہفتے میں تین روز فلائٹ جاتی ہے البتہ ایک چارٹرڈ فلائٹ آرزوق سے قاہرہ گئی ہے

جس میں ایک عورت اور چار مرد شامل تھے۔ یہ سب مقامی تھے۔ اس کے بعد تیسرے روز ریگولر فلائٹ گئی لیکن ان میں کوئی ایشیائی نہ تھا“...... جابر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے“...... فواد نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ پھر اس نے انٹرکام کا رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

”یعقوب بول رہا ہوں“...... دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

”فواد بول رہا ہوں“...... فواد نے اپنے مخصوص سرد اور تحکمانہ لہجے میں کہا۔

”یس چیف۔ حکم چیف“...... یعقوب نے بھیک مانگنے والے لہجے میں کہا۔

”اپنے پورے گروپ کو الرٹ کر دو اور ایک تاریخ نوٹ کرو“...... فواد نے تیز لہجے میں کہا اور ساتھ ہی اس نے وہ تاریخ بتا دی جس تاریخ کو چارٹرڈ فلائٹ قاہرہ پہنچی تھی۔

”یس چیف“...... یعقوب نے جواب دیا۔

”اس تاریخ کو آرزوق سے ایک چارٹرڈ فلائٹ قاہرہ آئی ہے۔ اس میں ایک عورت اور چار مقامی مرد سوار تھے۔ ایئر پورٹ سے اس بارے میں معلومات حاصل کرو۔ وہاں سے ان کے کاغذات میں موجود تصویروں کے پرنٹ حاصل کرو اور پھر ایئر پورٹ سے ہی معلوم کرو۔ یہ لوگ یقیناً کسی ٹیکسی وغیرہ پر ہی ایئر پورٹ

سے باخبر ہو گئے ہوں گے۔ بہرحال میں تمہیں اس کام کے لئے زیادہ سے زیادہ چار گھنٹے دے سکتا ہوں۔ چار گھنٹوں کے اندر اندر تم نے مجھے رپورٹ دینی ہے کہ قاہرہ میں یہ لوگ کہاں موجود ہیں"..... فواد نے تیز لہجے میں کہا اور دوسری طرف سے کوئی بات سنے بغیر اس نے رسیور رکھ دیا۔ یعقوب قاہرہ میں اس کے سب سے بڑے خفیہ گروپ کا انچارج تھا اور اسے معلوم تھا کہ جو حکم اس نے یعقوب کو دیا ہے وہ یعقوب کے لئے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ وہ واقعی چند گھنٹوں میں سراغ لگا لے گا۔ اس لئے وہ پوری طرح مطمئن تھا۔ گو جابر کی رپورٹ کے مطابق یہ لوگ مقامی تھے لیکن فواد انہیں اچھی طرح چیک کرنا چاہتا تھا اور پھر تقریباً تین گھنٹوں بعد یعقوب کی کال آ گئی۔

"یس۔ کیا رپورٹ ہے"..... فواد نے پوچھا۔

"چیف۔ ان لوگوں کا سراغ مل گیا ہے۔ یہ لوگ حیر اللہ کالونی کی کوٹھی نمبر بارہ میں رہائش پذیر ہیں۔ ایک عورت اور چار مرد"۔ یعقوب نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیا یہ وہی لوگ ہیں اور اب بھی انہی حلیوں میں ہیں"..... فواد نے پوچھا۔

"یس چیف۔ اسی لئے تو چیک ہوئے ہیں لیکن کیا یہ حلیے بدل بھی سکتے ہیں"..... یعقوب نے چونکتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ بتایا گیا ہے کہ ان کا تعلق پاکیشیا کی کسی سیکرٹ سروس

سے ہے بشرطیکہ یہ وہی لوگ ہوں۔ تم اب ایسا کرو کہ ان کی رہائش گاہ پر اس وقت بے ہوش کر دینے والی گیس فائر کرو جس وقت یہ سب اکٹھے اندر موجود ہوں۔ پھر ان بے ہوش افراد اور ان کا تمام سامان وہاں سے اٹھوا کر اپنے سپیشل ہاؤس میں لے جاؤ اور وہاں جا کر ان کے حلیے چیک کرو کہ کہیں یہ میک اپ وغیرہ میں تو نہیں۔ اس کے بعد مجھے رپورٹ دو اور ہاں۔ اگر یہ لوگ میک اپ میں ہوں تو انہیں اسی بے ہوشی کے عالم میں ہی گولیوں سے چھلنی کر کے مجھے رپورٹ دو اور اگر یہ میک اپ میں نہ ہوں تب بھی انہیں ہلاک کر کے ان کی لاشیں برقی بھٹی میں ڈال کر راکھ کر دو"..... فواد نے بڑے سادہ سے لہجے میں سفاکانہ حکم دیتے ہوئے کہا۔

"یس چیف۔ آپ کے حکم کی تعمیل ہو گی"..... یعقوب نے جواب دیا تو فواد نے رسیور رکھ دیا۔ اب اس کے چہرے پر گہرے اطمینان کے تاثرات تھے۔ کیونکہ اسے معلوم تھا کہ جو حکم اس نے دیا ہے یعقوب اس کی تعمیل ہر صورت کرے گا۔ اگر میک اپ چیک ہو گیا تو اس کا مطلب ہو گا کہ اصل افراد کو ہلاک کر دیا گیا ہے اور اگر ایسا نہ ہوا تو پھر نئے سرے سے ان کی تلاش کی جائے گی۔ اس نے چند لمحے سوچنے کے بعد رسیور اٹھایا اور اسے ڈائریکٹ کر کے اس نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ اب وہ امیر کاکیشن کو رپورٹ دینا چاہتا تھا۔ اس لئے اس نے فون کو ڈائریکٹ کر لیا تھا تاکہ اس کے لہجے کی نرمی کو درمیان میں کوئی اور

نہ سن سکے۔

"فواد بول رہا ہوں۔ امیر کاکیشن سے بات کراؤ"...... فواد نے ملازم کی آواز سنتے ہی کہا۔

"ہاں۔ کیا ہوا فواد۔ کیا کیا ہے تم نے اب تک"...... چند لمحوں بعد امیر کاکیشن کی سرد سی آواز سنائی دی تو فواد نے اسے تفصیل بتا دی۔

"تم خود انہیں چیک کرتے تو اچھا تھا"...... امیر کاکیشن نے کہا۔

"میرا سیٹ اپ ایسا ہے کہ میں اپنے کسی آدمی کے سامنے نہیں آ سکتا۔ ویسے اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنے آدمی یعقوب کو کہہ دوں کہ وہ ان لوگوں کو بے ہوشی کے عالم میں آپ تک پہنچا دے اور مجھے یقین ہے کہ آپ یعقوب سے زیادہ اچھے انداز میں انہیں چیک کر لیں گے"...... فواد نے اچانک ایک خیال کے آتے ہی کہا۔

"تم انہیں یعقوب کے کسی پوائنٹ پر ہی رکھو اور یعقوب کو کہہ دو کہ وہ میرے ڈرائیور کو وہاں کا پتہ بتا دے۔ میں خود وہاں جا کر انہیں چیک کر لوں گا"...... امیر کاکیشن نے کہا۔

"حکم کی تعمیل ہو گی امیر"...... فواد نے کہا اور پھر دوسری طرف سے رابطہ ختم ہونے پر اس نے رسیور رکھا اور دوسرے فون کا رسیور اٹھا کر اس نے اپنی پرسنل سیکرٹری کو حکم دیا کہ فوری طور پر ان کی

بات یعقوب سے کرائی جائے اور پھر رسیور رکھ دیا۔ تھوڑی دیر بعد ہی یعقوب کی کال آ گئی۔

"یس چیف۔ حکم"...... یعقوب نے کہا۔

"تم نے اب تک کیا کیا ہے"...... فواد نے تیز لہجے میں کہا۔

"میرے آدمی اس کوٹھی کی نگرانی کر رہے ہیں۔ ان میں سے ایک آدمی کوٹھی سے باہر ہے۔ جیسے ہی وہ واپس آئے گا ہم اندر بے ہوش کر دینے والی گیس فائر کر دیں گے اور پھر جیسے آپ نے حکم دیا ہے ویسے ہی ہو گا"...... یعقوب نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"سنو۔ تم امیر کاکیشن کو تو جانتے ہو اور تم نے ان کی حویلی بھی دیکھی ہوئی ہے"...... فواد نے کہا۔

"یس چیف۔ انہیں کون نہیں جانتا چیف"...... یعقوب نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"جب یہ لوگ بے ہوشی کے عالم میں تمہارے سپیشل ہاؤس پہنچ جائیں تو تم نے امیر کاکیشن کے ڈرائیور کو اپنے سپیشل ہاؤس کا پتہ بتا دینا۔ وہ اپنے ڈرائیور کے ساتھ وہاں آئیں گے اور باقی کارروائی تم نے امیر کاکیشن کے سامنے اور ان کے حکم کے مطابق کرنی ہے اور سنو۔ وہ میرے بھی امیر ہیں اس لئے ان کی عزت و احترام کا خصوصی خیال رکھا جائے اور اس کے ساتھ ساتھ وہاں ایسے انتظامات بھی کر لینا کہ یہ خطرناک لوگ انہیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں"...... فواد نے کہا۔

"یس چیف۔ آپ بے فکر رہیں۔ میں جانتا ہوں کہ میں نے کیا کرنا ہے۔ آپ کو کوئی شکایت نہیں ہو گی چیف"..... یعقوب نے جواب دیا تو فواد نے اوکے کہہ کر رسیور رکھ دیا۔

قاہرہ کی ایک رہائش گاہ کے ایک کمرے میں اس وقت عمران کے ساتھی موجود تھے۔ انہیں یہاں آئے ہوئے آج دوسرا روز تھا اور عمران ان دو دنوں میں کئی کئی گھنٹے باہر گزار کر واپس آتا تھا۔ لیکن باوجود ان کی کوششوں کے عمران اپنی عادت کے مطابق انہیں کچھ بتانے کی بجائے آئیں بائیں شائیں کر کے انہیں ٹال دیتا تھا۔ اس وقت بھی عمران کو گئے ہوئے کئی گھنٹے گزر چکے تھے لیکن اس کی واپسی ابھی نہیں ہوئی تھی۔ وہ پانچوں اس بڑے کمرے میں بیٹھے کافی پینے میں مصروف تھے۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر عمران یہاں آ کر کیا کرتا پھر رہا ہے"..... جولیا نے کہا۔

"آوارہ گردی اور اس نے کیا کرنا ہے"..... تنویر نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔

"عمران صاحب مشن کے سلسلے میں ہی کام کر رہے ہوں گے"...... صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ عمران صاحب اس نوروز کو تلاش کر رہے ہوں گے۔ وہی نوروز جس کی کال کی وجہ سے ہم سب ہوٹل گرانڈ میں ہونے والی تباہی سے بچ گئے تھے"...... کیپٹن شکیل نے کہا۔

"ہاں۔ ایسا ہو سکتا ہے"...... صفدر نے جواب دیا اور پھر تقریباً اسی لمحے باہر سے عمران کی کار کے مخصوص ہارن کی آواز سنائی دی تو صفدر اٹھا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ دونوں اکٹھے ہی سٹنگ روم میں داخل ہوئے۔

"تم ہمیں چھوڑ کر کہاں آوارہ گردی کرتے پھر رہے ہو"...... جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"جس مشن پر ہم کام کر رہے ہیں اس میں الفاظ بھی سوچ سمجھ کر منہ سے نکالنے ہوتے ہیں۔ آوارہ گردی منفی لفظ ہے اور پھر منفی کام شیطانی ہوتا ہے"...... عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے چڑچڑے لہجے میں کہا۔

"تو پھر کیا کرتے پھر رہے تھے"...... جولیا نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تماش بینی"...... تنویر نے فوراً کہا تو سب بے اختیار ہنس پڑے۔

"لگتا ہے اس کوٹھی پر میری عدم موجودگی میں شیطان کے

اثرات پڑ چکے ہیں۔ جس کے منہ سے نکلتا ہے منفی لفظ ہی نکلتا ہے۔ تم تماش بینی کی بجائے تماشہ بینی بھی تو کہہ سکتے تھے"...... عمران نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔

"عمران صاحب۔ کیا نوروز سے ملاقات ہو گئی ہے آپ کی"...... صفدر نے کہا۔ وہ اپنی عادت کے مطابق موضوع تبدیل کرنا چاہتا تھا۔

"ہاں۔ میں نے اسے تلاش کر لیا ہے اور اس سے مجھے کافی حالات معلوم ہوئے ہیں۔ اس نے مجھے بتایا ہے کہ اس نے ایسا امیراعطاف کے کہنے پر کیا تھا اور اس نے امیراعطاف کو اطلاع بھی کر دی تھی"...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تو اس سے آپ کو فواد کے بارے میں بھی معلومات مل گئی ہوں گی"...... صفدر نے کہا۔

"ہاں۔ اس کا ایک آدمی فواد کے ایک خاص آدمی کے پاس نائب ہے۔ اسی سے اسے باسط اور فواد کے درمیان ہونے والی کال سے میزائلوں سے ہوٹل کی تباہی کی واردات کا علم ہوا اور اس نے مجھے اطلاع دی"...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تو پھر اب اس فواد کا خاتمہ ہونا چاہئے"...... جولیا نے کہا۔

"یہی تو اصل مسئلہ ہے جس نے مجھے پریشان کر دیا ہے۔ فواد صرف نام ہے۔ اس کا فون آتا ہے اور بس۔ فواد تک پہنچنا ناممکن بنا دیا گیا ہے۔ بہت بھاگ دوڑ کے بعد صرف اتنا معلوم ہو سکا ہے کہ

وہ ہیبت قاہرہ کی کسی عمارت میں رہتا ہے اور اس عمارت میں ایسے زبردست سائنسی انتظامات کیے گئے ہیں کہ کوئی مکھی بھی اس تک بغیر تفصیلی تجزیہ کے نہیں پہنچ سکتی اور یہ سب باتیں بھی صرف سنی سنائی ہیں۔ اسے آج تک کسی نے نہیں دیکھا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ سڑکوں پر گھومتا پھرتا رہتا ہو۔ لیکن اسے بحیثیت فواد کوئی پہچانتا نہیں ہے"..... عمران نے جواب دیا۔

"عمران صاحب۔ اس کا یہاں باقاعدہ نیٹ ورک ہوگا۔ اسے تو ٹریس کیا جا سکتا ہے"..... خاموش بیٹھے ہوئے کیپٹن شکیل نے کہا۔

"اس سے ہمیں کیا فائدہ ہوگا۔ ہم نے اپنا مشن مکمل کرنا ہے۔ اگر ہم اس نیٹ ورک کے جھگڑے میں پڑ گئے تو سوائے وقت ضائع کرنے کے اور کچھ نہیں ہوگا"..... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"لیکن مشن کے بارے میں کہیں سے کوئی تفصیل معلوم ہوگی تو پتہ چلے گا"..... صفدر نے کہا۔

"اسی لیے میں مسلسل بھاگ دوڑ کرتا رہا ہوں۔ صرف اتنا معلوم ہوا ہے کہ یہاں قاہرہ کے ایک قدیم علاقے میں ایک بہت بڑی حویلی ہے جسے عرف عام میں کالی حویلی کہا جاتا ہے۔ اس حویلی کا مالک کوئی امیر کاکیشن ہے اور کہا جاتا ہے کہ امیر کاکیشن کا تعلق شیطان سے ہے لیکن یہ سب سنی سنائی باتیں ہیں۔ جب تک اس امیر کاکیشن سے ملاقات نہ ہو جائے تب تک کسی پر کوئی الزام نہیں

لگایا جا سکتا"..... عمران نے کہا۔

"تو پھر چل کر اس سے مل لیتے ہیں"..... جولیا نے کہا۔

"وہ امیر اعطاف جتنا کیسا ہے کہ ہم سے فوراً ملنے پر تیار ہو جائے گا۔ اس کے بارے میں اب تک جو کچھ معلوم ہوا ہے اس کے مطابق وہ کسی سے نہیں ملتا اور اس کی حویلی میں مسلح محافظوں کی پوری فوج موجود ہے۔ اس لیے میرا خیال ہے کہ آج رات اس کی حویلی میں کسی بھی انداز میں داخل ہو کر امیر کاکیشن تک پہنچنے کی کوشش کریں"..... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے سر اونچا کر کے زور زور سے سانس لینا شروع کر دیا۔

"ارے یہ کیا ہو رہا ہے۔ یہ تو بے ہوش کرنے والی گیس کی بو ہے"..... جولیا کی مدھم سی آواز عمران کے کانوں تک پہنچی اور اس نے اپنا ذہن بلینک کرنے کی کوشش شروع کر دی۔ سانس لینا اب وہ لاشعوری طور پر بند کر چکا تھا۔ لیکن اس کی کوئی کوشش کامیاب نہ ہو سکی اور اس کے ذہن پر اندھیرا کسی چادر کی طرح پھیلتا چلا گیا۔ پھر جس طرح گھپ اندھیرے میں جگنو کی روشنی چمکتی ہے اسی طرح اس کے ذہن کی تاریکی میں بھی کہیں کہیں روشنی کے نقطے چمکنے لگے اور پھر آہستہ آہستہ یہ روشنی پھیلتی چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد جب اس کا شعور بیدار ہوا اور اس کی آنکھیں کھلیں تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہ ایک کرسی پر رسیوں سے بندھا ہوا بیٹھا تھا۔ یہ ایک خاصا بڑا کمرہ تھا۔ اس نے گردن گھمائی تو بے اختیار اس کے ہونٹ بھنچ

گئے۔ اس کے تمام ساتھی کرسیوں پر رسیوں سے بندھے ہوئے بیٹھے
تھے جبکہ ایک طرف ایک جدید ساخت کا میک اپ واشر موجود تھا
لیکن کمرے میں کوئی آدمی نہ تھا۔ کمرے کا اکلوتا دروازہ بند تھا۔ اس
کے سب ساتھیوں کی گردنیں ڈھلکی ہوئی تھیں۔ عمران کو معلوم تھا کہ
مخصوص ذہنی ورزشوں اور مشقوں کی وجہ سے بے ہوش ہونے سے پہلے ذہن کو
بلینک کرنے کی کوشش کی وجہ سے اسے وقت سے پہلے ہی ہوش آ
گیا تھا۔ اس نے سب سے پہلے اپنے ہاتھوں کو حرکت دینے کی
کوشش شروع کر دی۔ اس نے آرزوتی میں ہی مخصوص میک اپ
حاصل کر لیا تھا۔ اس لئے ذہین عمران نے نہ صرف اپنا بلکہ اپنے
سب ساتھیوں کا بھی خصوصی میک اپ کر دیا تھا اور جس ٹائپ کا
میک اپ واشر یہاں موجود تھا اس سے کسی بھی صورت ان کا میک
اپ واش نہ ہو سکتا تھا۔ اس لئے عمران اس طرف سے تو مطمئن
تھا۔ اس نے اب رسیوں کو کاٹنے کی کوشش شروع کر دی کیونکہ میک
اپ واشر کو دیکھ کر وہ سمجھ گیا تھا کہ وہ جن لوگوں کے پاس ہیں یہ
عام لوگ نہیں ہیں بلکہ تربیت یافتہ ہیں۔ کیونکہ عام لوگ میک اپ
واشر استعمال نہیں کرتے۔ یہ بات بھی اس کے ذہن میں آ گئی تھی
کہ انہیں اس انداز میں اغوا کرنے والے تو اوسط کے ہی آدمی ہو سکتے
ہیں۔ اور اب اپنے پہچان لئے جانے کی وجہ بھی اس کی سمجھ میں آ
گئی تھی کیونکہ وہ اسی میک اپ میں تھے جس میک اپ میں آرزوتی
سے جارزڈو فلائٹ کے ذریعے روانہ ہوئے تھے۔ اس لئے انہیں

چیک کر لیا گیا تھا۔ تھوڑی سی کوشش کے بعد وہ ایک رسی اپنے
ناخنوں میں موجود بلیڈوں کی مدد سے کاٹ لینے میں کامیاب ہو گیا
تو پھر باقی کام اس کے لئے آسان ہو گیا۔ اس نے اپنی جیبوں کو
چیک کیا لیکن اس کی جیبیں خالی تھیں۔ وہ دروازے کی طرف بڑھتا
چلا گیا۔ اس نے دروازے کو آہستہ سے کھولا تو وہ کھلتا چلا گیا۔ اسے
لاک نہیں کیا گیا تھا۔ ظاہر ہے بے ہوش اور کرسیوں سے بندھے
ہوئے افراد سے انہیں کیا خطرہ ہو سکتا تھا۔ اس لئے انہوں نے
دروازے کو لاک کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہ کی تھی۔ عمران نے
تھوڑا سا دروازہ کھولا اور باہر جھانکا۔ یہ ایک راہداری تھی جو آگے جا
کر مڑ گئی تھی۔ راہداری میں کمروں کے دروازے موجود تھے لیکن یہ
دروازے بند تھے۔ عمران نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر باہر راہداری
میں آ گیا۔ اب وہ پنجوں کے بل چلتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔
راہداری کراس کرنے کے بعد سامنے برآمدہ تھا اور برآمدے کے پار
صحن اور پھر چار دیواری اور پھاٹک تھا۔ ایک جیپ وہاں موجود تھی
اور برآمدے میں چار مسلح افراد صحن کی طرف رخ کئے کھڑے تھے
جبکہ موڑ کے قریب ہی ایک کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور اندر سے
باتوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ عمران چونکہ خالی ہاتھ تھا اس
لئے وہ بے حد محتاط تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اس کے ساتھی بے ہوش
پڑے ہوئے ہیں اس لئے معمولی سی بے احتیاطی اس کے اور اس
کے ساتھیوں کے لئے خوفناک ثابت ہو سکتی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ

بڑھتا ہوا دروازے کے قریب پہنچ گیا۔

"باس، ان کا میک اپ تو چیک کر لیں"...... ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

"مجھے چیف نے حکم دیا ہے کہ سب کچھ امیر کاکیش کے سامنے ہوگا اور تمہیں معلوم تو ہے کہ چیف فواد کے حکم کی تعمیل حرف بحرف ہونا ضروری ہے"...... دوسرے آدمی نے سخت لہجے میں کہا۔

"یس باس"...... پہلے آدمی نے اس بار قدرے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"امیر کاکیش پہنچنے ہی والے ہیں۔ پھر ساری کارروائی ہو جائے گی"...... سخت لہجے میں کہا گیا تو عمران نے فوری طور پر ایک فیصلہ کیا اور الٹے قدموں تیزی سے واپس اسی کمرے کی طرف بڑھ گیا جس میں اس کے ساتھی موجود تھے۔ فواد کا نام تو اس کے سامنے آ ہی گیا تھا۔ اسے سب سے زیادہ مسرت امیر کاکیش کا نام سن کر ہوئی تھی۔ امیر کاکیش کے بارے میں جو کچھ بتایا گیا تھا اس کے بعد اس تک پہنچنا ہفت خواں طے کرنے کے مصداق تھا۔ لیکن اب امیر کاکیش خود چل کر یہاں آ رہا تھا۔ اس لئے عمران یہ موقع ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ واپس کمرے میں آیا اور کرسی کی سائیڈ پر پڑی ہوئی رسی اٹھا کر اس کرسی پر بیٹھ گیا۔ پھر اس نے رسی کو اس انداز میں اپنے گرد لپیٹا کہ بظاہر یہ معلوم ہو کہ وہ بدستور رسی سے بندھا ہوا ہے۔ لیکن جب وہ چاہے ایک ہی جھٹکے سے ہی آزاد ہو

سکتا تھا۔ یہ سارا انتظام کر کے وہ اطمینان سے بیٹھ گیا اور پھر تقریباً بیس منٹ بعد اسے باہر سے قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ پھر دروازہ ایک دھماکے سے کھلا عمران نے اپنے آپ پر بے ہوشی والی کیفیت طاری کر لی تھی لیکن نیم وا آنکھوں سے وہ دروازے کی طرف ہی دیکھ رہا تھا۔ دروازہ کھلا اور ایک آدمی ایک بڑی سی شاہانہ انداز کی کرسی اٹھائے اندر داخل ہوا اور اس نے کرسی عمران اور اس کے ساتھیوں کے سامنے رکھ دی اور ایک نظر عمران اور اس کے ساتھیوں پر ڈالنے کے بعد وہ واپس مڑا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔ عمران سمجھ گیا کہ امیر کاکیش آ گیا ہے اور یہ شاہانہ انداز کی کرسی امیر کاکیش کے لئے یہاں لائی گئی ہے۔ تھوڑی دیر بعد ایک بار پھر قدموں کی آوازیں سنائی دیں لیکن اس بار آنے والے کئی افراد تھے۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور عمران نے ایک لمبے قد کے بوڑھے آدمی کو اندر داخل ہوتے ہوئے دیکھا جو اپنے سر کے بالوں اور بھنوؤں کی سفیدی سے بوڑھا دکھائی دے رہا تھا لیکن اس کا چہرہ اور جسم جوانوں جیسا تھا۔ خاص طور پر اس کی چھوٹی چھوٹی آنکھوں میں تیز چمک تھی۔ اس نے سر پر ایک عجیب سی ساخت کی چار پہلو ٹوپی پہنی ہوئی تھی جس کا رنگ سیاہ تھا اور اس پر سفید چھوٹے چھوٹے دائرے بنے ہوئے تھے۔ لباس کے اوپر بھی اس نے سیاہ رنگ کا چوغہ پہنا ہوا تھا۔ اس چوغے پر بھی سفید رنگ کے چھوٹے چھوٹے دائرے بنے ہوئے تھے۔ عمران اسے دیکھتے ہی سمجھ گیا کہ

یہی امیر کاکیش ہو سکتا ہے۔ امیر کاکیش کے پیچھے ایک اور ورزشی جسم کا آدمی تھا جس کے سر کے بال چھوٹے اور سپرنگوں جیسے تھے۔ اس کے چہرے پر زخموں کے مندمل نشانات کافی تعداد میں تھے۔

"تشریف رکھیں امیر کاکیش"...... پیچھے آنے والے آدمی نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں اس ٹولی اور چوغے والے آدمی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"تم بھی بیٹھو یعقوب"...... امیر کاکیش نے کہا۔

"آپ کی مہربانی ہے امیر"...... دوسرے آدمی، جس کا نام یعقوب لیا گیا تھا، نے انتہائی مؤدبانہ اور مسرت بھرے لہجے میں کہا اور ایک کرسی جو قریب ہی پڑی تھی اٹھا کر اس نے امیر کاکیش کی کرسی سے تھوڑی سی پیچھے کر کے رکھی اور اس پر بیٹھ گیا۔ اب ان دونوں کے پیچھے دو مشین گنوں سے مسلح آدمی موجود تھے۔

"ان کا میک اپ چیک کراؤ"...... امیر کاکیش نے عمران اور اس کے ساتھیوں کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کی تیز نظریں عمران پر اس طرح جمی ہوئی تھیں جیسے اس کے ذہن میں موجود تمام خیالات وہ پڑھنا چاہتا ہو۔

"یہ آدمی انتہائی خطرناک ہے۔ پہلے اسے چیک کرو"...... امیر کاکیش نے اچانک عمران کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"جی آقا"...... یعقوب نے کہا اور پھر اس نے پیچھے کھڑے ایک آدمی کو اشارہ کیا تو اس نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی مشین گن

کاندھے سے لٹکائی اور ایک طرف موجود میک اپ واشر کی طرف بڑھ گیا اور پھر اس نے میک اپ واشر گھسیٹ کر عمران کے قریب رکھ دیا اور اسے کھولنے لگا۔

"اسے گولی مار دو یعقوب۔ ابھی گولی مار دو۔ یہ شیطان کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ اسے گولی مار دو"...... یکلخت امیر کاکیش نے چیختے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے اٹھتے ہی یعقوب بھی ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا اور عمران سمجھ گیا کہ اگر اس نے فوری کوئی کارروائی نہ کی تو اسے واقعی گولی مار دی جائے گی کیونکہ وہ جانتا تھا کہ ایسے لوگوں کی بات کس انداز میں فوری تسلیم کی جاتی ہے۔ اس نے یکلخت ہاتھ بڑھا کر سامنے موجود آدمی کے کاندھے سے مشین گن جھپٹی اور ساتھ ہی اسے پیر سے ایک زوردار جھٹکا دیا تو وہ آدمی چیختا ہوا اچھل کر اپنے پیچھے موجود یعقوب اور امیر کاکیش سے ٹکرایا اور پھر کمرہ انسانی چیخوں سے گونج اٹھا۔ وہ دونوں ان کے ٹکرانے سے کرسیوں سمیت الٹ کر پیچھے گرے اور اسی طرح اپنی کرسیوں کے پیچھے مسلح آدمی کو بھی ساتھ لیتے ہوئے فرش پر جا گرے۔ اسی لمحے ریٹ ریٹ کی آوازوں کے ساتھ کمرہ انسانی چیخوں سے گونج اٹھا۔ یعقوب اور دونوں مسلح آدمی گر کر اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے چیختے ہوئے دوبارہ نیچے گرے تھے۔ لیکن دوسرے لمحے عمران یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ امیر کاکیش صحیح سلامت اٹھ کر دروازے کی طرف دوڑ پڑا۔

تھا۔ عمران نے ایک بار پھر ٹریگر دبا دیا اور دوسرے لمحے امیر کاکیش بھی چیختا ہوا منہ کے بل فرش پر جا گرا اور چند لمحے تڑپنے کے بعد ساکت ہو گیا۔ عمران دوڑتا ہوا ان سب کو پھلانگ کر دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ مشین گن اس کے ہاتھ میں تھی۔ ابھی وہ دروازے کے قریب پہنچا ہی تھا کہ اسے باہر سے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں اپنی طرف آتی سنائی دیں تو وہ اچھل کر باہر آ گیا اور ایک بار پھر ریٹ ریٹ کی آوازوں کے ساتھ ہی دو مسلح افراد چیختے ہوئے نیچے گرے اور تڑپنے لگے۔ عمران انہیں بھی پھلانگتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ دل میں اتر جانے والی گولیوں کے بعد یہ لوگ چند لمحوں سے زیادہ تڑپ بھی نہ سکیں گے۔ اس لئے وہ اطمینان سے انہیں پھلانگتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا لیکن تھوڑی دیر بعد وہ ساری کوٹھی میں گھوم گیا لیکن وہاں اور کوئی آدمی موجود نہ تھا۔ وہ واپس اس کمرے میں پہنچا تو محاورتاً نہیں بلکہ حقیقتاً حیرت کی شدت سے اچھل پڑا کیونکہ امیر کاکیش غائب تھا۔ اس کی عجیب ساخت کی ٹوپی وہاں پڑی تھی۔ خون بھی موجود تھا لیکن امیر کاکیش خود غائب تھا۔ عمران نے دانستہ اس کے کولہوں پر فائر کیا تھا کیونکہ وہ اسے زندہ رکھ کر اس سے مزید تفصیل معلوم کرنا چاہتا تھا۔ اب اس نے بے اختیار اپنے سر پر ہاتھ پھیرا اور غور سے اس جگہ کو دیکھنے لگا جہاں کچھ دیر پہلے خون آلود امیر کاکیش بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ اس نے پورے کمرے کا جائزہ لیا لیکن کوئی ایسا سراغ اسے

نہ مل سکا جس سے اسے معلوم ہو سکتا کہ امیر کاکیش کو کس راستے سے لے جایا گیا ہے۔ ظاہر ہے اس کا خیال یہی تھا کہ کچھ افراد کسی نامعلوم راستے سے اندر آئے اور بے ہوش زخمی امیر کاکیش کو اٹھا کر لے گئے۔ امیر کاکیش اب کوئی جن تو نہیں تھا کہ از خود غائب ہو جاتا لیکن اسی لمحے اسے صفدر کے کراہنے کی آواز سنائی دی تو وہ بے اختیار چونک پڑا۔ صفدر کے اس طرح کراہنے کا مطلب تھا کہ بے ہوش کر دینے والی گیس کے اثرات اب عمومی طور پر ختم ہو رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی اسے خیال آیا کہ امیر کاکیش کے اس طرح غائب ہونے کا مطلب ہے کہ اس کے آدمی کسی بھی وقت یہاں ریڈ کر سکتے تھے اور وہ اپنے ساتھیوں کی بے ہوشی کی وجہ سے پھنس جائے گا۔ اس لئے وہ تیزی سے آگے بڑھا اور اس نے صفدر کے جسم کے گرد موجود رسیاں کھول دیں۔ اس دوران صفدر ہوش میں آ رہا تھا جبکہ باقی ساتھیوں کی بھی کسی حد تک ایسی ہی حالت تھی۔

"عمران صاحب۔ آپ"..... صفدر نے پوری طرح ہوش میں آتے ہی کہا کیونکہ عمران اس کی رسیاں کھول کر اب اس کے سامنے سے گزر کر ساتھ موجود تنویر کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا۔

"ہاں۔ جلدی سے پوری طرح ہوش میں آ جاؤ اور باقی ساتھیوں کی رسیاں کھولو۔ انہیں ہوش میں لے آؤ۔ معاملات بے حد سنجیدہ ہیں"..... عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا اور تنویر کی کرسی کے عقب میں جا کر اس کی رسیاں کھولنے لگا جبکہ صفدر، عمران کی

بات سن کر بجلی کی سی تیزی سے تڑپ کر اٹھا۔ اس نے ڈھیلی رسیاں کھینچ کر ایک طرف ڈالیں اور پھر تنویر کے بعد کرسی پر موجود کیپٹن شکیل کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد سب ساتھی نہ صرف پوری طرح ہوش میں آ چکے تھے بلکہ وہ رسیوں سے بھی آزاد ہو چکے تھے اور عمران نے انہیں مختصر طور پر سارے واقعات بتا دیئے تھے۔

"عمران صاحب۔ یہاں کسی بھی لمحے ریڈ ہو سکتا ہے اور ہمارے پاس تو اسلحہ بھی نہیں ہے"...... صفدر نے کہا۔

"ہاں۔ اس لئے ہم نے فوری طور پر یہاں سے نکلنا ہے۔ اس یعقوب کو میں نے ٹانگوں پر گولیاں ماری ہیں اس لئے ابھی یہ بہرحال زندہ ہوگا۔ اس سے معلومات حاصل کریں گے۔ باہر جیپ موجود ہے۔ اسے اٹھا کر اس میں ڈالو اور یہاں سے نکل چلو"...... عمران نے کہا تو اس کی ہدایت پر سب تیزی سے حرکت میں آ گئے۔

"اب جانا کہاں ہے"...... صفدر نے جیپ کو اس کوٹھی کے گیٹ سے باہر نکالتے ہوئے کہا۔

"اسی کوٹھی میں جہاں ہم موجود تھے"...... عمران نے کہا جو سائیڈ سیٹ پر موجود تھا۔

"لیکن وہاں کا پتہ تو ان لوگوں کو معلوم ہے۔ وہاں سے تو ہمیں اغوا کیا گیا ہے"...... صفدر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"یہ جیپ اس کوٹھی میں کھڑی کر دیں گے۔ میں نے چیک کیا

ہے ساتھ والی کوٹھی بھی خالی ہے۔ ہم وہاں شفٹ ہو جائیں گے۔ وہاں اس یعقوب سے معلومات حاصل کر کے پھر آئندہ کی سوچیں گے"...... عمران نے کہا اور اس بار صفدر نے بھی اثبات میں سر ہلا دیا۔

امیر کاکیشن قاہرہ کے مضافات میں واقع ایک کھنڈر نما حویلی کے ایک کمرے میں فرش پر بچھی ہوئی ایک پرانی سی دری پر اوندھے منہ بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ اس کے جسم سے خون ابھی تک رس رہا تھا۔ اس کے کولہوں پر گولیاں لگی تھیں جبکہ کمرہ خالی تھا۔ ویسے بھی اس کمرے میں سوائے اس دری کے اور کوئی چیز موجود نہ تھی۔ دری بھی اس قدر پرانی اور خستہ تھی کہ جگہ جگہ سے پھٹی ہوئی تھی۔ کمرے کا اکلوتا دروازہ بند تھا۔ کمرے کی چھت سے تیز روشنی نکل کر پورے کمرے میں پھیلی ہوئی تھی۔ چند لمحوں بعد کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک بوڑھا آدمی اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ایک بڑا سا سیاہ رنگ کا بیگ تھا۔ اس کے پیچھے دو نوجوان تھے۔ بوڑھے کے گلے میں تشخیص کرنے والا ڈاکٹری آلہ تھا اور اس نے لباس کے اوپر سفید رنگ کا مخصوص گاؤن پہنا ہوا تھا۔ وہ کمرے میں داخل ہوتے ہی

تیزی سے امیر کاکیشن کی طرف بڑھا۔ اس نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے بیگ کو فرش پر رکھا اور جھک کر بڑے ماہرانہ انداز میں امیر کاکیشن کو چیک کرنے لگا۔

"اوہ۔ اوہ۔ امیر کاکیشن کی حالت بے حد خراب ہے۔ ان کا بہت زیادہ خون نکل گیا ہے اور ابھی تک خون رس رہا ہے۔ میں خون روکنے کی کوشش کرتا ہوں۔ تم سٹریچر اندر لے آؤ۔ انہیں فوراً ہسپتال لے جانا ہوگا"...... ڈاکٹر نے مڑے بغیر قریب آ کر کھڑے ہوئے ان دونوں نوجوانوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ٹھیک ہے ڈاکٹر صاحب"...... ان میں سے ایک نے کہا اور تیزی سے مڑ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا جبکہ دوسرا نوجوان وہیں خاموش کھڑا رہا۔

"پانی کی بوتل نکالو جلدی"...... ڈاکٹر نے کہا تو اس آدمی نے تیزی سے جھک کر ڈاکٹر کا بیگ کھولا اور اس میں سے پانی کی ایک بڑی بوتل نکال کر ڈاکٹر کو دے دی۔ ڈاکٹر نے بوتل کا ڈھکن ہٹایا اور پھر تیزی سے اس نے اوندھے منہ پڑے ہوئے امیر کاکیشن کے کولہوں پر موجود زخموں کو دھونا شروع کر دیا۔ پھر اس نے بیگ میں سے پٹیاں نکال کر انہیں زخموں پر مخصوص انداز میں کس کے چپکا دیا۔ اس دوران دروازہ کھلا اور باہر جانے والا نوجوان سٹریچر گھسیٹتا ہوا اندر داخل ہوا۔

"ٹھیک ہے۔ اب امیر کاکیشن کو سٹریچر پر ڈالو اور باہر موجود

"ایمبولینس میں رکھ دو۔ جلدی کرو"..... بوڑھے ڈاکٹر نے اٹھتے ہوئے کہا۔ پھر اس نے بیگ بند کیا اور اسے اٹھا کر تیزی سے مڑ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ دروازے کے باہر برآمدہ تھا اور برآمدے کے بعد ایک وسیع صحن تھا اور برآمدے کی سیڑھیوں کے قریب ہی ایک بڑی سی ایمبولینس موجود تھی۔ برآمدے میں ایک لمبے قد اور بھاری جسم کا آدمی موجود تھا جس کے جسم پر سیاہ رنگ کا چوغہ تھا۔ اس نے اپنا سر اور چہرہ بھی سیاہ رنگ کے کپڑے سے ڈھانپ رکھا تھا۔ صرف اس کی آنکھیں نظر آ رہی تھیں جن پر سیاہ رنگ کے شیشوں والی عینک اس نے پہنی ہوئی تھی۔ سیاہ رنگ کا پاجامہ اور سیاہ رنگ کے جوتے بھی اس نے پہنے ہوئے تھے۔

"کیا ہوا ڈاکٹر"..... اس آدمی نے اس بوڑھے ڈاکٹر سے مخاطب ہو کر کہا۔ اس کے لہجے میں عجیب سی خرخراہٹ تھی۔

"امیر کاکیش کی حالت بے حد مخدوش ہے جناب۔ انہیں فوری ہسپتال منتقل کرنا ہے تاکہ ان کا آپریشن ہو سکے"..... بوڑھے ڈاکٹر نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیا یہاں کام نہیں ہو سکتا"..... اس سیاہ پوش نے اسی طرح خرخراہٹ بھرے لہجے میں کہا۔

"نہیں جناب۔ ان کا ہسپتال پہنچنا ضروری ہے ورنہ کچھ بھی ہو سکتا ہے"..... ڈاکٹر نے حتمی لہجے میں کہا۔

"تو پھر یہ بات تو آپ کو یاد دلانے کی ضرورت نہیں کہ ان

کے بارے میں کسی کو معلوم نہ ہو سکے"..... اس سیاہ پوش نے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں آقا یوغا۔ میں خیال رکھوں گا۔ مجھے آپ کی اور امیر کاکیش دونوں کی اہمیت کا علم ہے"..... ڈاکٹر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ پھر میں وہیں آپ سے ملوں گا"..... اس سیاہ پوش نے کہا اور تیز تیز قدم اٹھاتا پیدل ہی پھاٹک کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ پھاٹک کی کھڑکی کھول کر وہ باہر چلا گیا۔ جبکہ ڈاکٹر نے اس دوران سٹریچر کو ان دونوں آدمیوں کی مدد سے ایمبولینس پر لوڈ کرا دیا اور پھر خود وہ عقبی طرف امیر کاکیش کے قریب بیٹھ گیا جبکہ وہ دونوں آدمی ڈرائیونگ اور فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئے۔ ایمبولینس اس حویلی سے نکل کر قاہرہ کی طرف تیزی سے بڑھتی چلی گئی۔ پھر تقریباً چار گھنٹوں بعد امیر کاکیش کو ایک کمرے میں موجود بیڈ پر لا کر لٹا دیا گیا۔ اس نے اب ہسپتال کا مخصوص لباس پہنا ہوا تھا۔ بوڑھا ڈاکٹر اس کے قریب تھا۔ اس نے اسے یکے بعد دیگرے دو انجکشن لگائے۔ اس کی نبض اور دل کی حرکت چیک کی اور اس کے ساتھ ہی اس کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات ابھر آئے۔

"چلو اب ایک گھنٹے بعد امیر کاکیش کو ہوش آ جائے گا۔ پھر ان کی خدمت میں حاضر ہوں گے"..... ڈاکٹر نے اپنے ساتھیوں سے کہا اور وہ سب دروازے سے باہر نکل گئے اور دروازہ ان کے عقب میں بند ہو گیا۔ اسی لمحے کمرے کے کونے سے وہی سیاہ پوش

اس طرح آگے بڑھا جیسے وہ شروع سے ہی اس کمرے کے کونے میں موجود رہا ہو۔ وہ امیر کاکیشن کے بیڈ کے قریب رکھی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔ پھر واقعی تقریباً ایک گھنٹے بعد امیر کاکیشن کے منہ سے ہلکی سی کراہ نکلی اور پھر ایسی آوازیں آہستہ آہستہ نکلنے لگیں تو کرسی پر بیٹھا ہوا آدمی ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا اور تیزی سے مڑ کر وہ دروازہ کھول کر باہر چلا گیا۔ جیسے ہی دروازہ اس کے عقب میں بند ہوا اسی لمحے امیر کاکیشن نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھولیں اور اسی لمحے دروازہ کھلا اور درمیانے قد کا آدمی اندر داخل ہوا۔ اس کے جسم پر عام سا مقامی لباس تھا۔ آنکھوں پر سیاہ شیشوں والی عینک تھی۔ اس نے سر پر سیاہ رنگ کے کپڑے سے بنی ہوئی ایک ٹوپی تھی۔

"تم۔ تم یوغا۔ تم اور یہاں۔ یہ سب کیا ہے۔ میں کہاں ہوں"..... امیر کاکیشن نے آنے والے کو دیکھتے ہوئے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"آقا۔ آپ اس وقت ایک ہسپتال میں ہیں۔ آپ کے کولہے پر گولیاں لگی تھیں اور آپ بے ہوش ہو گئے تھے۔ میں نے روحانی طاقتوں کی مدد سے آپ کو وہاں سے اٹھوا لیا اور پھر کاکیشن حویلی میں لا کر آپ کو لٹایا۔ پھر میں نے ڈاکٹر یاور کو بلایا۔ وہ آپ کو یہاں اپنے خاص ہسپتال میں لے آیا۔ آپ کا دو گھنٹوں تک آپریشن ہوتا رہا۔ پھر آپ کو یہاں لایا گیا۔ اب آپ ٹھیک ہیں ورنہ آپ کی جان کو بھی خطرہ ہو سکتا تھا"..... اس آدمی نے جسے یوغا

کہہ کر پکارا گیا تھا، سر جھکائے ہوئے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ مجھ سے غلطی ہو گئی۔ مجھے بعد میں احساس ہوا کہ وہ بہت بڑا دشمن ہے لیکن تم تو میرے ساتھ وہاں موجود تھے۔ تم نے اسے کیوں نہیں روکا"..... بات کرتے کرتے امیر کاکیشن کو یکلخت غصہ آ گیا۔

"وہ روشنی کا آدمی ہے آقا۔ میں اسے نہ روک سکتا تھا اور نہ ہی اس کے خلاف کچھ کر سکتا تھا ورنہ میں یکلخت فنا ہو جاتا۔ ہم تو اندھیرے کے لوگ ہیں اور روشنی کے قریب جاتے ہی اندھیرا فنا ہو جاتا ہے آقا۔ البتہ میں نے آپ کی جان بچائی ہے ورنہ وہ آپ کو ہلاک کر دیتا"..... یوغا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ۔ لیکن وہ ہیں کہاں اور کیا کر رہے ہیں"...... امیر کاکیشن نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد کہا۔

"میں تو آپ کی فکر میں تھا آقا۔ اب آپ اجازت دیں تو ان کے بارے میں معلوم کرتا ہوں"..... یوغا نے کہا۔

"ہاں۔ جاؤ اور معلوم کر کے مجھے تفصیل بتاؤ اور سنو۔ ڈاکٹر کو میرے پاس بھجوا دو"..... امیر کاکیشن نے کہا اور آنکھیں بند کر لیں۔ یوغا مڑا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد بوڑھا ڈاکٹر اندر داخل ہوا۔

"اب آپ کی طبیعت کیسی ہے آقا"..... ڈاکٹر نے قریب آ

کر سر جھکاتے ہوئے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"تم بتاؤ ڈاکٹر کہ میں کب ٹھیک ہو کر یہاں سے جا سکوں گا اور سنو۔ میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ تم جتنی دولت چاہو تمہیں مل جائے گی۔ پہلے بھی مل رہی ہے۔ بولو"..... امیر کاکیشن نے سخت اور تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"عام حالات میں تو آپ کو پندرہ روز یہاں رہنا پڑتا لیکن آپ کے حکم پر میں چند ایسی ادویات استعمال کروں گا کہ آپ دو گھنٹے بعد آسانی سے چل پھر سکتے ہیں۔ البتہ آپ کے زخم دس پندرہ روز بعد ہی مندمل ہو سکیں گے"..... ڈاکٹر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ جاؤ لے آؤ دوائیں اور ہاں۔ دوائیں دے کر تم جب واپس اپنے کمرے میں جاؤ گے تو تمہارا بڑا بیگ سرخ رنگ کی ڈلیوں سے بھرا ہوا ہو گا۔ جاؤ"..... امیر کاکیشن نے کہا تو بوڑھے ڈاکٹر کا چہرہ یکلخت کھل اٹھا۔

"بے حد شکریہ جناب۔ میں ابھی دوائیں لے کر واپس آتا ہوں۔ پھر آپ دو گھنٹوں بعد اپنے پیروں پر چل کر آسانی سے جا سکیں گے"..... ڈاکٹر نے انتہائی مسرت بھرے لہجے میں کہا اور امیر کاکیشن نے وہیں لیٹے لیٹے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر واقعی ادویات کے استعمال کے دو گھنٹوں بعد امیر کاکیشن کو ایسے محسوس ہوا جیسے وہ بالکل صحت مند ہو گیا ہے۔ اس کے کولہوں پر بینڈیجز ابھی موجود تھیں لیکن نہ ہی اسے حرکت کرنے اور نہ ہی چلنے پھرنے میں

کوئی تکلیف محسوس ہو رہی تھی۔

"بہت خوب ڈاکٹر یاور۔ تم واقعی ہمارے مطلب کے ڈاکٹر ہو"..... امیر کاکیشن نے ایک طرف خاموش کھڑے ہوئے بوڑھے ڈاکٹر یاور سے مخاطب ہو کر کہا۔

"آپ کی مہربانی ہے امیر"..... ڈاکٹر یاور نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"تمہیں تمہارا انعام مل گیا ہے یا نہیں"..... امیر کاکیشن نے کہا۔

"بالکل مل گیا ہے جناب۔ آپ حکم دیں اور اس کی تعمیل نہ ہو۔ یہ تو ناممکن ہے"..... ڈاکٹر یاور نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"تم نے مجھے خوش کیا ہے اس لئے میں تمہیں بھی خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔ جاؤ۔ میں نے تمہیں انعام و اکرام بخش دیا ہے جاؤ"..... امیر کاکیشن نے کہا تو ڈاکٹر یاور نے انتہائی مسرت بھرے انداز میں سلام کیا اور پھر تیزی سے مڑ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔

"یوغا اندر آؤ"..... امیر کاکیشن نے کہا تو کمرے کا دروازہ کھلا اور یوغا اندر داخل ہوا اور امیر کاکیشن کے سامنے سر جھکا کر کھڑا ہو گیا۔

"جن لوگوں نے ہم پر فائرنگ کی وہ اس وقت کہاں تھے جب تم ہمیں وہاں سے اٹھا کر لے آئے تھے"..... امیر کاکیشن نے سخت لہجے میں کہا۔

”وہ وہیں اسی مکان میں تھے جناب۔ جس آدمی نے آپ پر فائرنگ کی تھی وہ جیسے ہی کمرے سے باہر گیا اس کے ساتھی بے ہوش تھے۔ اسی لئے میں نے فوراً آپ کو وہاں سے اٹھوا لیا“..... یوغا نے جواب دیا۔

”تم نے پہلے بتایا تھا کہ وہ روشنی کے لوگ تھے اس لئے تم ان کا خاتمہ نہ کر سکتے تھے۔ یہی کہا تھا تم نے“..... امیر کا کیش کا لہجہ مزید سخت ہو گیا۔

”ہاں آقا“..... یوغا نے سر جھکا کر کہا۔

”کیا وہ سب کے سب روشنی کے لوگ تھے یا ان میں سے ایک تھا“..... امیر کا کیش نے پوچھا۔

”جس آدمی نے آپ پر فائر کیا تھا اس میں روشنی بے حد تیز تھی البتہ باقی افراد جو بے ہوش تھے ایک عورت سمیت ان سب میں بہرحال روشنی موجود تھی“..... یوغا نے جواب دیا۔

”اب وہ لوگ کہاں ہیں“..... امیر کا کیش نے پوچھا۔

”ابھی معلوم نہیں ہو سکا آقا“..... یوغا نے کہا۔

”تو جاؤ اور معلوم کرو۔ پھر پوری تفصیل بتاؤ۔ میں اب بڑی حویلی میں جا رہا ہوں۔ تم نے وہیں آ کر بتانا ہے“..... امیر کا کیش نے کہا۔

”بڑی حویلی۔ تو آپ امیر میروم کے پاس جا رہے ہیں“..... یوغا نے چونک کر کہا۔

”ہاں۔ ہم اس سلسلے میں ان سے مشورہ لینا چاہتے ہیں۔ کیوں۔ تم کیوں اس انداز میں پوچھ رہے ہو“..... امیر کا کیش نے کہا۔

”آقا۔ امیر میروم وادی شاہاں میں خفیہ کنویں کی تلاش میں گئے تھے لیکن انہیں ناکام لوٹنا پڑا۔ کیونکہ ان کے نائب وارپوش نے دو الوؤں کو گولی مار کر ہلاک کر دیا اور ان کا خون نیچے وادی میں گر گیا جس کی وجہ سے ایک ہفتے تک اس کنویں کو تلاش نہیں کیا جا سکتا۔ اسی وجہ سے امیر میروم بے حد پریشان ہیں۔ وہ اسے اپنی ناکامی سمجھ رہے ہیں اس لئے شاید وہ آپ کو مشورہ ہی نہ دے سکیں“..... یوغا نے کہا۔

”یہ معمولی بات ہے ایسا ہوتا رہتا ہے انہیں بہت کچھ معلوم ہے۔ بہرحال تم نے تمام معلومات حاصل کر کے ہمیں بڑی حویلی میں آ کر ہی بتانی ہیں“..... امیر کا کیش نے فیصلہ کن لہجے میں کہا تو یوغا نے سر جھکا کر اسے سلام کیا اور مڑ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔

"عمران صاحب۔ امیر کاکیشن کو جس طرح غائب کیا گیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امیر کاکیشن کو غیر مرئی شیطانی قوتیں وہاں سے لے گئی ہیں اور امیر کاکیشن نے ہوش میں آتے ہی سب سے پہلے ہمارے بارے میں ہی معلومات حاصل کرنی ہیں اور ہمیں معلوم ہی نہیں ہوگا اور وہ معلومات حاصل کر لیں گے۔ ان کے لئے ہمارا کوٹھی بدلنا کوئی معنی نہیں رکھتا"...... صفدر نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"تمہاری بات درست ہے"...... عمران نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"تو پھر کیا کیا جائے"...... صفدر نے انتہائی تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

"یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ انہیں یہاں داخل ہونے سے روکا جا

سکتا ہے لیکن انہیں بہرحال ہماری یہاں موجودگی کا علم ہو جائے گا اور ہم نے یہاں ساری عمر تو نہیں بیٹھے رہنا۔ اوہ ہاں۔ یہ ٹھیک رہے گا"...... عمران نے بات کرتے کرتے چونک کر کہا۔

"کیا ہوا عمران صاحب"...... صفدر نے چونک کر پوچھا۔ باقی ساتھی خاموش تھے جبکہ زخمی یعقوب ایک کرسی پر بندھا ہوا موجود تھا۔ اس کی ضروری بینڈیج کر دی گئی تھی۔

"میرے ذہن میں ایک خیال آیا ہے۔ اب تک ہم اسے عام سا مشن سمجھ کر کام کر رہے تھے لیکن اب اس امیر کاکیشن کے اس طرح غائب ہونے اور تمہارے بات کرنے پر مجھے خیال آیا ہے کہ اب ہمارے خلاف شیطانی قوتیں حرکت میں آ چکی ہیں۔ اس لئے اب ان سے حفاظت کے لئے ہمیں ہر طرح سے چوکنا رہنا چاہئے"...... عمران نے کہا۔

"یہی بات تو میں کر رہا ہوں کہ اب ہم کیسے ان سے چوکنا رہیں گے۔ وہ عام انسان تو نہیں ہیں بہرحال قوتیں ہیں"...... صفدر نے کہا۔

"اللہ تعالیٰ کا مقدس کلام تمام کائنات کی شیطانی قوتوں کے خلاف سب سے بڑی ڈھال ہے۔ میں پہلے اس کا بندوبست کرتا ہوں"...... عمران نے کہا اور اٹھ کر باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس آیا تو اس نے وضو کر لیا تھا۔ اس نے وہیں میز پر موجود پیڈ میں سے ایک کاغذ علیحدہ کیا اور پھر پین سے اس نے اس

کاغذ پر چہار قل شریف لکھنے شروع کر دیئے۔ چہار قل شریف لکھنے
کے بعد اس نے کاغذ کو تہہ کر کے اسے جولیا کی طرف بڑھا دیا۔

"یہ لو۔ اسے اپنے پاس رکھ لو۔ اللہ تعالیٰ کا یہ مقدس کلام تمام
شیطانی قوتوں اور اس کی تمام ذریات سے تمہاری حفاظت کرے
گا"...... عمران نے کہا تو جولیا نے اٹھ کر کاغذ لیا اور پھر اسے اپنے
پرس میں رکھ لیا۔ اس کے بعد عمران نے باری باری اپنے اور
دوسرے ساتھیوں کے لئے چہار قل شریف لکھے اور سب کو تہہ کر کے
ایک ایک کاغذ دے دیا۔ آخر میں اس نے ایک کاغذ تہہ کر کے اپنی
جیب میں رکھ لیا۔

"کیا یہ کوئی بھی لکھ سکتا ہے یا صرف تمہارے لکھے ہوئے کا
فائدہ ہوگا"...... تنویر نے پوچھا تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔

"میں کیا اور میری حیثیت کیا۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا مقدس کلام
ہے۔ اس کا ایک حرف پوری دنیا کے شیطانوں کے خلاف ڈھال
ہے اور شیطان اور اس کی ذریات مجسم اندھیرا ہیں جبکہ یہ عظیم روشنی
ہے۔ تم خود سوچو کہ جہاں روشنی ہو جائے وہاں اندھیرا کیسے رہ سکتا
ہے"...... عمران نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"یہ تو مجھے بھی معلوم ہے۔ میں پوچھ رہا ہوں کہ کیا تمہارے
لکھے کا اثر ہوتا ہے یا میں بھی لکھ دوں تو ویسے ہی اثر ہوگا"...... تنویر
نے کہا۔

"اپنے اپنے ایمان اور یقین کی بات ہے۔ میرا خیال ہے کہ

تمہارا ایمان اور یقین مجھ سے لازماً زیادہ ہوگا کیونکہ تم سچے اور
کھرے آدمی ہو۔ اس لئے اگر تم لکھو تو میرے لکھے سے بھی زیادہ
اور جلدی اثر ہوگا"...... عمران نے جواب دیا تو تنویر کا ستا ہوا چہرہ
بے اختیار پھول کی طرح کھل اٹھا۔

"میں اب واپس جا کر عربی لکھنا سیکھوں گا"...... تنویر نے
بڑے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"اگر میرے شاگرد بننے کا اعلان کرو تو میں ابھی یہیں بیٹھے
بیٹھے سکھا سکتا ہوں"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اتنی جلدی نہیں۔ اس میں اصلی بات تو اعراب ہوتے
ہیں۔ ایک زیر یا زبر بھی غلط ہو گئی تو معنوں میں فرق پڑ جاتا
ہے"...... تنویر نے کہا۔

"تم شاگرد تو بنو۔ پھر دیکھو کس طرح اعراب تمہارے سامنے
ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوں گے"...... عمران نے کہا۔

"کیا بات ہے۔ تم مجھے شاگرد بنانے پر کیوں تلے ہوئے
ہو"...... تنویر نے قدرے مشکوک لہجے میں کہا تو عمران بے اختیار
ہنس پڑا۔

"شاگرد کو جرأت نہیں ہوتی کہ استاد کے مقابلے پر کھڑا ہو
سکے۔ بہرحال میں بتا دیتا ہوں۔ عربی میں چار تو حرف ہیں۔ ع ر
ب ی اور بس۔ عربی لکھنا آ گیا"...... عمران نے کہا تو تنویر سمیت
سب بے اختیار ہنس پڑے۔ اسی لمحے یعقوب کی کراہ سنائی دی تو

سیف چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگے۔

"میں اسی انتظار میں تھا کہ اسے ہوش آ جائے کیونکہ جس انداز کا یہ زخمی ہے اگر اسے جبراً ہوش میں لایا گیا تو یہ ہلاک بھی ہو سکتا ہے"...... عمران نے کہا۔

"م۔ م۔ میں کہاں ہوں۔ یہ۔ یہ کیا۔ کیا مطلب"...... یعقوب نے پوری طرح ہوش میں آتے ہی اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا لیکن ایک تو وہ زخمی تھا دوسرا بندھا ہونے کی وجہ سے وہ صرف کسمسا کر ہی رہ گیا تھا۔

"تمہارا نام یعقوب ہے"...... عمران نے اس سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہاں"...... یعقوب نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"تمہیں کس نے ہمیں بے ہوش کر کے اغوا کرنے کا حکم دیا تھا"...... عمران نے پوچھا۔

"امیر فواد نے۔ وہ ہمارا آقا ہے"...... یعقوب نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"امیر کا کیشن کو بھی اسی نے بھجوایا تھا یا تم نے خود بلوایا تھا"...... عمران نے پوچھا۔

"امیر فواد نے حکم دیا تھا کہ امیر کا کیشن آ رہی ہیں۔ تم لے آؤ اور وہ خود ہی جو مناسب سمجھیں گے کرنے کا حکم دیں گے"...... یعقوب نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"فواد کہاں رہتا ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"مجھے نہیں معلوم۔ اور مجھے کیا، کسی کو بھی معلوم نہیں ہے۔ صرف اس کا فون آتا ہے اور بس"...... یعقوب نے جواب دیا۔

"اس کا فون نمبر کیا ہے۔ لیکن یہ سن لو کہ تمہیں یہ نمبر کنفرم کرانا ہوگا"...... عمران نے کہا تو یعقوب کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔

"کنفرم۔ وہ کس طرح"...... یعقوب نے کہا۔

"تم اس نمبر پر فون کر کے اسے کہو گے کہ تم کسی کمرے میں زخمی پڑے ہوئے ہو اور کمرے کا دروازہ بند ہے۔ کمرے میں چونکہ فون موجود ہے اس لئے تم اسے فون کر رہے ہو"...... عمران نے کہا۔

"اوہ ہاں۔ بالکل۔ ضرور میں کرا دیتا ہوں کنفرم تمہیں۔ لیکن مجھے ہلاک مت کرو۔ میں تو صرف حکم کا غلام ہوں"...... یعقوب نے کہا اور عمران اس کی آنکھوں میں ابھر آنے والی چمک دیکھ کر چونک پڑا۔

"کیا نمبر ہے بتاؤ"...... عمران نے کہا تو یعقوب نے نمبر بتا دیا۔

"یہ قاہرہ ایکسچینج کا نمبر تو نہیں ہے"...... عمران نے کہا۔

"مجھے نہیں معلوم کہ کہاں کا نمبر ہے۔ بہرحال یہی نمبر ہے چیف کا"...... یعقوب نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیا یہ نمبر براہ راست ہے یا کسی دوسرے نمبر کے ذریعے بات

ہوتی ہے“..... عمران نے پوچھا۔

”اس کی پرسنل سیکرٹری بات کراتی ہے“..... یعقوب نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کیا وہاں ایسے آلات ہیں جن کی مدد سے اگر یہاں سے فون کیا جائے تو وہ اسے چیک کر لیں گے“..... عمران نے کہا تو یعقوب ایک بار پھر چونک پڑا۔

”مجھے نہیں معلوم۔ میں تو کبھی وہاں گیا نہیں اور نہ ہی کوئی اور وہاں گیا ہے“..... یعقوب نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”امیر کاکیش کہاں رہتا ہے“..... عمران نے ایک لمحے کی خاموشی کے بعد پوچھا۔

”امیر کاکیش کی قاہرہ کے نواح میں بہت بڑی اور قدیم حویلی ہے۔ اسے کاکیش حویلی کہا جاتا ہے۔ قاہرہ کا بچہ بچہ اس کے بارے میں جانتا ہے“..... یعقوب نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”یہ بتاؤ کہ اگر فواد ختم ہو جائے تو اس کا نیٹ ورک قائم رہے گا یا ختم ہو جائے گا“..... عمران نے کہا۔

”اول تو یہ بات ممکن ہی نہیں ہے اور اگر ایسا ہو جائے تو پھر نیٹ ورک کیسے قائم رہ سکتا ہے۔ اس نیٹ ورک کے بے شمار سیکشن ہیں اور ہر سیکشن کا انچارج علیحدہ ہے اور ایک انچارج دوسرے کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ سب کا رابطہ براہ راست امیر فواد سے ہی ہوتا ہے۔ اس لئے اس کے بعد سب سیکشن آزاد ہو جائیں گے“.....

یعقوب نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تم کس سیکشن کے انچارج ہو“..... عمران نے پوچھا۔

”میرا سیکشن انڈر ورلڈ کا سیکشن کہلاتا ہے اور پورے مصر کی زیر زمین دنیا میں میرے سیکشن کے افراد پھیلے ہوئے ہیں اور میں ہی انہیں کنٹرول کرتا ہوں۔ یہ تو امیر کاکیش کی وجہ سے میں نے تمہیں ہلاک نہیں کیا ورنہ تو میں اسی بے ہوشی کے عالم میں ہی تمہیں ہلاک کر دیتا کیونکہ پہلے امیر فواد نے یہی حکم دیا تھا لیکن پھر شاید امیر کاکیش کی وجہ سے حکم بدل دیا“..... یعقوب نے کہا۔

”کیا امیر کاکیش جانتا ہے کہ فواد کہاں رہتا ہے اور کون ہے“..... عمران نے پوچھا۔

”امیر کاکیش قاہرہ کا سب سے بڑا آدمی ہے اور میں نے محسوس کیا ہے کہ امیر فواد بھی امیر کاکیش کی بات مانتا ہے ورنہ وہ کبھی اپنا حکم تبدیل نہ کرتا۔ وہ ایسا ہی آدمی ہے“..... یعقوب نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تمہیں معلوم ہے کہ امیر کاکیش شیطان کا پیروکار ہے“..... عمران نے کہا۔

”ہاں۔ پورا قاہرہ جانتا ہے کہ امیر کاکیش ایسی طاقتوں کا مالک ہے جس کا عام آدمی تصور بھی نہیں کر سکتا“..... یعقوب نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کیا تم مسلمان ہو“..... عمران نے پوچھا۔

"ہاں۔ میں مسلمان ہوں۔ کیوں"..... یعقوب نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"اس کے باوجود تم شیطان اور شیطان کی طاقتوں کے ساتھ کام کر رہے ہو"..... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"مجھے کسی شیطان سے کیا لینا دینا۔ میں تو انڈر ورلڈ کا کنگ ہوں اور بس"..... یعقوب نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اگر تمہیں کہا جائے کہ تم امیر کاکیشن کے خلاف کام کرو جو شیطان کا پیروکار ہے تو کیا تم آمادہ ہو جاؤ گے"..... عمران نے کہا۔

"میں امیر کاکیشن کے خلاف کیسے کام کر سکتا ہوں۔ اس کے پاس بے شمار طاقتیں ہیں۔ وہ تو مجھے چٹکی میں مسل دے گا"..... یعقوب نے خوفزدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"مسلمان ہو کر شیطانی طاقتوں سے ڈرتے ہو"..... عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"میں مسلمان ضرور ہوں لیکن میں امیر کاکیشن کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس کے خلاف تو سوچنے والا بھی بیدردی سے ہلاک کر دیا جاتا ہے"..... یعقوب نے قدرے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"موت زندگی تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ امیر کاکیشن کے ہاتھ میں تو نہیں"..... عمران نے کہا۔

"تم جو مرضی آئے کہو۔ یہاں قاہرہ میں امیر کاکیشن کی مہربانی سے ہی کسی کی زندگی قائم رہ سکتی ہے ورنہ نہیں"..... یعقوب نے جواب دیا۔

"تم۔ تم اس حد تک گر چکے ہو"..... عمران نے یکلخت بھڑکتے ہوئے لہجے میں کہا اور دوسرے لمحے اس نے جیب سے ہاتھ باہر نکالا اور تڑتڑاہٹ کی تیز آوازوں کے ساتھ ہی یعقوب چیختا ہوا کرسی سمیت پیچھے جا گرا۔

"ناسنس"..... عمران نے جیب سے نکالا ہوا مشین پسٹل واپس جیب میں ڈالتے ہوئے کہا۔ اس کا چہرہ غصے کی شدت سے قندھاری انار کی طرح سرخ ہو رہا تھا اور آنکھوں سے شعلے سے نکلنے لگے تھے۔ عمران کی بات کا جواب جس انداز میں یعقوب نے دیا تھا ظاہر ہے وہ عمران کے لئے ناقابل برداشت تھا۔

"عمران صاحب۔ ہمیں باہر چیک کرنا ہوگا۔ فائرنگ کی آوازیں لازماً باہر سنائی دی ہوں گی"..... صفدر نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ سب باہر جا کر سامنے اور پچھلی طرف کا خیال رکھو۔ میں اس فواد کو چیک کرنا چاہتا ہوں"..... عمران نے کہا۔

"عمران صاحب۔ اس فواد کو چھوڑیں۔ اس امیر کاکیشن کا کچھ کریں۔ فواد تو عام سا مجرم ہے جبکہ امیر کاکیشن کی پوزیشن دوسری ہے"..... کیپٹن شکیل نے کہا۔

"کاکیشن تو ہمارے خلاف شیطانی کارروائی کرتا رہے گا جبکہ ہمارے پاس روشن کلام موجود ہے۔ اس لئے کاکیشن کی کوئی کارروائی ہمارے خلاف مؤثر نہیں ہو سکتی البتہ فواد کا نیٹ ورک پورے مصر

میں پھیلا ہوا ہے اور وہ لازماً ہمارے خلاف مسلسل کارروائیاں کرتا رہے گا۔ اس لئے پہلے اس کا خاتمہ ضروری ہے"..... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"لیکن اس کا پتہ ہی کسی کو معلوم نہیں ہے"..... صفدر نے کہا۔

"میں معلوم کر لوں گا۔ فون نمبر میرے پاس موجود ہے"..... عمران نے کہا۔

"تم اسے ٹریس کرو جبکہ مجھے اجازت دو میں صفدر کے ساتھ جا کر اس کاکیش کا خاتمہ کرتا ہوں۔ ہمیں اسے ڈھیل نہیں دینی چاہئے"..... تنویر نے کہا۔

"تنویر کی تجویز اچھی ہے عمران صاحب۔ ہمیں بیک وقت دونوں کے خلاف کام کرنا چاہئے"..... صفدر نے تنویر کی تجویز کی حمایت کرتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ ہمیں اصل مسئلے کی طرف توجہ دینی چاہئے۔ ہم ادھر ادھر الجھ رہے ہیں"..... اچانک خاموش بیٹھی جولیا نے کہا۔

"بات تو تمہاری بھی ٹھیک ہے جولیا۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ ہمیں ابھی تک اصل مشن کا علم ہی نہیں ہے۔ میرا خیال ہے کہ امیر کاکیش اس بارے میں جانتا ہوگا۔ اس لئے پہلے امیر کاکیش کو کور کرنا چاہئے"..... عمران نے کہا۔

"پھر ایسا ہے عمران صاحب کہ آپ فواد کے بارے میں معلومات حاصل کر کے ہمیں بتا دیں۔ ہم دو گروپ بنا کر دونوں کے

خلاف کام شروع کر دیتے ہیں۔ میں اور تنویر اس فواد کے خلاف کام کرتے ہیں۔ جبکہ آپ کیپٹن شکیل اور مس جولیا کے ساتھ اس کاکیش کے خلاف کام کریں"..... صفدر نے کہا۔

"میں تنویر کے ساتھ مل کر فواد کے خلاف کام کروں گی"..... جولیا نے کہا تو تنویر نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"کیا تمہیں کاکیش سے ڈر محسوس ہو رہا ہے"..... عمران نے یکلخت سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"میں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی سے نہیں ڈرتی۔ لیکن مجھے معلوم ہے کہ شیطان کے خلاف جو کارروائی تم کر سکتے ہو، وہ میں نہیں کر سکتی البتہ فواد کے خلاف ہم زیادہ بہتر انداز میں کام کر سکیں گے"..... جولیا نے بڑے سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا تو عمران بے اختیار مسکرا دیا۔

"او کے۔ جیسے تم کہو"..... عمران نے کہا اور پھر وہ صفدر سے مخاطب ہو گیا۔

"ساتھ والی کوٹھی سے بیگ لے آئے ہو"..... عمران نے پوچھا تو صفدر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"اس میں قاہرہ کا تفصیلی نقشہ ہوگا۔ میں نے ایئرپورٹ سے خریدا تھا۔ وہ لے آؤ تا کہ فواد کو ٹریس کیا جا سکے"..... عمران نے کہا۔

"عمران صاحب۔ فون کر کے یہ تو معلوم کر لیں کہ یہ نمبر فواد کا

ہے بھی یا نہیں“۔۔۔ کیپٹن شکیل نے کہا۔

”وہ بھی معلوم کر لوں گا۔ ویسے میں نے کہا تھا کہ باہر جا کر سامنے اور عقبی طرف کا خیال رکھنا چاہئے لیکن تم سب یہیں موجود ہو۔ اگر کوئی اچانک ہم پر نازل ہو گیا تو مشکل ہو جائے گی“۔۔۔ عمران نے کہا تو تنویر، جولیا اور کیپٹن شکیل اٹھ کھڑے ہوئے۔ اسی لمحے صفدر اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں تہہ شدہ نقشہ تھا۔

”کیا ہوا“۔۔۔ صفدر نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

”جب تک عمران صاحب تواوے کے بارے میں معلومات حاصل کریں۔ ہمیں اس کوٹھی کی دونوں سمتوں سے نگرانی کرنا چاہئے“۔۔۔ کیپٹن شکیل نے جواب دیا تو صفدر نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر وہ بھی ان کے ساتھ ہی کمرے سے باہر نکل گیا۔ عمران نے نقشہ کھول کر اسے میز پر رکھا اور پھر ساتھ پڑے ہوئے فون کا رسیور اٹھا کر اس نے تیزی سے انکوائری کے نمبر پریس کر دیئے۔

”یس انکوائری پلیز“۔۔۔ رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

”سیٹلائٹ فون ایکس چینج کا نمبر دیں“۔۔۔ عمران نے مقامی زبان میں کہا لیکن لہجہ خاصا تحکمانہ تھا۔

”آپ کون بول رہے ہیں“۔۔۔ دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

”چیف آفس سے سارجنٹ یعقوب بول رہا ہوں“۔۔۔ عمران نے اسی طرح تحکمانہ لہجے میں کہا۔ اسے معلوم تھا کہ یہاں قاہرہ

میں پولیس آفیسرز سارجنٹ کہلواتے ہیں اور چیف آفس پولیس چیف سارجنٹ کا آفس کہلواتا ہے۔ اسے یہ بھی بخوبی معلوم تھا کہ یہاں پولیس کو کس قدر وسیع اختیارات حاصل ہیں۔

”اوہ یس سر۔ سوری سر۔ چونکہ سیٹلائٹ ایکسچینج کے نمبر صرف وی آئی پی استعمال کرتے ہیں اس لئے عام آدمی کو نمبر بتانا منع ہے۔ اس لئے میں نے پوچھا تھا“۔۔۔ انکوائری آپریٹر نے انتہائی خوشامدانہ لیکن معذرت خواہانہ لہجے میں کہا۔

”نمبر بتاؤ۔ وقت مت ضائع کرو“۔۔۔ عمران نے پہلے سے زیادہ سخت لہجے میں کہا۔

”یس سر“۔۔۔ انکوائری آپریٹر نے انتہائی سہمے ہوئے لہجے میں کہا اور ساتھ ہی نمبر بتا دیا تو عمران نے بغیر کوئی جواب دیئے کریڈل پریس کر دیا اور پھر ٹون آنے پر اس نے تیزی سے انکوائری آپریٹر کے بتائے ہوئے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

”سیٹلائٹ ایکسچینج“۔۔۔ رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

”چیف آفس سے سارجنٹ یعقوب بول رہا ہوں“۔۔۔ عمران نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

”یس سر۔ فرمایئے“۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

”ایک نمبر چیک کریں اور اس بارے میں تفصیل بتائیں۔ ارث ازوری کا اپارٹمنٹ سٹیٹ پرابلم“۔۔۔ عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"یس سر۔ فرمایئے سر"...... دوسری طرف سے بولنے والی کا لہجہ مزید مؤدبانہ ہو گیا تھا اور عمران نے وہ نمبر بتا دیا جو اسے یعقوب نے بتایا تھا۔

"سوری سر۔ یہ نمبر سیلائٹ ایکسچینج کا نہیں ہے بلکہ ریڈزون کا نمبر ہے جو صرف پرائم منسٹر آفس سے خفیہ طور پر جاری کیا جاتا ہے"...... دوسری طرف سے کہا گیا تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔

"ریڈزون سے آپ کا کیا مطلب ہے"...... عمران نے کہا۔

"سر۔ یہ ٹاپ سیکرٹ سیلائٹ ایکسچینج ہے جس کے بارے میں کسی کو معلوم نہیں ہے کہ کہاں نصب ہے۔ پرائم منسٹر صاحب اس کے نمبر خصوصی طور پر جاری فرماتے ہیں"...... دوسری طرف سے تفصیل بتاتے ہوئے کہا گیا۔

"پرائم منسٹر سیکرٹریٹ تو وسیع ہے۔ اس کا کوئی سپیشل سیکشن بتائیں"...... عمران نے کہا۔

"ریڈزون نام کا علیحدہ سیکشن ہے جناب۔ جس کے انچارج پرائم منسٹر صاحب کے ملٹری سیکرٹری کرنل عاطف ہیں"...... دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

"پرائم منسٹر کے ملٹری سیکرٹری کا اپنا نمبر بتاؤ"...... عمران نے کہا تو دوسری طرف سے نمبر بتا دیا گیا تو عمران نے شکریہ کہہ کر کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے ایک بار پھر انکوائری کے نمبر پریس کر دیئے۔

"انکوائری پلیز"...... رابطہ قائم ہوتے ہی نسوانی آواز سنائی دی۔

"پریذیڈنٹ صاحب کے ملٹری سیکرٹری کا نمبر دیں"...... عمران نے لہجہ اور آواز بدل کر کہا تو دوسری طرف سے فوراً ہی نمبر بتا دیا گیا۔ عمران نے کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر نمبر پریس کر دیئے۔

"ملٹری سیکرٹری ٹو پریذیڈنٹ"...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔ لہجہ سخت تھا۔

"کیا پرائم منسٹر صاحب کے ملٹری سیکرٹری آپ کے چھوٹے بھائی ہیں"...... عمران نے کہا۔

"کیا۔ کیا کہہ رہے ہیں۔ عاطف میرا بھائی کیسے ہو گیا۔ آپ کون ہیں"...... دوسری طرف سے چونک کر کہا گیا۔

"ارے آپ ملٹری انٹیلی جنس کے چیف جناب سرمد نہیں ہیں"...... عمران نے کہا کیونکہ اس نے ملٹری انٹیلی جنس کے چیف کے بارے میں باقاعدہ یہاں آنے سے پہلے معلومات حاصل کی تھیں تاکہ کسی بھی وقت اگر اس سے کسی بھی معاملے میں کوئی مدد حاصل کرنا پڑے تو کم از کم اسے نام کا علم تو ہو۔

"اوہ۔ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں ملٹری انٹیلی جنس کا چیف نہیں ہوں۔ جناب پریذیڈنٹ کا ملٹری سیکرٹری حسن علی ہوں۔ کرنل عاطف جناب سرمد کے چھوٹے بھائی ہیں۔ مجھے تو یہ معلوم نہیں تھا

اور نہ ہی کبھی عاطف نے بتایا ہے"...... دوسری طرف سے حیرت بھرے لہجے میں کہا گیا۔

" مجھے تو خود معلوم نہیں۔ میں تو آپ سے پوچھ رہا تھا میرا نام شنکر ہے اور میرا تعلق کافرستانی سفارتخانے سے ہے"...... عمران نے کہا۔

" سوری۔ مجھے نہیں معلوم۔ آپ براہ راست ان سے پوچھ لیں"...... دوسری طرف سے اس بار سخت لہجے میں کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔ عمران نے سفارت خانے کا نام اس لئے لیا تھا تاکہ وہ مطمئن ہو جائے اور پرائم منسٹر کے ملٹری سیکرٹری کو فون کر کے خود ہی معلوم نہ کرنے لگے۔ فون کا رابطہ ختم ہوتے ہی عمران نے ایک بار پھر کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے پرائم منسٹر کے ملٹری سیکرٹری کا نمبر پریس کر دیا۔

" ملٹری سیکرٹری ٹو پرائم منسٹر"...... دوسری طرف سے ایک سخت سی آواز سنائی دی۔

" حسن علی ملٹری سیکرٹری ٹو پریذیڈنٹ بول رہا ہوں"...... عمران نے اس بار پریذیڈنٹ کے ملٹری سیکرٹری کی آواز اور لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

" اوہ آپ۔ فرمائیے کیسے کال کی ہے"...... دوسری طرف سے چونک کر کہا گیا اور ساتھ ہی لہجہ بھی مؤدبانہ ہو گیا کیونکہ بہرحال پروٹوکول کے تحت پریذیڈنٹ کے ملٹری سیکرٹری کا عہدہ اس سے بڑا

تھا۔

" جناب پریذیڈنٹ صاحب بے حد مصروف ہیں۔ انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ سے ایک ریڈزون نمبر کے بارے میں تفصیل معلوم کروں"...... عمران نے کہا۔

" ریڈزون نمبر۔ مگر"...... دوسری طرف سے چونک کر اور حیرت بھرے لہجے میں کہا گیا۔

" کوئی اہم ملکی معاملہ ہے۔ تفصیل تو صرف پریذیڈنٹ صاحب کو ہی معلوم ہوگی۔ مجھے تو صرف یہی حکم دیا گیا ہے کہ اس نمبر کا محل وقوع آپ سے معلوم کیا جائے"...... عمران نے کہا۔

" اوہ اچھا۔ ٹھیک ہے۔ فرمائیے کونسا نمبر ہے"...... دوسری طرف سے کہا گیا تو عمران نے فواد کا نمبر بتا دیا۔

" ہولڈ کریں۔ میں بتاتا ہوں"...... دوسری طرف سے کہا گیا اور پھر اس کے ساتھ ہی لائن پر خاموشی طاری ہو گئی۔ عمران سمجھ گیا کہ ملٹری سیکرٹری سپیشل کمپیوٹر سے چیک کر کے بتائے گا۔

" ہیلو سر۔ کیا آپ لائن پر ہیں"...... تھوڑی دیر بعد ملٹری سیکرٹری کی آواز سنائی دی۔

" یس فرمائیے"...... عمران نے کہا۔

" یہ نمبر طویل عرصہ سے جناب فواد صاحب کو الاٹ شدہ ہے اور ڈبل سپیشل نمبر ہے۔ سوائے پرائم منسٹر صاحب اور جناب پریذیڈنٹ صاحب کے اور کسی کو اس بارے میں تفصیل نہیں بتائی جا

سکتی۔ اب چونکہ پریذیڈنٹ صاحب نے معلوم کرایا ہے تو ان کی خدمت میں رپورٹ دے دیں کہ یہ نمبر سنٹرل روڈ کی الیون نمبر عمارت میں نصب ہے۔ یہ عمارت سپیشل ایجنسی کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ اس سپیشل ایجنسی کے انچارج جناب فواد صاحب ہیں۔ یہ نمبر ان کے نام پر ہے"...... ملٹری سیکرٹری نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"بے حد شکریہ۔ اب میں پریذیڈنٹ صاحب کو نہ صرف تفصیلی رپورٹ دوں گا بلکہ انہیں آپ کے تعاون کے بارے میں بھی بتاؤں گا"...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"بے حد شکریہ جناب"...... دوسری طرف سے کہا گیا اور عمران نے کریڈل دبا دیا۔ اسے نقشے پر محنت بھی نہ کرنی پڑی تھی اور اسے اس عمارت کے بارے میں بھی معلوم ہو گیا تھا۔ لیکن یہ بات اس کے حلق سے نہ اتر رہی تھی کہ فواد سپیشل ایجنسی کا چیف ہے کیونکہ یعقوب نے جس انداز میں انہیں عام سی کرسیوں پر رسیوں سے باندھا تھا اس سے یہ ہرگز محسوس نہ ہوتا تھا کہ وہ کسی باقاعدہ تربیت یافتہ ایجنسی کے افراد ہوں گے اور نہ ہی یعقوب کے لب و لہجے سے اس کا پتہ چلتا تھا۔

"یہ ہو سکتا ہے کہ یعقوب چونکہ انڈر ورلڈ سیکشن کا انچارج ہے اس لئے اس کا انداز ایسا ہو"...... عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر اٹھ کر وہ بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"کیا ہوا عمران صاحب"...... باہر برآمدے میں موجود کیپٹن

شکیل نے اس سے پوچھا۔ جولیا بھی اس کے ساتھ تھی۔ عمران نے انہیں تفصیل بتا دی۔

"پھر اب کیا پروگرام ہے"...... کیپٹن شکیل نے کہا۔

"وہی۔ صفدر، جولیا اور تنویر فواد کے خلاف کام کریں گے جبکہ میں تمہارے ساتھ مل کر اس کاکیش سے نمٹوں گا"...... عمران نے کہا تو کیپٹن شکیل نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"میں جا کر صفدر کو بلا لاتا ہوں۔ وہ باہر گیا ہے اور تنویر عقبی طرف ہے"...... کیپٹن شکیل نے کہا۔

"اسے میں بلا لاتی ہوں"...... جولیا نے کہا اور پھر وہ تیزی سے سیڑھیاں اتر کر سائیڈ کی طرف بڑھ گئی۔ عمران بات کرتے کرتے رہ گیا تھا کیونکہ وہ سمجھ گیا تھا کہ جولیا اب اس سے کترانے لگی تھی۔ ویسے بھی وہ زیادہ تر خاموش ہی رہتی تھی۔ عمران نے محسوس کیا تھا کہ وہ اب ذہنی طور پر کسی حد تک نارمل ہو چکی ہے اور اس مشن پر بھی وہ اس لئے اسے ساتھ لے آیا تھا کہ خیر و شر کے اس معرکے میں کام کر کے جولیا کا ذہن مزید نارمل ہو جائے گا۔ تھوڑی دیر بعد صفدر، کیپٹن شکیل، تنویر اور جولیا واپس برآمدے میں پہنچ چکے تھے۔

"جولیا تمہارے گروپ کی انچارج ہو گی۔ اسلحہ مارکیٹ سے لے لینا اور چونکہ کار نہیں ہے۔ اس لئے تمہیں ٹیکسی ہائر کرنا ہو گی"...... عمران نے انہیں باقاعدہ ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"اور یہ بھی بتا دو کہ ہم ٹیکسی میں بیٹھتے ہوئے پہلے دایاں پیر اندر رکھیں یا بایاں"...... جولیا نے منہ بناتے ہوئے کہا اور عمران سمیت سب ساتھی اس کی بات سن کر بے اختیار چونک پڑے۔

"تم ہمیں اس طرح ہدایات دے رہے ہو جیسے بچوں کو دی جاتی ہیں۔ اس لئے پوچھ رہی تھی"...... جولیا نے قدرے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"لیکن سوال تو تم نے بے حد اہم سوال کیا ہے۔ بزرگ کہتے ہیں سفر پر جاتے ہوئے پہلے دایاں پاؤں باہر رکھنا چاہئے۔ اس طرح منزل آسان ہو جاتی ہے"...... عمران نے کہا تو سب بے اختیار ہنس پڑے۔

"عمران صاحب۔ ہمارا یہاں زیادہ دیر تک ٹھہرنا خطرناک ہے۔ ہمیں فوری یہاں سے نکلنا چاہئے"...... کیپٹن شکیل نے کہا۔

"صفدر تم وہ بیگ لے لو۔ اسلحہ رکھنے کے کام آ جائے گا"...... عمران نے کہا اور صفدر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"عمران صاحب۔ واپسی پر ہم کہاں آئیں گے"...... کیپٹن شکیل نے کہا۔

"ہاں۔ یہ مسئلہ تو ہے۔ ٹھیک ہے۔ تم کام ختم کر کے سنٹرل پارک کے کیفے میں آ جانا۔ ہم بھی وہاں پہنچ جائیں گے اور اگر ہمیں دیر ہو جائے تو پھر تم سٹار ہوٹل میں ٹھہر جانا۔ کمرے بک کرانے کے لئے اصلی نام استعمال کرنا۔ اس طرح ہم تمہیں ٹریس کر لیں

گے"...... عمران نے کہا اور پھر سب کے اثبات میں سر ہلانے پر عمران نے کیپٹن شکیل کو اشارہ کیا اور خود وہ سیڑھیاں اتر کر سامنے موجود بند پھاٹک کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

بڑی حویلی کے ایک بڑے کمرے میں کرسیوں پر آمنے سامنے
امیر کاکیش اور امیر میرودم دونوں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان دونوں کے
چہروں پر گہری سنجیدگی طاری تھی۔

" ایک ہفتے تک تو میں وادی شاہاں کا رخ نہیں کر سکتا
امیر کاکیش۔ کیونکہ جب تک ان آلوؤں کے خون کا اثر ختم نہ ہوگا،
خفیہ کنواں ظاہر نہیں ہو سکتا اور جس انداز میں یہ پاکیشیائی کام کر
رہے ہیں۔ مجھے لگتا ہے کہ یہ فواد کے بس کا روگ نہیں ہیں"......
امیر میرودم نے کہا۔

" یوغا کو میں نے بھیجا ہوا ہے۔ وہ ان کے بارے تمام
معلومات حاصل کرے گا اور پھر مجھے خود ان کے خلاف حرکت میں
آنا ہوگا"...... امیر کاکیش نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

" ہاں امیر کاکیش۔ آپ کو واقعی خود کام کرنا ہوگا۔ آپ تو ان

سے لاکھوں درجے زیادہ طاقتور ہیں۔ وہ روشنی کے لوگ ہیں تو کیا
ہوا۔ آپ کے پاس ہزاروں ایسی طاقتیں ہیں جو کسی نہ کسی انداز
میں ان کا خاتمہ کر سکتی ہیں۔ کیونکہ میں نے معلوم کر لیا ہے کہ وہ
روشنی کی کوئی بڑی طاقتیں نہیں ہیں۔ بلکہ عام سے لوگ ہیں"......
امیر میرودم نے کہا۔ اسی لمحے دروازہ کھلا اور یوغا اپنے مخصوص انداز
میں اندر داخل ہوا۔

" آؤ یوغا۔ میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا"...... امیر کاکیش نے
کہا تو یوغا نے آگے بڑھ کر انتہائی مودبانہ انداز میں رکوع کے بل
جھک کر پہلے امیر کاکیش اور پھر امیر میرودم کو سلام کیا۔

" بولو کیا خبر ہے"...... امیر کاکیش نے کہا۔

" یہ چار آدمی اور ایک عورت ہے۔ یہ سب اس کوٹھی جہاں
سے انہیں اغوا کیا گیا تھا، کے ساتھ والی کوٹھی میں موجود تھے۔
یعقوب بھی وہاں موجود تھا۔ اسے کرسی پر بٹھا کر جکڑ دیا گیا تھا۔ ان
پانچوں کی جیبوں میں کوئی ایسی چیز تھی جس سے انتہائی تیز روشنی نکل
رہی تھی۔ اس لئے میں ان کے قریب نہ جا سکتا تھا اور نہ ہی میں
انہیں کوئی نقصان پہنچا سکتا تھا۔ پھر انہوں نے یعقوب سے پوچھ گچھ
کی۔ یعقوب نے آپ کے بارے میں سب کچھ بتا دیا اور آپ کی
حویلی کے بارے میں بھی۔ پھر انہوں نے یعقوب کو گولیاں مار کر
ہلاک کر دیا۔ اس کے بعد دو مرد وہاں سے نکل کر ٹیکسی میں آپ
کی حویلی پر پہنچ گئے اور ابھی تک وہیں ہیں جبکہ باقی ایک عورت اور

دو مرد دوسری ٹیکسی میں بیٹھ کر پہلے بازار میں گئے۔ وہاں سے اس نے کہ وہ اب فواد کے پاس جا رہے ہیں۔ چونکہ فواد اپنی حفاظت آسانی سے کر سکتا ہے اس لئے میں یہاں آپ کو اطلاع دینے آیا ہوں"..... یوغا نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"وہ میری حویلی میں موجود ہیں۔ کیوں"..... امیر کاکیش نے چونک کر کہا۔

"وہ آپ سے ملنا چاہتے ہوں گے"..... یوغا نے جواب دیا۔

"تم نے انہیں ہلاک کیوں نہیں کیا"..... امیر کاکیش نے تیز لہجے میں کہا۔

"میں نے عرض کیا ہے امیر کہ ان کی جیبوں سے روشنی نکل رہی ہے۔ میں انہیں ہلاک کرتا تو ایک طرف میں تو ان کے قریب بھی نہیں جا سکتا تھا"..... یوغا نے جواب دیا۔

"امیر کاکیش۔ تمہاری حویلی میں عام مسلح دربان تو ہیں۔ انہیں حکم دے دو کہ وہ انہیں گولیوں سے اڑا دیں۔ اس طرح یہ دونوں ختم ہو جائیں گے۔ باقی رہے ان کے ساتھی تو انہیں فواد خود ہی ختم کر دے گا۔ وہ ان معاملات میں بے حد تیز ہے"..... امیر سیروم نے کہا اور امیر کاکیش نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"یوغا۔ اندر کمرے میں موجود فون اٹھا کر یہاں لے آؤ"..... امیر کاکیش نے کہا تو یوغا سر ہلاتا ہوا ایک کونے میں موجود دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ چند لمحوں بعد وہ واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں

ایک فون موجود تھا جس کے ساتھ تار منسلک تھی۔ اس نے فون امیر کاکیش کے سامنے میز پر رکھ دیا۔ امیر کاکیش نے رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"میاران بول رہا ہوں"..... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی۔ لہجہ سپاٹ تھا۔

"امیر کاکیش بول رہا ہوں بڑی حویلی سے"..... امیر کاکیش نے بڑے نخوت بھرے لہجے میں کہا۔

"حکم آقا"..... میاران نے اس بار انتہائی نرم اور مؤدبانہ لہجے میں کہا۔ وہ حویلی میں مسلح دربانوں کا سردار تھا۔

"ہم سے ملاقات کے لئے کون آیا ہے"..... امیر کاکیش نے پوچھا۔

"آقا۔ ایک عورت اور ایک مرد آئے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ان کا آپ سے ملنا آپ کے فائدے کے لئے بے حد ضروری ہے۔ ہم نے انہیں بتایا ہے کہ آقا حویلی میں موجود نہیں ہیں اور نہ ہی ہمیں علم ہے کہ آقا کہاں ہیں اور نہ ہی ہمیں علم ہے کہ آقا کب واپس آئیں گے لیکن انہوں نے کہا ہے کہ وہ آپ کی واپسی کا انتظار کریں گے۔ اس لئے مجبوراً ہم نے انہیں مہمان خانے میں پہنچا دیا ہے۔ اب آپ جو حکم دیں اس کی تعمیل ہو گی"..... میاران نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"میرا حکم سنو۔ انہیں فوری طور پر ہلاک کر دو۔ بغیر کوئی لمحہ

ضائع کیے ان پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دو"۔ امیر کاکیش نے تیز اور تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"حکم کی تعمیل ہوگی آقا۔ میں ابھی انہیں ہلاک کر دیتا ہوں"۔ میاران نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا اور امیر کاکیش نے مزید کچھ کہے بغیر رسیور رکھ دیا۔

"یوغا"...... امیر کاکیش نے ایک طرف سر جھکائے کھڑے یوغا سے مخاطب ہو کر کہا۔

"حکم آقا"۔ یوغا نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"جاؤ اور جا کر دیکھو کہ میاران میرے حکم کی تعمیل کس طرح کرتا ہے اور پھر ان کی موت کے بارے میں مجھے آ کر اطلاع دو"۔ امیر کاکیش نے کہا۔

"حکم کی تعمیل ہوگی آقا"...... یوغا نے جواب دیتے ہوئے کہا اور تیزی سے مڑ کر کمرے کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"مجھے یقین ہے امیر میروم کہ اب یہ دو افراد تو زندہ نہیں رہیں گے لیکن امیر میروم، آپ ایک ہفتہ کیوں انتظار کر رہے ہیں۔ الوؤں کے خون کے اثرات کو دوسرے طریقے سے بھی تو ختم کیا جا سکتا ہے۔ ہمیں جلد از جلد بلیک سکارپ کو زندہ کرنا چاہئے"۔ امیر کاکیش نے کہا۔

"دوسرا طریقہ۔ کیا مطلب۔ کونسا دوسرا طریقہ"...... امیر میروم

نے چونک کر کہا۔

"آپ شیطان کے دربار کی سب سے بڑی طاقت بروزم کو بلا کر اسے کہیں کہ وہ اپنی طاقت سے الوؤں کے خون کے اثرات ختم کر دے"...... امیر کاکیش نے کہا۔

"اچھا آپ کہتے ہیں تو میں آپ کے سامنے بلا لیتا ہوں"...... امیر میروم نے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ کرسی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے دونوں ہاتھ اپنے سر سے اوپر اٹھا کر انہیں عجیب سے انداز میں گھمانا شروع کر دیا۔ اس نے آنکھیں بند کر رکھی تھیں اور اس کا جسم آہستہ آہستہ ڈھیلا پڑتا جا رہا تھا۔ پھر یکلخت ایسی آوازیں آنا شروع ہو گئیں جیسے خوفناک طوفان آ رہا ہو۔ چند لمحوں بعد کمرے میں یکلخت گھپ اندھیرا سا چھا گیا لیکن یہ اندھیرا چند لمحوں سے زیادہ نہ رہا تھا۔ پھر دوبارہ روشنی ہوئی تو امیر کاکیش اور امیر میروم کے سامنے دیوار پر ایک عجیب الخلقت سینگوں والے انسان کا ہیولہ سا تھرتھراتا نظر آ رہا تھا جبکہ امیر میروم دوبارہ کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔

"کیوں بلایا ہے مجھے امیر میروم"...... اس تھرتھراتے ہوئے وجود میں سے عجیب چیختی ہوئی کرخت سی آواز سنائی دی۔

"ہم سے کیوں پوچھ رہے ہو بروزم۔ تمہیں تو معلوم ہونا چاہئے کہ تمہیں کیوں بلایا گیا ہے"...... امیر میروم نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تم بلیک سکارپ کو زندہ کرنے کے لئے بے چین ہو اور

الوؤں کے خون کے اثرات جلد از جلد ختم کرنا چاہتے ہو لیکن اس کے لئے تمہیں کچھ میرے حوالے کرنا ہو گا"...... روزم نے کہا۔

"کیا مطلب۔ کیا مانگنا چاہتے ہو۔ بولو"...... امیر میروم نے جواب دیا۔

"تمہارے پاس جو بالکل سیاہ رنگ کے دس کتے ہیں مجھے ان کا خون چاہئے۔ بولو دو گے"...... روزم نے کہا۔

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ تمہیں معلوم تو ہے کہ یہ دس کالے کتے اصل نہیں ہیں بلکہ میری وہ طاقتیں ہیں جن کے لئے میں نے کئی سالوں تک محنت کی ہے اور جن کی وجہ سے آج میری امیر میروم کی اہمیت ہے"...... امیر میروم نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"تو پھر انتظار کرو۔ جب اثرات ختم ہوں گے تو تم اپنی مرضی کر لینا۔ لیکن یہ بتا دوں کہ دو الوؤں کا خون گرا ہے اس لئے دو ہفتے تک تم اگر اس وادی میں اترے تو ہلاک ہو جاؤ گے اور یہ بھی بتا دوں کہ جو لوگ تمہیں اور امیر کاکیش کو اس کام سے روکنے کے لئے یہاں پہنچے ہوئے ہیں وہ تم دونوں کے لئے انتہائی خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں۔ ہاں جب بلیک سکارب زندہ ہو جائے گا تو پھر یہ لوگ تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے کیونکہ بلیک سکارب کی طاقتیں بھی تمہارے ساتھ ہو جائیں گی"...... روزم نے تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"دے دو کالے کتے امیر میروم۔ دے دو۔ ایک بار بلیک

سکارب زندہ ہو جائے پھر ایسے ہزاروں کتے حاصل کئے جا سکتے ہیں"...... امیر کاکیش نے امیر میروم سے مخاطب ہو کر کہا۔

"لیکن یہ کالے کتے میری طاقتیں ہیں۔ ان کی وجہ سے میرا رعب بنا ہوا ہے"...... امیر میروم نے ہچکچاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تم امیر میروم ہو۔ بذات خود تم شیطان کے خاص نمائندے ہو۔ کالے کتے تو بس کالے کتے ہی ہوتے ہیں"...... امیر کاکیش نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے روزم۔ میں تمہیں کالے کتے دے دیتا ہوں لیکن یہ بتاؤ کہ تم الوؤں کے خون کے اثرات ختم کرنے میں کتنا وقت لو گے"...... امیر میروم نے کہا۔

"صرف چند لمحے۔ مگر مکمل اثرات کل صبح تک ختم ہو جائیں گے کل صبح جا کر تم بلیک سکارب کو زندہ کر سکو گے۔ تمہاری راہ میں کوئی رکاوٹ باقی نہ رہے گی"...... روزم نے جواب دیا۔

"تو جاؤ۔ میں نے دس کالے کتے تمہیں دے دیئے"......

امیر میروم نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا تو روزم کے منہ سے مسرت بھری قلقاری سی نکلی اور وہ غائب ہو گیا۔ پھر جیسے خوفناک طوفان کی آوازیں آتی ہیں اسی طرح کی خوفناک آوازیں دور سے سنائی دینے لگیں۔ ان میں کتوں کے خوفناک انداز میں بھونکنے اور پھر ان کی طویل چیخیں بھی سنائی دیتی رہیں۔ امیر میروم آنکھیں بند کئے بیٹھا رہا۔ اس کے چہرے پر افسوس کے تاثرات نمایاں تھے۔ جب

آوازیں ختم ہو گئیں تو اس نے آنکھیں کھولیں اور بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔ اسی لمحے دیوار پر روزم کی تصویر ایک بار پھر تھرتھرانے لگی۔

"شکریہ امیر میروم۔ میں اب واپس جا رہا ہوں۔ تمہارے راستے کی تمام رکاوٹیں میں نے دور کر دی ہیں۔ الوؤں کے خون کے اثرات میں نے ایک لمحے میں ختم کر دیے ہیں۔ مگر تم کل صبح جا کر اپنا کام کر سکتے ہو۔ اب میں جا رہا ہوں"۔۔۔۔ روزم نے کہا اور اس کے ساتھ ہی دیوار سپاٹ ہو گئی۔ چند لمحوں تک دور جاتی ہوئی طوفانی آوازیں آتی رہیں۔ پھر خاموشی طاری ہو گئی تو امیر میروم نے ایک طویل سانس لے کر فون کو اپنی طرف کھسکایا اور رسیور اٹھا کر نمبر پریس کرنے شروع کر دیے۔

"داروش بول رہا ہوں"۔۔۔۔ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے اس کے نائب داروش کی آواز سنائی دی۔

"امیر میروم بول رہا ہوں"۔۔۔۔ امیر میروم نے سخت لہجے میں کہا۔

"حکم آقا"۔۔۔۔ داروش کا لہجہ اس بار پہلے سے کہیں زیادہ نرم اور مودبانہ تھا۔

"الوؤں کے خون کے اثرات ختم ہو چکے ہیں۔ اس لیے کل صبح ہم نے وادی شاہان جانا ہے اور اس کنوئیں کو ظاہر کر کے آگے کام کرنا ہے۔ تم تمام تیاری کر کے صبح مجھے یہاں سے ساتھ لیتے

جانا۔ میں تیار ملوں گا"۔۔۔۔ امیر میروم نے کہا۔

"مگر آقا۔ آپ تو کہہ رہے تھے کہ ان کے اثرات ایک ہفتے تک رہیں گے جبکہ ابھی تو ایک ہفتہ نہیں گزرا"۔۔۔۔ داروش نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"میں نے خصوصی طاقتوں سے مدد لے کر ان کے اثرات ختم کرا دیے ہیں۔ میں جلد از جلد بلیک سکارب کو زندہ کرنا چاہتا ہوں"۔۔۔۔ امیر میروم نے کہا۔

"ٹھیک ہے آقا۔ حکم کی تعمیل ہو گی"۔۔۔۔ دوسری طرف سے اس بار مطمئن لہجے میں کہا گیا تو امیر میروم نے رسیور رکھ دیا۔

"اب تم خوش ہو امیر کاکیش۔ ویسے میں نے تمہارے کہنے پر اپنے دس کالے کتوں کا خاتمہ کر دیا ہے ورنہ میں ایک ہفتہ انتظار بھی کر سکتا تھا"۔۔۔۔ امیر میروم نے امیر کاکیش سے مخاطب ہو کر کہا۔

"تم دس کالے کتوں کا افسوس کر رہے ہو امیر میروم۔ حالانکہ تمہیں معلوم ہے کہ بلیک سکارب جب زندہ ہو گا تو تمہاری طاقت پوری دنیا پر حاوی ہو جائے گی۔ شیطان نے تم پر مہربانی کی ہے کہ موجودہ دور میں بلیک سکارب کو زندہ کرنے اور بلیک سکارب کا امیر بننے کا تمہیں موقع دیا ہے۔ میری حسرت ہے کہ کاش یہ موقع مجھے دیا جاتا"۔۔۔۔ امیر کاکیش نے کہا۔

"شیطان جو مناسب سمجھتا ہے وہی کرتا ہے۔ کیا تم اس بات پر خوش نہیں ہو"۔۔۔۔ امیر میروم نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔ اسے

یقیناً امیر کاکیش کی یہ بات بری لگی تھی۔

"اصل بات تو یہی ہے کہ بلیک سکارب کا امیر بننا میری خواہش تھی لیکن مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ یہ کام صرف تم ہی کر سکتے ہو۔ تم مجھ سے زیادہ شیطان کے قریب ہو اور اسی وجہ سے تمہارے پاس مجھ سے زیادہ طاقتیں ہیں"...... امیر کاکیش نے جواب دیا۔

"تم فکر مت کرو۔ بلیک سکارب کا امیر بنتے ہی میں تمہیں پوری دنیا میں اپنا نائب بنا دوں گا"...... امیر میروم نے کہا۔

"تم نے امیر فواد کی طرح پوری دنیا میں کئی امیر بنائے ہیں۔ وہ کس لئے بنائے ہیں"...... امیر کاکیش نے کہا تو امیر میروم بے اختیار ہنس پڑا۔

"تمہارا کیا خیال ہے کہ پوری دنیا ہی ہماری اطاعت کرنا شروع کر دے گی"...... امیر میروم نے کہا۔

"سوائے مسلمانوں کے باقی تمام لوگ تو ہماری پناہ میں آ جائیں گے اور مسلمانوں کا کیا ہے۔ بلیک سکارب کے سامنے ان کی کیا حیثیت رہ جائے گی"...... امیر کاکیش نے کہا۔

"ہاں۔ بظاہر تو ایسا ہی لگتا ہے لیکن میرا ذہن کہتا ہے کہ ایسا نہیں ہوگا۔ مسلمان ہمارے خلاف سخت ترین جدوجہد کریں گے"...... امیر میروم نے کہا۔

"وہ کیا کر لیں گے۔ ان کا بس بھی صرف اس وقت تک چل سکتا ہے جب تک بلیک سکارب زندہ نہیں ہو جاتا۔ اس کے بعد وہ

کچھ بھی نہ کر سکیں گے"...... امیر کاکیش نے کہا۔

"لیکن تم نے جن لوگوں کو پوری دنیا کے مختلف خطوں میں امیر بنایا ہے جیسے مصر کا فواد ہے۔ یہ سب تو شیطانی طاقتوں کی بجائے عام لوگ ہیں۔ ایسے لوگ جو عام انداز میں کام کرتے ہیں جیسے کوئی بڑا بدمعاش کام کرتا ہے جبکہ تمہیں اس کام کے لئے بڑی بڑی شیطانی طاقتوں کو امیر بنانا چاہئے تھا"...... امیر کاکیش نے کہا تو امیر میروم بے اختیار ہنس پڑا۔

"تمہارے اور میرے درمیان یہی فرق ہے جسے شیطان بھی سمجھتا ہے۔ اسی لئے اس نے مجھے تم پر فوقیت دی ہے۔ بلیک سکارب کے زندہ ہونے کے بعد صرف روشنی اور اندھیرے یعنی مسلمان اور شیطان کی جنگ ہی نہیں ہوگی۔ مسلمانوں کے خاتمے کے لئے جہاں ہمیں روشنی کی بڑی طاقتوں سے نمٹنا ہوگا وہاں دنیاداری کے انداز میں بھی کام کرنا ہوا۔ اگر ہم صرف طاقتوں کی جنگ تک محدود رہے تو مسلمان ہمیں پیچھے چھوڑ جائیں گے۔ اب تم خود دیکھو۔ جو لوگ تمہاری حویلی تک پہنچ گئے ہیں کیا یہ روشنی کی بڑی طاقتیں ہیں۔ نہیں یہ عام لوگ ہیں۔ ایسے لوگوں سے طاقتیں نہیں بلکہ امیر فواد ہی نمٹ سکتا ہے"...... امیر میروم نے جواب دیا۔

"لیکن میرا خیال تم سے مختلف ہے۔ عام لوگوں کو تو عام لوگ آسانی سے ختم کر سکتے ہیں۔ اب تم دیکھو۔ میری حویلی کے عام سے دربان ان لوگوں کا خاتمہ کر دیں گے۔ ایسی صورت میں اتنا بڑا سیٹ

اپ کرنے کا کیا فائدہ"...... امیر کاکیش نے کہا۔

"یہ تمہاری بھول ہے امیر کاکیش۔ جن لوگوں کو تم کوئی اہمیت نہیں دے رہے وہ تمہارے لئے انتہائی خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں۔ تم نے اپنی انتہائی طاقتور شیطانی طاقت یوغا کو دیکھا ہے کہ وہ ان کے قریب جانے سے بھی ڈرتا ہے"...... امیر میروم نے کہا۔

"ظاہر ہے وہ اندھیرے کی طاقت ہے اور ان لوگوں نے اپنی جیبوں میں کوئی ایسی چیز رکھی ہوئی ہے جس سے تیز روشنی نکل رہی ہے۔ وہ کیسے قریب جا سکتا ہے لیکن میرے مسلح دربانوں کی گولیوں کو تو یہ روشنی نہیں روک سکتی"...... امیر کاکیش نے کہا۔

"ہاں۔ تمہاری بات درست ہے"...... امیر میروم نے ایسے لہجے میں کہا جیسے وہ اس بحث کو اب ختم کر دینا چاہتا ہو۔

"میرے خیال میں مجھے واپس اپنی حویلی جانا چاہئے۔ تم نے کل صبح کے لئے تیاری بھی کرنا ہوگی"...... امیر کاکیش نے کہا۔

"ہاں۔ مجھے ساری رات ہی تیاری میں لگے گی۔ بلیک سکارب کو لاکھوں سال بعد زندہ کیا جا رہا ہے اس لئے تیاری تو بھرپور انداز میں ہی ہو سکتی ہے"...... امیر میروم نے جواب دیا تو امیر کاکیش سر ہلاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے اٹھتے ہی امیر میروم بھی کھڑا ہو گیا۔

"ہم یہاں کیوں بیٹھے ہیں جبکہ وہ امیر کاکیش تو یہاں نہیں ہے"...... جولیا نے کہا۔

"اسے لامحالہ ہمارے بارے میں اطلاع مل جائے گی اور وہ جہاں بھی ہوگا واپس آ جائے گا"...... عمران نے جواب دیا۔ وہ دونوں اس وقت امیر کاکیش کی حویلی میں بنے ہوئے مہمان خانے میں بیٹھے ہوئے تھے۔

"لیکن ان دربانوں سے بھی تو پوچھا جا سکتا ہے کہ وہ کہاں ہے۔ ہم یہاں بیٹھ کر انتظار کرنے کی بجائے وہاں بھی تو جا سکتے ہیں"...... جولیا نے کہا۔

"ہاں۔ تمہاری بات درست ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ ہمارے بارے میں اطلاع پا کر واپس ہی نہ آئے اور ہم کب تک یہاں بیٹھے رہ سکتے ہیں۔ ٹھیک ہے۔ میں جا کر ان دربانوں کے

انچارج سے بات کرتا ہوں"...... عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"اسے یہیں بلا لو۔ باہر کہاں جاؤ گے"...... جولیا نے کہا۔

"نہیں۔ مہمان خانہ خاصا ہٹ کر بنایا گیا ہے۔ اس لئے مجھے وہیں جانا ہوگا۔ آؤ تم بھی آ جاؤ۔ یہاں اکیلی کیا بیٹھی رہو گی۔ تمہیں ڈر لگے گا"...... عمران نے کہا تو جولیا بے اختیار ہنس پڑی۔

"تمہارے ساتھ بیٹھ کر جب ڈر نہیں لگتا تو باقی کس بات سے ڈر لگے گا"...... جولیا نے ہنستے ہوئے کہا۔

"میرے ساتھ ڈر۔ کیا مطلب۔ کیا میرے سینگ نکلے ہوئے ہیں"...... عمران نے کہا۔ وہ دونوں اب دروازے کی طرف بڑھ رہے تھے۔

"تمہارے سینگ نکلے نہیں بلکہ غائب ہو گئے ہیں"...... جولیا نے کہا تو عمران اس کے خوبصورت جواب پر بے اختیار ہنس پڑا۔ ظاہر ہے سینگ غائب ہونے کا محاورہ گدھے کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ عمران دروازہ کھول کر اس کمرے سے باہر آیا تو ایک لمحے کے لئے ٹھٹھک کر رک گیا۔

"کیا ہوا"...... جولیا نے کہا۔

"خاموش رہو"...... عمران نے آہستہ سے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ دائیں طرف مڑ گیا۔ اس کے کانوں میں کسی کے بولنے کی آواز پڑی تھی اور اس کے چونکنے کا سبب ایک فقرہ تھا۔ بولنے والا ایک عورت اور ایک مرد کی بات کر رہا تھا اور ظاہر ہے اس وقت

حویلی میں ایک عورت اور ایک مرد کا حوالہ عمران اور جولیا کے لئے ہی دیا جا سکتا تھا ورنہ اگر یہاں حویلی میں رہنے والے کسی مرد اور عورت کے بارے میں بات ہوتی تو ان کے نام لئے جاتے۔ آواز ساتھ والے کمرے کے کھلے دروازے سے ہی آ رہی تھی۔ عمران آہستہ سے اس کی طرف بڑھا اور پھر دروازے کے قریب جا کر رک گیا۔ جولیا بھی اس کے پیچھے تھی۔

"آپ جو حکم دیں۔ اس کی تعمیل ہوگی"...... بولنے والے نے کہا اور اب عمران اس کی آواز پہچان گیا تھا۔ یہ ان دربانوں کا سردار تھا اور اس کے حکم پر وہ اس مہمان خانے میں پہنچائے گئے تھے۔ عمران کی پوری توجہ اندر لگی ہوئی تھی لیکن دوسری طرف سے آنے والی آواز اس تک نہ پہنچ پا رہی تھی۔

"حکم کی تعمیل ہوگی آقا۔ میں ابھی انہیں ہلاک کر دیتا ہوں"...... دربانوں کے سردار نے کہا اور عمران کے بے اختیار ہونٹ بھنچ گئے۔ اسی لمحے اسے رسیور رکھے جانے کی آواز سنائی دی اور پھر قدموں کی آواز دروازے کی طرف آتی سنائی دینے لگی۔ عمران نے گردن موڑ کر سر کو حرکت دے کر جولیا کو مخصوص اشارہ کیا اور پھر دروازے کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اسی لمحے ایک آدمی تیزی سے کمرے سے باہر نکلا۔ اس کے کاندھے سے مشین گن لٹک رہی تھی جیسے ہی وہ باہر آیا۔ عمران اس پر کسی بھوکے عقاب کی طرح جھپٹا اور دوسرے لمحے وہ عمران کے سینے سے لگا ہوا تھا۔ عمران کا ایک بازو

اس کی گردن کے گرد تھا۔ اس آدمی نے پوری قوت سے عمران کی
گرفت سے نکلنے کی کوشش کی لیکن عمران نے بازو کو مخصوص انداز
میں جھٹکا دیا تو اس کا تڑپتا ہوا جسم یکلخت ڈھیلا پڑ گیا۔ جولیا نے بجلی
کی سی تیزی سے اس کے کاندھے سے لٹکی ہوئی مشین گن اتار لی
اور عمران اسے دھکیلتا ہوا اس کمرے میں آیا جس میں پہلے وہ دونوں
موجود تھے۔ جولیا نے اندر داخل ہوتے ہی بجلی کی سی تیزی سے ایک
دروازے پر موجود پردہ اتارا اور پھر اسے تیزی سے لپیٹ کر اسے
رسی کی طرح بٹ دیا جبکہ عمران نے اس دوران بازو کو مخصوص انداز
میں جھٹکے دیئے تو اس آدمی کا ڈھیلا پڑا ہوا جسم یکلخت اس کے بازو
میں لٹک سا گیا۔ وہ شہ رگ دبنے کی وجہ سے بے ہوش ہو چکا تھا۔
عمران نے اسے ایک کرسی پر دھکیل دیا اور پھر جولیا کے ساتھ مل کر
اس نے اسے پردے سے بنی ہوئی رسی کے ذریعے اچھی طرح اور
مضبوطی سے کرسی سے باندھ دیا۔ یہ وہی دربانوں کا سردار تھا۔

"تم دروازے کے قریب رک کر پہرہ دو۔ کسی بھی لمحے کوئی آ
سکتا ہے"..... عمران نے جولیا سے کہا۔

"اگر کوئی آ گیا تو کیا میں فائر کھول دوں"..... جولیا نے کہا۔

"نہیں۔ مجھے بتا دینا۔ جب تک تمام معاملات اوپن نہ ہو
جائیں اس وقت تک یہاں فائر کھولنا حماقت ہوگی"..... عمران نے کہا
اور جولیا سر ہلاتی ہوئی دروازے کی طرف بڑھ گئی جبکہ عمران نے
اس آدمی کی جیبوں کی تلاشی لی تو ایک جیب سے اسے ایک مشین

پسٹل مل گیا۔ اس نے اس کا میگزین چیک کیا۔ میگزین فل تھا۔
عمران نے مشین پسٹل اپنی جیب میں ڈالا اور پھر اس آدمی کا ناک
اور منہ دونوں ہاتھوں سے بند کر دیا۔ چند لمحوں بعد جب اس کے جسم
میں حرکت کے آثار نمودار ہونے لگے تو عمران نے ہاتھ ہٹائے اور
جیب سے مشین پسٹل نکال کر اس نے اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

"یہ۔ یہ سب۔ کیا مطلب"..... اس آدمی نے ہوش میں آتے
ہی اٹھنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"کیا نام ہے تمہارا"..... عمران نے مشین پسٹل کی نال اس کی
پیشانی پر رکھ کر اسے دباتے ہوئے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

"میاران۔ میرا نام میاران ہے۔ یہ سب کیا ہے۔ تم نے مجھے
کیوں باندھا ہے۔ تم تو آقا کے مہمان ہو"..... میاران نے کہا۔

"آقا سے تمہاری مراد امیر کاکیش ہے"..... عمران نے کہا۔

"ہاں۔ امیر کاکیش ہی ہمارا آقا ہے۔ تم مجھے چھوڑ دو۔ میں
نے تو تمہارے خلاف کچھ نہیں کیا"..... میاران نے کہا۔

"یہاں کتنے مسلح آدمی ہیں"..... عمران نے اس کی بات کا
جواب دینے کی بجائے الٹا سوال کرتے ہوئے کہا۔

"آٹھ دربان ہیں۔ میں ان کا انچارج ہوں"..... میاران نے
جواب دیا۔

"تمہارے آقا امیر کاکیش نے تمہیں کیا حکم دیا تھا"..... عمران
نے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔ انہوں نے کہا تھا کہ مہمانوں کی خاص خدمت کی جائے"...... میاران نے جواب دیا۔

"خاص خدمت سے مطلب ہے کہ انہیں ہلاک کر دیا جائے۔ کیوں"...... عمران نے غراتے ہوئے کہا۔

"نہیں نہیں۔ یہ مطلب نہیں ہے"...... میاران نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"میں نے تمہارے اور تمہارے آقا کے درمیان ہونے والی گفتگو خود اپنے کانوں سے سنی ہے۔ تم نے کہا تھا کہ حکم کی تعمیل ہوگی آقا۔ میں ابھی انہیں ہلاک کر دیتا ہوں"...... عمران نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"وہ۔ وہ آقا ہیں۔ میں کیا کہہ سکتا ہوں"...... میاران نے اس بار قدرے بے بسی سے لہجے میں کہا۔

"یہ تم نے مہمان خانے میں موجود فون کیوں اٹنڈ کیا تھا۔ کیا حویلی میں یا پھاٹک کے قریب فون نہیں ہے"...... عمران نے ایک خیال کے تحت پوچھا۔

"ہے۔ لیکن اسے صرف آقا ہی استعمال کر سکتے ہیں۔ ہمیں فون سننے کے لئے یہاں آنا پڑتا ہے۔ البتہ اس کی گھنٹی باہر گیٹ پر بھی بجتی ہے"...... میاران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اپنے مسلح ساتھیوں کو اگر تم نے یہاں بلانا ہو تو تم کیا کرو گے"...... عمران نے پوچھا۔

"میں جا کر انہیں حکم دوں گا کہ یہاں آ جائیں۔ وہ آ جائیں گے"...... میاران نے جواب دیا۔

"لیکن اگر باہر گئے بغیر انہیں یہاں بلانا ہو، تب"...... عمران نے کہا۔

"میں زور سے تالی بجاؤں گا۔ مہمان خانے کے گیٹ پر موجود دربان اندر آ جائے گا اور پھر میں اسے حکم دوں گا تو وہ باقی دربانوں کو بلا لائے گا"...... میاران نے جواب دیا۔

"کیا نام ہے اس دربان کا"...... عمران نے پوچھا۔

"اس کا نام معصوم ہے"...... میاران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"جولیا۔ گیٹ پر ایک دربان معصوم ہے۔ اسے بلا کر اندر لے آؤ"...... عمران نے مڑ کر جولیا سے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے مشین پسٹل کو اچھال کر اسے نال سے پکڑا اور دوسرے لمحے مشین پسٹل کا فولادی دستہ اس نے میاران کی کنپٹی پر مار دیا۔ پہلی ہی نپی تلی ضرب اس قدر بھرپور اور موثر تھی کہ میاران کی گردن ڈھلک گئی جبکہ اس دوران جولیا دروازے سے باہر جا چکی تھی۔ عمران پیچھے ہٹ کر کھلے دروازے کے قریب آ کر رک گیا۔ چند لمحوں بعد دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں اور عمران قدموں کی آوازوں سے ہی سمجھ گیا کہ جولیا نے عقلمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے آپ کو آنے والے

دربان سے پیچھے رکھا ہے۔ ویسے بھی دربان کی رفتار میں خاصی تیزی تھی۔ شاید اسے اس بات پر حیرت تھی کہ میاران نے اسے تو بلانے کی بجائے ایک مہمان اور وہ بھی عورت کو کیوں مہمان خانے کے گیٹ پر بھجوایا ہے اور پھر جیسے ہی وہ آدمی دروازے کے اندر داخل ہوا، عمران اس پر کسی عقاب کی طرح جھپٹا اور دوسرے لمحے وہ آدمی اس کے سینے سے لگا ہوا تھا۔ عمران نے بجلی کی سی تیزی سے اس کی گردن کے گرد موجود بازو کو جھٹکا دیا اور اوغ کی آواز کے ساتھ ہی اس آدمی کا اکڑا ہوا اور تڑپنے کے لئے تیار جسم یکلخت ڈھیلا پڑ گیا وہ ہلاک ہو چکا تھا۔ عمران نے اسے فرش پر ڈال دیا اور اس کے کاندھے سے لٹکی ہوئی مشین گن اتار لی۔

"اب ہم نے یہاں موجود تمام دربانوں کا خاتمہ کرنا ہے۔ پھر اس میاران سے مزید پوچھ گچھ کریں گے"...... عمران نے کہا۔

"کہیں یہ آدمی بھی امیر کاکیشن کی طرح غائب نہ ہو جائے"...... جولیا نے کہا تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔

"اوہ، تمہاری بات درست ہے۔ مجھے اس کے گرد روشنی کا حصار قائم کرنا ہوگا تا کہ کوئی شیطانی طاقت اسے نہ لے جائے"...... عمران نے کہا اور آگے بڑھ کر اس نے فی امان اللہ کہہ کر اس پر پھونک ماری اور پھر واپس دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ جولیا اس کے پیچھے تھی۔ مہمان خانے کے دروازے پر پہنچ کر انہوں نے مشین گنیں اپنے کوٹ اور جیکٹ کے اندر کر لیں اور پھر تیزی سے مین

گیٹ کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ مین گیٹ کے اندر دو دربان موجود تھے جبکہ چار دربان مین بلڈنگ کے برآمدے میں موجود تھے۔

"تم گیٹ پر موجود دونوں دربانوں پر فائر کرو۔ میں ان برآمدے والوں پر کرتا ہوں"...... عمران نے سرگوشی کے سے انداز میں کہا۔ چونکہ وہ دونوں اب اپنی جگہ پہنچ چکے تھے جہاں سے یہ چھ کے چھ دربان انہیں دیکھ رہے تھے۔ ان سب کی حیرت بھری نظریں ان پر ہی لگی ہوئی تھیں۔ انہیں شاید یہ سمجھ نہ آ رہی تھی کہ یہ دونوں مہمان یوں اکیلے کیوں چلے آ رہے ہیں اور مہمان خانے کے گیٹ پر موجود دربان معصوم اور انچارج دربان میاران کہاں ہیں۔ جو کچھ مہمان خانے میں ہو چکا تھا اس کا شاید ان کے ذہنوں میں تصور تک نہ تھا۔ اس کے ساتھ ہی عمران نے یکلخت کوٹ کے اندر موجود مشین گن نکالی اور ریٹ ریٹ کی خوفناک آوازوں کے ساتھ ہی برآمدے میں موجود چاروں مسلح دربان چیختے ہوئے نیچے گر کر تڑپنے لگے۔ اسی لمحے جولیا نے بھی جیکٹ کے اندر سے مشین گن نکالی اور دوسرے لمحے ریٹ ریٹ کی آوازوں کے ساتھ ہی دونوں دربان چیختے ہوئے نیچے گرے لیکن اسی لمحے گیٹ کے ساتھ بنے ہوئے کمرے سے ایک مسلح دربان چیختا ہوا باہر نکلا ہی تھا کہ جولیا نے گن کا رخ اس کی طرف موڑ دیا اور وہ بھی چیختا ہوا اچھل کر نیچے گرا اور بری طرح تڑپنے لگا۔ چند لمحوں بعد ہی یہاں کے سات دربان

ختم ہو چکے تھے۔

"شکر ہے کہ حویلی اجاڑ علاقے میں ہے ورنہ تو فائرنگ کی آوازیں سن کر پولیس آ جاتی"...... جولیا نے کہا۔

"ہاں۔ اب تم یہاں پہرہ دو۔ کسی بھی لمحے کوئی آ سکتا ہے۔ میں اسے میاران سے فائنل بات چیت کر لوں"...... عمران نے کہا اور تیزی سے مڑ کر مہمان گاہ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ کمرے میں میاران ویسے ہی کرسی پر بندھا ہوا بے ہوش پڑا تھا۔ عمران نے دونوں ہاتھوں سے اس کا ناک اور منہ بند کر دیا۔ چند لمحوں بعد ہی اس کے جسم میں حرکت کے آثار نمودار ہونے شروع ہو گئے تو اس نے ہاتھ ہٹا لئے۔ چند لمحوں بعد ہی میاران نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔

"تمہارے سب مسلح ساتھی ہلاک کر دیئے گئے ہیں۔ اب تم مجھے بتاؤ کہ امیر کا کیش کہاں ہے اور وہاں کا فون نمبر کیا ہے"...... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ تم دونوں کیسے یہاں اس طرح دندناتے پھر رہے ہو جبکہ امیر کا کیش نے صرف دنیا کو دکھانے کے لئے یہاں ہم آٹھ مسلح افراد کو رکھا ہوا تھا ورنہ اس حویلی پر اس کی طاقتوں کا راج ہے۔ وہ کسی بھی آدمی کی گردن ایک لمحے میں توڑ دیتی ہیں لیکن تمہارے خلاف وہ ابھی تک حرکت میں ہی نہیں آئیں"...... میاران نے عمران کی بات کا جواب دینے کی بجائے الٹا

حیرت بھرے انداز میں بات کرتے ہوئے کہا۔

"ہمارے پاس روشنی کا عظیم اور مقدس کلام موجود ہے جو ہمارے دلوں میں بھی ہے اور ہمارے سینوں میں بھی۔ اس لئے شیطانی طاقتیں تو کیا خود شیطان بھی ہمارے نزدیک نہیں آ سکتا کیونکہ شیطان اور اس کی طاقتیں اندھیرا ہیں اور اندھیرا روشنی کے قریب جاتے ہی فنا ہو جاتا ہے"...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"حیرت ہے۔ پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہوا۔ اب بھی ایک بہت بڑی طاقت یہاں موجود ہے لیکن وہ صرف تماشہ دیکھ رہی ہے"...... میاران نے جواب دیا تو عمران بے اختیار اچھل پڑا۔

"کونسی طاقت۔ کیا وہ تمہیں نظر آ رہی ہے"...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ امیر کا کیش کی سب سے بڑی طاقت یوغا۔ جو ان کی دوسری طاقتوں کی سردار بھی ہے۔ امیر کا کیش نے ہمیں یہ طاقت دے دی ہے کہ ہم اسے دیکھ سکیں۔ یوغا مجھے بچاؤ۔ یہ مجھے مار ڈالے گا۔ مجھے بچاؤ"...... میاران نے یکلخت چیختے ہوئے لہجے میں کہا۔ اس کی نظریں دروازے پر جمی ہوئی تھیں۔ عمران نے یکلخت لاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھ کر مڑ کر دروازے کی طرف پھونک مار دی اور اس کے ساتھ ہی ایک کربناک سی چیخ سنائی دی اور دوسرے لمحے وہاں آگ کا ایک شعلہ سا بھڑکا اور پھر یہ شعلہ بڑھتا چلا گیا۔

کر کے چیخوں کی آوازیں بلند ہوتی رہیں۔ پھر یکلخت شعلہ بجھ گیا اور اس کے بجھنے کے ساتھ ہی چیخیں بھی اچانک بند ہو گئیں۔ اب وہاں فرش پر سیاہ رنگ کا ایک مائع سا پڑا ہوا نظر آنے لگ گیا جس میں سے انتہائی تیز بدبو نکل رہی تھی۔ پھر یہ مائع سمٹتا چلا گیا اور چند لمحوں بعد یہ مائع اور بدبو دونوں غائب ہو گئے۔

"تم۔ تم نے نوغا کو فنا کر دیا۔ وہ میری آنکھوں کے سامنے جل کر فنا ہو گیا۔ یہ تم نے کیا کیا ہے۔ تم کون ہو"...... میاران نے اس بار انتہائی مرعوب سے لہجے میں کہا۔

"تم میرے سوال کا جواب دو"...... عمران نے کہا۔

"ہاں۔ اب میں تمہارے ہر سوال کا جواب دوں گا۔ تم نجانے کون ہو۔ تم تو لگتا ہے امیر کاکیشن سے بھی زیادہ طاقتور ہو۔ امیر کاکیشن بڑی حویلی گئے ہیں اور یہ بڑی حویلی قاہرہ کے مغرب میں وادی شاہاں کو جانے والی سڑک پر ہے"...... میاران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کون رہتا ہے اس بڑی حویلی میں"...... عمران نے پوچھا۔

"امیر مرحوم جو شیطانی طاقتوں کا مصر میں سب سے بڑا امیر ہے۔ امیر کاکیشن سے بھی بڑا امیر"...... میاران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے باہر سے بھاگتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی تو عمران چونک کر مڑا اور دوسرے لمحے جولیا اندر داخل ہوئی۔

"ایک کار گیٹ پر رکی ہے اور اس میں سے دو افراد اترے

ہیں۔ ایک آدمی ابھی کار کے اندر ہے۔ ان کا کیا کرنا ہے"...... جولیا نے تیز تیز لہجے میں کہا۔ اسی لمحے پہلے ہارن بجنے کی مخصوص آواز سنائی دی۔ پھر کال بیل بجائی گئی تو عمران بھاگتا ہوا کمرے سے نکلا اور تیزی سے پھاٹک کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس نے جولیا کو سائیڈ میں رہنے کا اشارہ کیا اور پھر خود جا کر گیٹ کے ساتھ والے کمرے میں موجود ایک بڑا سا ہینڈل کھینچ کر اسے نیچے کر دیا۔ اس ہینڈل کے نیچے ہوتے ہی بھاری پھاٹک آٹومیٹک انداز میں کھلتا چلا گیا۔ عمران اس پھاٹک کو دیکھتے ہی اس کی تکنیک کو چیک کر چکا تھا۔ آج کل اس انداز کے پھاٹک لگائے جا رہے تھے جنہیں کھولنے اور بند کرنے کا سسٹم گارڈ روم میں رکھا جاتا تھا تاکہ صرف گارڈ ہی اسے کھول اور بند کر سکے۔ پھاٹک پوری طرح کھلتے ہی سیاہ رنگ کی ایک کار تیزی سے اندر داخل ہوئی لیکن دوسرے لمحے کار کے ٹائر تیز چیخیں مارتے ہوئے زمین پر جم گئے۔ ظاہر ہے کار میں سوار افراد کو سامنے برآمدے میں پڑی ہوئی لاشیں بھی نظر آ گئی ہوں گی اور ساتھ ہی پھاٹک کی سائیڈ پر پڑی ہوئی تین لاشیں بھی انہوں نے دیکھ لی ہوں گی لیکن عمران پہلے سے اس لمحے کے انتظار میں تھا۔ کار رکتے ہی دونوں مسلح افراد بجلی کی سی تیزی سے نیچے اترے ہی تھے کہ عمران جو گارڈ روم کے دروازے کی سائیڈ میں موجود تھا، نے ان میں سے ایک آدمی پر فائر کھول دیا۔ اسی لمحے دوسری سائیڈ سے بھی فائرنگ ہوئی جو جولیا نے کی تھی اور دوسرا

آدمی بھی ہلاک ہو گیا تھا۔ عمران بجلی کی طرح لپکتا ہوا کار کے قریب
پہنچ گیا۔ اس نے پلک جھپکنے میں کار کا عقبی دروازہ کھولا اور دوسرے
لمحے اندر موجود امیر کاکیش چیختا ہوا اچھل کر کار سے نکل کر فضا میں
قلابازی کھاتا ہوا ایک دھماکے سے نیچے گرا۔ عمران نے واقعی انتہائی
پھرتی سے کام لیا تھا۔ نیچے گرتے ہی اس آدمی کا جسم ایک لمحے کے
لئے تڑپا لیکن دوسرے ہی لمحے ساکت ہو گیا تو عمران تیزی سے
آگے بڑھا اور اس نے جھک کر ایک ہاتھ اس کے سر پر اور دوسرا
ہاتھ اس کی گردن پر رکھ کر اس کو مخصوص انداز میں موڑ کر جھٹکا دیا تو
امیر کاکیش کے چہرے پر پھیلتی ہوئی جھریلی سختی تیزی سے دوبارہ نرمی
میں تبدیل ہوتی چلی گئی جبکہ جولیا دوڑ کر گارڈ روم میں گئی اور اس
نے ہینڈل کو دوبارہ اوپر کر دیا۔ اس طرح جہازی سائز کا لوہے کا
پھاٹک خود بخود بند ہوتا چلا گیا۔ دونوں مسلح افراد فائرنگ سے ختم ہو
چکے تھے۔

"تم یہیں رکو"...... عمران نے جھک کر امیر کاکیش کو اٹھا کر
کاندھے پر ڈالتے ہوئے مڑ کر جولیا سے کہا اور جولیا نے اثبات میں
سر ہلا دیا۔ عمران امیر کاکیش کو اٹھائے تیزی سے مہمان خانے کی
طرف بڑھتا چلا گیا۔

ٹیکسی صفدر نے سنٹرل روڈ کے آغاز میں ہی ایک ریستوران
کے سامنے رکوا دی اور پھر وہ تینوں ہی نیچے اتر آئے۔ صفدر نے
ٹیکسی ڈرائیور کو کرایہ دے کر فارغ کیا اور پھر وہ تینوں ریستوران کی
طرف مڑ کر آگے بڑھتے چلے گئے۔ اپنی رہائش گاہ سے نکل کر وہ
پہلے ایک مخصوص بازار میں گئے تھے۔ وہاں سے انہوں نے مشین
پسٹلز اور گیس پسٹلز خرید کر اپنی جیبوں میں ڈال لئے تھے۔ اس کے
بعد وہ سنٹرل روڈ کے آغاز میں ہی اتر گئے تھے کیونکہ عمران نے
انہیں بتا دیا تھا کہ فواد بظاہر کسی سپیشل ایجنسی کا چیف بنا ہوا ہے اور
جس عمارت میں وہ موجود ہے اسے سپیشل ایجنسی کا ہیڈکوارٹر کہا گیا
ہے۔ اس لئے لامحالہ اس عمارت کی نگرانی کے بھی انتظامات کئے
گئے ہوں گے۔ اس لئے وہ ٹیکسی ڈرائیور کو کسی صورت بھی یہ اندازہ
قائم نہ کرنے دینا چاہتے تھے کہ وہ سپیشل ایجنسی کے خلاف کام کر

رہے ہیں۔ ریستوران میں بیٹھ کر انہوں نے ہاٹ کافی طلب کر لی۔

"میں کافی پی کر پہلے جا کر اس عمارت کا مکمل جائزہ لے کر آتا ہوں۔ پھر کوئی سکیم بنائیں گے"..... کیپٹن شکیل نے آہستہ سے کہا۔ وہ تینوں ہی مقامی میک اپ میں تھے۔ لیکن اس وقت وہ تینوں ایکریمین زبان میں ہی باتیں کر رہے تھے کیونکہ انہیں مقامی زبان بولنا نہ آتی تھی جبکہ عمران مقامی زبان آسانی سے نہ صرف سمجھ لیتا تھا بلکہ بول بھی لیتا تھا چونکہ یہاں ایکریمین زبان خاصی بولی جاتی تھی اس لئے ان کے درمیان ہونے والی بات چیت کی طرف کوئی متوجہ نہ تھا۔

"کیا کرنا ہے چیکنگ کر کے۔ اس سے سوائے الجھنیں بڑھنے کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ ہم نے بہرحال اس کا خاتمہ کرنا ہے، کر دیں گے"..... تنویر نے اپنی عادت کے مطابق بات کرتے ہوئے کہا۔

"تمہارا مطلب ہے کہ ہم وہاں میزائل فائر کر دیں اور مقامی پولیس کے ہاتھ لگ جائیں۔ تمہیں معلوم ہے کہ یہاں پولیس کتنی فعال اور مستعد ہے"..... صفدر نے جواب دیا۔

"ہوتی رہے۔ اب وہ اس عمارت کے پاس تو کیمپ لگا کر نہیں بیٹھی ہوگی۔ آخر کہیں سے آئے گی ہی۔ لیکن اس کے آنے سے پہلے ہم یہاں سے جا چکے ہوں گے ورنہ جس انداز میں تم کام کرنا چاہتے ہو اس طرح تو پولیس ہمیں چاروں طرف سے گھیر لے گی اور ہم کہیں سوچتے ہی رہ جائیں گے"..... تنویر نے جواب دیا۔ اسی

لمحے ویٹر نے آ کر میز پر کافی سرو کر دی تو وہ تینوں خاموش ہو گئے۔ ویٹر کے واپس جانے کے بعد کیپٹن شکیل نے کافی بنانا شروع کر دی۔

"یہ آدمی پوری دنیا سے حتیٰ کہ اپنے اہم ترین آدمیوں سے بھی خفیہ رہتا ہے جس طرح ہمارا چیف رہتا ہے۔ یہ تو عمران صاحب ہیں جنہوں نے نجانے کس طرح کا چکر چلا کر اس عمارت کی نشاندہی کر لی ہے ورنہ تو شاید یہاں کوئی آدمی یہ جانتا ہوگا کہ اس عمارت میں لوادر رہتا ہے۔ جو اس انداز میں اپنے آپ کو چھپا سکتا ہے۔ اس تک پہنچنا اتنا آسان نہیں ہوگا جتنا تم نے سمجھ لیا ہے"..... صفدر نے بات کرتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ تنویر درست کہہ رہا ہے صفدر"..... کیپٹن شکیل نے کہا تو صفدر اور تنویر دونوں چونک پڑے۔

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو"..... صفدر نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"میں درست کہہ رہا ہوں۔ یہ معاملات بے حد ٹیڑھے ہیں اور ہمارے پاس وقت بھی نہیں ہے۔ البتہ تمہاری یہ بات بھی درست ہے کہ وہاں حفاظت کے سائنسی انتظامات بھی ہوں گے اور غیر سائنسی بھی۔ اس لئے ہمیں پہلے اس کوٹھی کا جائزہ لینا چاہئے۔ پھر کوئی ایسا لائحہ عمل اختیار کرنا چاہئے کہ جلد از جلد یہ کام نمٹ جائے"..... کیپٹن شکیل نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ تمہاری بات درست ہے۔ بہرحال اندھا اقدام

ہمارے خلاف ہوگا"...... صفدر نے کہا اور اس بار تنویر نے بھی اثبات میں سر ہلا دیا۔ اسے بھی شاید کیپٹن شکیل کی بات سمجھ میں آ گئی تھی۔ کافی پینے کے بعد کیپٹن شکیل اٹھا اور خاموشی سے ریستوران سے باہر نکل گیا۔

"ابھی تک ہمیں یہ معلوم نہیں کہ اصل مشن کیا ہے۔ چیف نے اندھیرے میں تیر چلانے کے لئے ہمیں یہاں بھجوا دیا"...... تنویر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"تمہارا مطلب ہے کہ چیف پہلے خود یہاں آ کر پورے مشن کو ٹریس کرتا۔ پھر ہمیں یہاں بھیجتا۔ ایسی بات نہیں ہے تنویر۔ مشن کو ٹریس کرنا بھی مشن کا ہی ایک حصہ ہوتا ہے"...... صفدر نے کافی سپ کرتے ہوئے کہا اور تنویر ہونٹ بھینچ کر خاموش ہو گیا۔ پھر تقریباً آدھے گھنٹے بعد کیپٹن شکیل واپس آ گیا اور صفدر نے ویٹر کو ایک بار پھر ہاٹ کافی لانے کے لئے کہہ دیا۔

"کیا ہوا"...... صفدر نے کہا۔

"یہ عمارت ہے تو چھوٹی سی۔ لیکن اس میں انتہائی سخت ترین حفاظتی انتظامات ہیں۔ اونچی دیواروں پر کرنٹ ہے، کرنٹ لائن بھی موجود ہے اور ایسے سسٹم بھی مجھے نظر آئے ہیں جو بے ہوش کر دینے والی گیس کو بھی بے ضرر بنا سکتے ہیں۔ اوپر تک بند ہے۔ چاروں طرف سے کورڈ ہیں۔ قریب بھی کوئی درخت یا عمارت نہیں ہے اور دوسری بات یہ کہ میں نے کنٹرول لائن کا بھی جائزہ لیا ہے۔ میرا خیال

ہے کنٹرول لائن میں بھی حفاظتی انتظامات موجود ہیں۔ البتہ اندر باہر اردگرد مجھے کوئی آدمی نگرانی کرتا ہوا دکھائی نہیں دیا"...... کیپٹن شکیل نے رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

"اسی لئے تو کہہ رہا ہوں کہ ڈائریکٹ ایکشن کرو۔ سب راستے خود بخود کھل جائیں گے"...... تنویر نے کہا۔ اسی لمحے ویٹر نے دوبارہ کافی ان کے سامنے سرو کر دی۔ اس بار کافی بنانے کے سامان کی بجائے ویٹر نے بنی بنائی کافی کی تین پیالیاں ان کے سامنے لا کر رکھ دی تھیں۔

"پھر اب کیا کیا جائے۔ کیا ڈائریکٹ ایکشن کیا جائے۔ اس کے لئے ہمیں پھر واپس جا کر میزائل گنیں لینی پڑیں گی اور انہیں ہم چھپائیں گے کہاں"...... صفدر نے کافی سپ کرتے ہوئے کہا۔

"طاقتور بم لے لیتے ہیں۔ وہ تو آسانی سے چھپ جائیں گے"...... تنویر نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ تنویر درست کہہ رہا ہے"...... اس بار صفدر نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ کافی پی کر یہاں سے چلتے ہیں اور مارکیٹ سے ضروری اسلحہ خرید لیتے ہیں۔ پھر واپس آ جائیں گے"...... کیپٹن شکیل نے کہا اور تنویر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ کافی پینے کے بعد صفدر نے ویٹر کو بلا کر اسے بل لانے کے لئے کہا تو ویٹر سر ہلاتا ہوا واپس چلا گیا۔

"اس ویٹر کی آنکھیں بتا رہی ہیں کہ کچھ گڑبڑ ہے"..... صفدر
نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ اس کی بات کا کوئی جواب دیا
جاتا صفدر کو یکلخت ایسے محسوس ہوا جیسے اس کے ذہن پر اچانک کسی
نے سیاہ چادر ڈال دی ہو یا کسی نے اچانک کمرے میں چلنے والا
بلب بجھا دیا ہو لیکن یہ اندھیرا صفدر کے خیال کے مطابق صرف چند
لمحوں تک رہا۔ اس کے بعد دوبارہ پہلے کی طرح روشنی ہو گئی لیکن
اس کے ساتھ ہی صفدر نے بے اختیار اچھلنے کی کوشش کی لیکن وہ اپنی
اس کوشش میں اس لئے ناکام رہا کہ وہ رسی سے بندھا ہوا تھا۔ وہ یہ
دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہ اس ریستوران کی بجائے ایک چھوٹے
سے کمرے کے فرش پر دیوار کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے دونوں
ہاتھ اس کے عقب میں کر کے بندھے ہوئے تھے اور اسی طرح اس
کے پیر بھی آگے کر کے انہیں رسی سے باندھ دیا گیا تھا۔ اس نے
تیزی سے گردن گھمائی تو اس کے ساتھ ہی اس جیسی حالت میں
تنویر اور کیپٹن شکیل بھی موجود تھے لیکن وہ دونوں ابھی ہوش میں آنے
کی کیفیت سے گزر رہے تھے۔ سامنے دیوار کے ساتھ ایک آدمی
ہاتھ میں مشین گن پکڑے کھڑا تھا اور انہیں غور سے دیکھ رہا تھا۔
یہ سب کیا ہوا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ دوسری بار جو کافی
ہمیں سرو کی گئی تھی اس میں کوئی خاص دوا شامل کی گئی تھی یہ اس لئے
وہ ویٹر معنی خیز نظروں سے ہمیں دیکھ رہا تھا۔ لیکن ایسا کیوں ہوا تھا
یہ بات اس کی سمجھ میں نہ آ رہی تھی۔ چند لمحوں بعد تنویر اور کیپٹن

شکیل نے بھی گردن گھمائی اور حیرت بھری نظروں سے اپنے آپ کو
اور ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ اس کے ساتھ ہی دونوں کے پاس کھڑا ہوا
مسلح شخص تیزی سے مڑا اور دروازے سے باہر چلا گیا۔

"ہم کہاں ہیں"..... تنویر نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ ہم سپیشل ایجنسی کی عمارت کے اندر
ہیں"..... صفدر نے کہا۔ وہ جب سے ہوش میں آیا تھا مسلسل اپنے
بندھے ہوئے ہاتھوں کو کھولنے کی کوشش میں مصروف تھا اور جب
سے وہ مسلح آدمی باہر گیا تھا اس نے کھل کر یہ کوشش شروع کر دی
تھی اور ساتھ ساتھ کیپٹن شکیل اور تنویر کو بھی سب کچھ بتا رہا تھا لیکن
ان کے ہاتھوں کو باندھا اس انداز میں گیا تھا کہ باوجود شدید کوشش
کے اس کی انگلیوں میں رسی کی گانٹھ نہ آ رہی تھی اور جب تک گانٹھ
نہ کھلے گی تب تک رسی نہیں کھل سکتی تھی اور پھر اس سے پہلے کہ وہ
رسی کھولتا، دروازے کے باہر قدموں کی آواز سنائی دی اور چند لمحوں
بعد ایک آدمی اندر داخل ہوا۔ اس کے پیچھے وہ مسلح آدمی تھا۔ آنے
والا سامنے موجود کرسی پر بڑے اطمینان اور تسلی بھرے انداز میں بیٹھ
گیا جبکہ مسلح آدمی اس کے پیچھے ہاتھ میں مشین گن پکڑے کھڑا تھا
اور عین اسی لمحے صفدر کی انگلیاں گانٹھ تک پہنچ گئیں۔

"تم پاکیشیائی ایجنٹ ہو"..... کرسی پر بیٹھے ہوئے آدمی نے سرد
لہجے میں کہا۔

"میرا خیال ہے کہ تم سپیشل ایجنسی کے چیف ماسٹر فولاد ہو"......

صفدر نے اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے الٹا سوال کر دیا۔ وہ آدمی نمایاں طور پر اچھل پڑا۔ اس کے چہرے پر یکلخت شدید حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔

"تم نے یہ بات کس بنا پر کی ہے"..... کرسی پر بیٹھے ہوئے آدمی نے تیز لیکن حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"اس لئے کہ مجھے معلوم ہے کہ یہ سپیشل ایجنسی کے ہیڈ کوارٹر کا کمرہ ہے اور ہمیں باقاعدہ ریستوران میں کافی میں بے ہوشی کی دوا پلا کر یہاں لایا گیا ہے اور سب سے بڑی بات یہ کہ تمہارے پیچھے جو آدمی کھڑا ہے اس کے سینے پر ایس ایس کا بیج نمایاں طور پر لگا ہوا ہے اور ظاہر ہے تم جس انداز میں آ کر بیٹھے ہو اس سے ظاہر ہے کہ چیف تم ہی ہو"..... صفدر نے باقاعدہ اپنی بات کے حق میں دلائل دیتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ میرا نام فواد ہے اور شاید ہیڈ کوارٹر سے باہر کے تم تینوں پہلے افراد جنہوں نے میرا چہرہ دیکھا ہے ورنہ دنیا صرف فواد کی آواز سن کر اپنا سر جھکا لیتی ہے"..... فواد نے بڑے فخریہ لہجے میں کہا۔

"تمہیں ہمارے بارے میں کیسے علم ہوا"..... صفدر نے قدرے حیرت بھرے لہجے میں کہا تو فواد کے چہرے پر ایک بار پھر فخریہ مسکراہٹ تیرنے لگی۔

"یہ تمہارا ساتھی اس عمارت کے گرد گھومتا رہا اور عمارت میں

ایسی تنصیبات موجود ہیں جو اس عمارت کے گرد ایک کلومیٹر تک کی صورتحال کو سکرین پر پیش کرتی رہتی ہیں۔ تمہارے اس آدمی کو مشکوک قرار دے دیا گیا۔ پھر اس کو باقاعدہ مانیٹر کیا گیا تو یہ ریستوران میں جا کر تم دونوں کے ساتھ بیٹھا۔ مجھے رپورٹ دی گئی تو میں سمجھ گیا کہ تم تینوں کا تعلق پاکیشیا سیکرٹ سروس سے ہی ہو سکتا ہے۔ چنانچہ میرے حکم پر ریستوران میں تمہاری کافی میں خصوصی دوا شامل کی گئی اور تمہارے بے ہوش ہونے پر تمہیں اٹھا کر یہاں پہنچا دیا گیا"..... فواد نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تمہارا امیر کاکیشن سے کیا تعلق ہے۔ کیا وہ تمہارا بھی باس ہے"..... صفدر نے کہا۔ وہ اب اس لئے باتیں کر رہا تھا کیونکہ اس نے کن انکھیوں سے دیکھ لیا تھا کہ تنویر اور کیپٹن شکیل دونوں کے بازوؤں میں ہلکا سا ارتعاش موجود تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ دونوں اپنے ہاتھ کھولنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہ درست ہے کہ ان تینوں کی ٹانگیں بندھی ہوئی تھیں اور سامنے کی طرف پھیلی ہوئی تھیں اور وہ ان دونوں کے سامنے انہیں کھول نہ سکتے تھے لیکن اس کے باوجود یہ یکلخت اچھل کر ان دونوں پر حملہ تو کر سکتے تھے۔ لیکن وہ دو تھے اور اکیلا صفدر شاید ان پر مکمل طور پر قابو نہ پا سکتا تھا اس لئے وہ بھی چاہتا تھا کہ تنویر اور کیپٹن شکیل بھی رسیاں کھول لیں۔

"امیر کاکیشن بڑا آدمی ہے اور جلد ہی پوری دنیا پر اس کی حکومت ہوگی اور اس براعظم افریقہ کا چیف میں ہوں گا"..... فواد

نے جواب دیا۔

"کیا تمہیں معلوم ہے کہ امیر کاکیش کس طرح پوری دنیا پر حکومت کرے گا"...... صفدر نے کہا۔

"تم ان باتوں کو چھوڑو۔ بہت باتیں ہو چکی ہیں۔ تم میرے سوال کا جواب دو"...... فواد نے یکلخت سرد لہجے میں کہا۔

"تم خود ایک ایجنسی کے چیف ہو اور تمہارے پاس یقیناً انتہائی جدید میک اپ واشرز ہوں گے۔ تم ہمارے چہروں کو چیک کرا لو۔ تمہیں خود پتہ چل جائے گا کہ ہم مقامی ہیں یا پاکیشیائی"...... صفدر نے منہ بناتے ہوئے کہا تو فواد بے اختیار ہنس پڑا۔

"مجھے ایسا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ یہاں کا کوئی مقامی آدمی فواد کے خلاف کام کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ میں تو اس لئے پوچھ رہا ہوں کہ اگر تمہارا تعلق واقعی پاکیشیا سیکرٹ سروس سے ہے تو تم مجھے بتاؤ گے کہ تم نے اس عمارت کا سراغ کیسے لگایا اور اگر تم نہیں بتاؤ گے تب بھی مجھے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ تمہاری موت کے بعد میں خود ہی معلوم کر لوں گا"...... فواد نے لمبی بات کرتے ہوئے کہا۔

"یہاں تمہارے ساتھ کتنے آدمی ہیں"...... اچانک صفدر نے کہا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے اپنی پھیلی ہوئی ٹانگوں کو ممکنہ حد تک اندر کی طرف سمیٹ لیا کیونکہ تنویر اور کیپٹن شکیل دونوں نے مخصوص انداز میں سر ہلا کر اسے بتا دیا تھا کہ وہ دونوں اپنے ہاتھ کھول لینے

میں کامیاب ہو چکے ہیں اور صفدر کے ٹانگیں سمیٹتے ہی تنویر اور کیپٹن شکیل نے بھی ایسا ہی کیا۔

"یہ کیا کر رہے ہو تم"...... فواد نے یکلخت چونک کر کہا لیکن اس سے پہلے کہ وہ سمجھتا اچانک صفدر ایک جھٹکے سے اٹھا اور دوسرے لمحے جیسے کوئی بھاری پرندہ فضا میں اڑتا ہے اس طرح اس کا جسم ہوا میں اچھلا اور دوسرے لمحے فواد کی پشت پر کھڑا ہوا آدمی چیختا ہوا ایک طرف جا گرا۔ جبکہ فواد صفدر کے جسم کے نیچے دب کر کرسی سمیت پشت کے بل فرش پر جا گرا۔ صفدر نے چھلانگ لگاتے ہی فواد کے آدمی کو ایک ہاتھ سے مخصوص انداز کی ضرب لگا کر ایک طرف اچھال دیا تھا البتہ اس نے اس کے ہاتھ سے مشین گن جھپٹ لی تھی۔ وہ آدمی اچھل کر نیچے گر کر دوبارہ تیزی سے اٹھنے ہی لگا تھا کہ تنویر نے اس پر چھلانگ لگا دی اور وہ ایک بار پھر نیچے گرا ہی تھا کہ فواد نے یکلخت صفدر کو دونوں ٹانگوں کی مدد سے اچھال کر عقبی دیوار سے دے مارا اور خود جھٹکا کھا کر اٹھا ہی تھا کہ کیپٹن شکیل اس سے آ ٹکرایا اور کیپٹن شکیل کی زوردار ٹکر کھا کر فواد کے جسم نے یکلخت جھٹکا کھایا۔ اسی لمحے کمرہ مشین گن کی ریٹ ریٹ اور انسانی چیخ سے گونج اٹھا۔ یہ فائرنگ صفدر نے کی تھی کیونکہ فواد کے آدمی نے بڑے ماہرانہ انداز میں تنویر کو ایک طرف اچھال کر خود تیزی سے اٹھنے کی کوشش کی تھی اور صفدر کو اس پر فائرنگ کرنے کا موقع مل گیا تھا کیونکہ پہلے وہ اس پر فائرنگ نہ کر سکتا تھا کیونکہ گولی تنویر کو

بھی لگ سکتی تھی۔ فواد بے نے ٹکر کھا کر ایک بار پھر اٹھنے کی کوشش کی لیکن کیپٹن شکیل نے ایک بار پھر کسی غصیلے مینڈھے کی طرح اس کے سر پر دوسری ٹکر جڑ دی اور اس بار فواد کا جسم تیزی سے ڈھیلا پڑتا چلا گیا جبکہ فواد کے آدمی پر فائرنگ کرتے ہی صفدر اچھل کر کھڑا ہوا اور اس کے ساتھ ہی اس نے جھک کر پیروں میں بندھی ہوئی رسی کی گانٹھ کھولی اور دونوں پیر آزاد ہوتے ہی وہ جیسے اڑتا ہوا کمرے کے کھلے دروازے سے باہر نکل گیا جبکہ تنویر اور کیپٹن شکیل نے بھی فراغت ملتے ہی سب سے پہلا کام اپنے پیروں کو کھولنے کا کیا۔

"مجھے صفدر کی مدد کے لئے جانا چاہئے لیکن ہمارا اسلحہ نجانے کہاں ہے"...... تنویر نے بے چین سے لہجے میں کہا۔

"فکر مت کرو۔ صفدر تر نوالہ نہیں ہے البتہ اس فواد کے ہاتھ پیر باندھ دینے چاہئیں۔ اسے کسی بھی لمحے ہوش آ سکتا ہے"...... کیپٹن شکیل نے کہا۔

"کیا ضرورت ہے۔ گردن توڑ کر ایک طرف ڈال دو اسے"...... تنویر نے تیز لہجے میں کہا۔

"نہیں۔ یہ اہم آدمی ہے۔ اس سے معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں"...... کیپٹن شکیل نے کہا تو تنویر نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر ان دونوں نے مل کر اس کے دونوں ہاتھ اس کے عقب میں کر کے اس کی ٹانگیں بھی باندھ دیں۔ اس کی جیبوں کی تلاشی بھی لے لی گئی لیکن اس کی جیبیں خالی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد صفدر واپس کمرے میں

آ گیا۔

"کیا ہوا"...... کیپٹن شکیل اور تنویر دونوں نے بیک زبان ہو کر کہا۔

"چار آدمی اور ایک عورت یہاں موجود تھی۔ میں نے ان کا خاتمہ کر دیا ہے اور یہاں تہہ خانوں میں مشینری کا جال بچھا ہوا ہے۔ میں نے فائرنگ کر کے تمام مشینری کو مکمل طور پر تباہ کر دیا ہے۔ یہ تو ہماری خوش قسمتی تھی کہ اس بے وقوف نے ہمیں خود ہی یہاں منگوا لیا ورنہ شاید ہم زندہ اس عمارت میں کسی طرح داخل ہی نہ ہو سکتے تھے"...... صفدر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اب کیا کرنا ہے"...... تنویر نے بے چین سے لہجے میں کہا۔

"کرنا کیا ہے۔ واپس جانا ہے اور فواد کی موت سے لامحالہ اس کے تمام گروپ علیحدہ علیحدہ ہو کر ختم ہو جائیں گے"...... صفدر نے کہا۔

"کیا اس سے معلومات حاصل نہیں کرنی تم نے۔ یہ انتہائی اہم آدمی ہے"...... کیپٹن شکیل نے کہا۔

"اس سے کیا معلوم کرنا ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ آمیرکا کیمپ کے بارے میں بتا سکے گا اور وہاں عمران صاحب اور مس جولیا گئے ہوئے ہیں"...... صفدر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ پھر تو ہمیں وہاں فون کر کے بات کر لینی چاہئے۔ ہو سکتا ہے عمران صاحب اس فواد سے کچھ معلومات حاصل کرنا

چاہئیں"...... کیپٹن شکیل نے کہا تو اس بار صفدر کے ساتھ ساتھ تنویر نے بھی اثبات میں سر ہلا دیا۔

"میرا خیال ہے کہ اسے اٹھا کر اس کے آفس لے چلیں۔ وہاں اسے کرسی پر ڈال دیں گے"...... صفدر نے کہا تو تنویر نے آگے بڑھ کر بندھے ہوئے فواد کو اٹھا کر کاندھے پر ڈالا اور پھر صفدر کی رہنمائی میں وہ تینوں ایک گیلری سے گزر کر ایک اور بڑے کمرے میں آ گئے جو آفس کے انداز میں سجا ہوا تھا۔

"یہاں کوئی سائنسی نظام نہ ہو اور ہم پھر پھنس جائیں"...... تنویر نے کہا۔

"نہیں۔ میں نے تمام مشینری تباہ کر دی ہے۔ اطمینان رکھو"...... صفدر نے کہا اور تنویر نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے فواد کو ایک کرسی پر ڈال دیا۔

"اب اسے ہوش میں لا کر اس سے امیر کاکیشن کی حویلی کا فون نمبر معلوم کرنا پڑے گا"...... تنویر نے کہا۔

"مجھے معلوم ہے۔ اس کی دراز میں ایک کارڈ موجود ہے جس پر امیر کاکیشن اور آگے سپیشل فون نمبر کے الفاظ اور نمبر درج ہیں"...... صفدر نے کہا اور میز کی دوسری دراز کھول کر اس نے اندر سے ایک کارڈ نکالا اور اسے میز پر رکھ کر اس نے سفید رنگ کے فون کا رسیور اٹھایا اور کارڈ پر لکھے ہوئے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ لیکن دوسری طرف گھنٹی بجتی رہی۔ کسی نے رسیور نہ اٹھایا۔ صفدر ہونٹ بھینچ

کر رسیور رکھنا ہی چاہتا تھا کہ دوسری طرف سے ہیلو کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو۔ کیا یہ امیر کاکیشن کی حویلی ہے"...... صفدر نے لہجہ بدل کر بات کرتے ہوئے کہا۔

"میں امیر کاکیشن بول رہا ہوں مسٹر صفدر سعید"...... دوسری طرف سے کہا گیا تو صفدر بے اختیار اچھل پڑا۔ اس کے چہرے پر یکلخت انتہائی حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

"کیا۔ کیا کہہ رہے ہیں آپ"...... صفدر نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"مجھے معلوم ہے کہ تم امیر فواد کے آفس سے بات کر رہے ہو اور تنویر اور کیپٹن شکیل بھی تمہارے ساتھ موجود ہیں لیکن فواد کا کیا ہوا۔ وہ اتنی آسانی سے تو مار کھانے والا نہیں تھا"...... دوسری طرف سے امیر کاکیشن نے کہا تو صفدر کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے ذہن میں دھماکے سے ہونے لگ گئے ہوں۔ وہ کبھی سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ امیر کاکیشن ان کے نام اس انداز میں لے گا جیسے وہ انہیں اچھی طرح جانتا ہو۔

"کیا ہوا۔ خاموش کیوں ہو گئے۔ چلو مجھ سے بات نہیں کرنا چاہتے تو جولیا سے کر لو"...... دوسری طرف سے یکلخت عمران کی آواز سنائی دی اور صفدر ایک بار پھر پہلے کی طرح بے اختیار اچھل پڑا۔

"ہیلو صفدر۔ میں جولیا بول رہی ہوں"...... دوسری طرف سے

جولیا کی آواز سنائی دی۔

"آپ۔ آپ کہاں ہیں۔ کیا امیر کاکیش کی حویلی میں ہیں"۔۔۔ صفدر نے قدرے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ لیکن تم اتنے بوکھلائے ہوئے کیوں ہو۔ کیا ہوا ہے۔ خیریت تو ہے"۔۔۔ جولیا نے کہا تو صفدر کے چہرے پر یکلخت شرمندگی کے تاثرات ابھر آئے۔

"سوری مس جولیا۔ عمران صاحب نے امیر کاکیش بن کر اور ہمارے ورینیت تام بتا کر میرے ذہن کو خاصا بڑا شاک پہنچایا ہے۔ بہرحال ہم ٹھیک ہیں۔ ہم نے فواد کی اس عمارت پر قبضہ کر لیا ہے اور فواد اس وقت ہمارے سامنے بے ہوش پڑا ہوا ہے۔ ہم نے امیر کاکیش کی حویلی اس لئے فون کیا تھا کہ شاید آپ نے بھی ہماری طرح وہاں قبضہ کر لیا ہو۔ ہم عمران صاحب سے پوچھنا چاہتے تھے کہ اس فواد سے انہوں نے کچھ پوچھنا ہے یا ہم اسے ہلاک کر کے واپس آ جائیں"۔۔۔ صفدر نے اس بار پرسکون لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

"امیر کاکیش سے عمران نے سب کچھ معلوم کر لیا ہے اور ہم اب واپس روانہ ہو رہے تھے کہ تمہارا فون آ گیا۔ تم اس فواد کا خاتمہ کر کے واپس آ جاؤ تاکہ اب اصل مشن کی طرف پیشرفت کی جا سکے"۔۔۔ جولیا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوکے۔ ٹھیک ہے۔ شکریہ"۔۔۔ صفدر نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

امیر میروم ایک کمرے میں کرسی پر بیٹھا کسی سوچ میں غرق تھا کہ سائیڈ پر موجود کمرے کا دروازہ کھلنے کی آواز سن کر وہ بے اختیار چونک پڑا۔ اس دروازے سے ایک لمبے قد اور بھاری جسم کا آدمی اندر داخل ہوا۔ اس کی آنکھوں پر سیاہ شیشوں والا چشمہ تھا۔ اس کی ناک طوطے کی چونچ کی طرح آگے نیچے کافی حد تک مڑی ہوئی تھی اور چہرہ اس طرح سوکھا ہوا تھا جیسے انجور کا بنا ہوا ہو۔ ہونٹ پتلے اور ایک دوسرے کے ساتھ اس حد تک جڑے ہوئے تھے کہ منہ کی بجائے بس ایک باریک سی لائن نظر آتی تھی۔ ٹھوڑی آگے کو بڑھی ہوئی تھی لیکن چہرے کی طرح سوکھی سی تھی۔ اس کے جسم پر سیاہ رنگ کا لباس تھا۔ امیر میروم اسے دیکھ کر چونک پڑا تھا۔ اس کے چہرے پر قدرے حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔ ایسے تاثرات جیسے اسے اس آدمی کے آنے کی کوئی امید نہ تھی۔ اس آدمی نے قریب آ

کر اپنا سر جھکا دیا اور خاموش کھڑا ہو گیا۔

"کیا بات ہے اوشیان۔ تم اچانک یہاں کیوں آئے ہو۔ کوئی خاص بات"...... امیر میروم نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"آقا کی خدمت میں معاملات کی رپورٹ کرنا ضروری ہو گئی تھی اور آپ کو تو معلوم ہے کہ میری یہی ڈیوٹی ہے"...... اس آدمی نے عجیب چیختے ہوئے سے لہجے اور آواز میں جواب دیا لیکن اس کا سر اسی طرح جھکا ہوا تھا۔

"کیا ہوا ہے"...... امیر میروم نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ شیطانی دربار کی یہ خاص طاقت صرف اس وقت نمودار ہوتی ہے جب کوئی انہونی ہو جائے۔ اسی لئے وہ اسے دیکھ کر حیران رہ گیا تھا کیونکہ اس کے نزدیک ایسی کوئی انہونی سامنے نہ آئی تھی۔

"آقا امیر کا کیشن کو ہلاک کر دیا گیا ہے"...... اوشیان نے کہا تو امیر میروم بے اختیار اچھل پڑا۔

"کیا۔ کیا کہہ رہے ہو۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ اس کی حفاظت پر تو بہت بڑی بڑی طاقتیں موجود تھیں اور ابھی تھوڑی دیر پہلے تو وہ میرے پاس سے واپس اپنی حویلی گیا ہے"...... امیر میروم نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ اس کا لہجہ ایسا تھا جیسے اسے اوشیان کی بات پر یقین نہ آ رہا ہو۔

"آپ درست فرما رہے ہیں آقا۔ یوغا بہت بڑی طاقت تھی

اور وہ امیر کا کیشن کی حفاظت آسانی سے کر سکتی تھی۔ لیکن وہ خود بھی روشنی کی ایک طاقتور لہر کا شکار ہو کر فنا ہو گیا اور یوغا کے فنا ہوتے کے بعد اس کی ماتحت تمام شیطانی طاقتیں امیر کا کیشن کے حکم کے بغیر کچھ نہ کر سکتی تھیں اور امیر کا کیشن کو یوغا کے فنا ہونے کا علم ہی نہ ہو سکا"...... اوشیان نے جواب دیا۔

"یوغا ایک لہر سے فنا ہو گیا ہے۔ کیا کہہ رہے ہو۔ تفصیل بتاؤ"...... امیر میروم نے تیز اور تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"آپ کو تو معلوم ہے کہ جب امیر کا کیشن یہاں آپ کے پاس موجود تھے تو ان کی حویلی میں ایک مرد اور ایک عورت آئے جنہیں دربانوں کے انچارج میاران نے مہمان خانے میں پہنچا دیا۔ پھر امیر کا کیشن نے یہاں سے فون کر کے میاران کو حکم دے دیا کہ ان دونوں کو ہلاک کر دیا جائے اور یوغا کو کہہ دیا کہ وہ وہاں جائے اور سب کچھ دیکھ کر انہیں رپورٹ دے۔ یوغا اس حکم کی تعمیل میں امیر کا کیشن کو یہاں آپ کے پاس چھوڑ کر وہاں چلا گیا۔ ان دونوں نے میاران کو قید کر لیا جبکہ اس کے باقی ساتھیوں کو ہلاک کر دیا۔ یوغا چونکہ میاران کی مدد کرنے کا پابند نہ تھا اس لئے وہ کمرے کے دروازے میں کھڑا سب کچھ ہوتا دیکھتا رہا۔ میاران کو امیر کا کیشن نے یہ طاقت دے رکھی تھی کہ وہ شیطانی طاقتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتا تھا۔ اس لئے یوغا اسے نظر آ گیا۔ اس نے اس آدمی عمران کو اس بارے میں بتا دیا۔ اس آدمی کی جیب میں روشنی کا مقدس کلام

موجود تھا۔ اس لئے یوغا اس پر حملہ نہ کر سکا لیکن وہ دیکھ تو سکتا تھا
اور امیر کا کیشن نے بھی اسے صرف دیکھ کر رپورٹ دینے کا کہا تھا۔
اس لئے وہ خاموش کھڑا یہ سب کچھ ہوتے دیکھتا رہا لیکن جیسے ہی
میاران نے اس آدمی عمران کو بتایا کہ اس کی پشت پر یوغا کھڑا ہے
تو وہ آدمی یکلخت یوغا کی طرف مڑا اور اس کے منہ سے یکلخت
روشنی کی انتہائی طاقتور لہر نکل کر یوغا پر پڑی اور یوغا اس لہر کی
طاقت کی وجہ سے وہیں فنا ہو گیا۔ اس دوران امیر کا کیشن بھی وہاں
پہنچ گئے۔ انہیں کچھ پتہ نہ چلا کہ حویلی میں کیا ہو رہا ہے۔ وہ حویلی
میں داخل ہوئے تو یہ عمران اور اس کی ساتھی عورت میاران کے تمام
ساتھیوں کو ہلاک کر چکے تھے۔ انہوں نے امیر کا کیشن کے ساتھ
جانے والے دونوں آدمیوں کو بھی ہلاک کر دیا اور امیر کا کیشن کو بے
ہوش کر دیا۔ تمام شیطانی طاقتیں ان کے ہوش میں آنے کے انتظار
میں تھیں تاکہ یوغا کی عدم موجودگی میں امیر کا کیشن سے حرکت میں
آنے کی اجازت حاصل کر سکیں لیکن اس عمران نے عجیب حرکت
کی۔ اس نے بوٹ کا سیاہ تسمہ کھولا اور اسے امیر کا کیشن کے منہ پر
باندھ دیا اور اس تسمے کی وجہ سے امیر کا کیشن کی تمام طاقتیں بے بس
ہو کر رہ گئیں کیونکہ جب آقا کو سیاہ لگام ڈال دی جائے تو پھر
شیطانی طاقتیں بے بس ہو جاتی ہیں"۔۔۔۔ اوشیان نے تفصیل بتاتے
ہوئے کہا تو امیر میروم کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی چلی گئیں۔

"اوہ۔ اوہ یہ تو قدیم افریقی ساحروں کا طریقہ ہے۔ یہ اس

عمران کو کیسے معلوم ہو گیا"۔۔۔۔ امیر میروم نے انتہائی حیرت بھرے
لہجے میں کہا۔

"وہ تو شاید ایسے کاموں میں ماہر لگتا ہے"۔ اس نے امیر کا کیشن
کو سیاہ لگام ڈالی اور امیر کا کیشن اپنی تمام طاقتوں کے باوجود بے بس
ہو کر رہ گئے۔ امیر کا کیشن نے اپنی اس طاقت کو دل ہی دل میں بلایا
جسے وہ آنکھوں کے ذریعے احکامات دے سکتا تھا لیکن نجانے اس
عمران کو امیر کا کیشن کے اس ارادے کو کیسے علم ہو گیا۔ اس نے
امیر کا کیشن کی آنکھوں پر رومال باندھ دیا۔ اس طرح امیر کا کیشن مکمل
طور پر بے بس ہو گیا۔ پھر اس عمران نے خنجر کی مدد سے امیر کا کیشن
کی ناک کے دونوں نتھنے آدھے سے زیادہ کاٹ ڈالے اور پھر
امیر کا کیشن کی پیشانی پر اس نے ضربیں لگائیں۔ اس کے بعد تو
امیر کا کیشن جیسے اس کا تابعدار بن گیا۔ امیر کا کیشن نے اسے آپ
کے بارے میں دار پوش کے بارے میں، وادی شاہاں کے بارے
میں سب کچھ بتا دیا۔ امیر کا کیشن نے اس عمران کو بتایا کہ وادی
شاہاں میں ایک خفیہ کنواں ہے جو لاکھوں سالوں سے بند ہے اور
امیر میروم اس کنوئیں کو دوبارہ کھولے گا۔ اس کنوئیں کے اندر ایک
صندوقچی ہو گی جس میں سیاہ بھنورا قید ہے۔ صندوقچی کھلتے ہی سیاہ
بھنورا زندہ ہو جائے گا۔ اس کے ساتھ ہی سفید مقدس چمگادڑ بھی
زندہ ہو کر آ جائے گا اور ان دونوں کے مجموعے کو بلیک سکارب کہا
جاتا ہے اور بلیک سکارب کے زندہ ہوتے ہی شیطانی طاقتیں اس

حد تک طاقتور ہو جائیں گی کہ وہ پوری دنیا کے مسلمانوں کے خلاف
کسی بھی سپر پاور سے مل کر لڑیں گی اور اس طرح آہستہ آہستہ پوری
مسلم دنیا بلیک سکارب کے تحت آ جائے گی اور چونکہ اصل میں بلیک
سکارب کی پشت پر یہودی ہیں اس لئے پوری دنیا پر کنٹرول
یہودیوں کا ہو جائے گا"...... اوشیان نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"یہ سب کچھ امیر کاکیش نے خود بتا دیا ہے"...... امیر میروم نے
ایسے لہجے میں کہا جیسے اسے اس بات پر یقین نہ آ رہا ہو۔

"ہاں آقا امیر میروم۔ امیر کاکیش نے سب کچھ خود بتا دیا۔
انہوں نے آپ کی حویلی کے بارے میں بھی بتا دیا ہے اور فواد کے
بارے میں بھی۔ اور آپ نے پوری دنیا میں جو لائحہ عمل طے کیا تھا
اور جن جن کو دنیا کے مختلف حصوں کا سربراہ بنایا تھا وہ سب انہوں
نے بتا دیا۔ انہوں نے یہ بھی بتا دیا کہ امیر کاکیش خود، آپ
امیر میروم اور فواد تینوں کٹر یہودی ہیں اور آپ پوری دنیا کے
یہودیوں کے نمائندہ ہیں اور مسلمانوں پر یہودیوں کے مکمل غلبہ کے
لئے آپ کام کر رہے ہیں"...... اوشیان نے تفصیل بتاتے ہوئے
کہا۔

"کیا امیر کاکیش نے وادی شاہاں کے اس مقام کے بارے
میں بھی بتا دیا ہے"...... امیر میروم نے کہا۔

"نہیں آقا۔ امیر کاکیش کو اس بارے میں علم نہ تھا البتہ انہوں
نے یہ بتا دیا ہے کہ آپ خفیہ کنواں کھولنے کے لئے وہاں گئے تھے

لیکن وہاں رہنے والے دو آلوؤں نے آپ پر حملہ کر دیا جس پر آپ
کے نائب دار نوشن نے گولی چلا کر دونوں آلوؤں کو مار گرایا اور چونکہ
ان آلوؤں کا خون وادی کی زمین پر پڑ گیا تھا اس لئے اس خون
کے اثرات ایک ہفتے اس زمین پر رہیں گے اور اس ایک ہفتے تک
کنواں ظاہر نہیں ہو سکتا"...... اوشیان نے مزید تفصیل بتاتے ہوئے
کہا۔

"ہونہہ۔ اس فواد کے بارے میں کیا خبریں ہیں۔ کیا اس نے
ان ایجنٹوں کا خاتمہ کرنے کی کوشش کی ہے یا نہیں"...... امیر میروم
نے اس بار قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

"آقا۔ فواد کو بھی ہلاک کر دیا گیا ہے"...... اوشیان نے جواب
دیا تو امیر میروم ایک بار پھر اچھل پڑا۔

"کیا۔ کیا کہہ رہے ہو۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ فواد تک تو کوئی پہنچ
ہی نہیں سکتا"...... امیر میروم نے چیختے ہوئے کہا۔

"میں آپ کو تفصیل بتاتا ہوں آقا۔ آپ کو تو معلوم ہے کہ
اوشیان سے کوئی چیز چھپی نہیں رہ سکتی۔ عمران کے تین مرد ساتھی
ہیں۔ جب عمران اپنی ساتھی عورت کے ساتھ امیر کاکیش کی حویلی کی
طرف گیا تو یہ تینوں ٹیکسی میں بیٹھ کر پہلے اسلحہ مارکیٹ گئے۔ وہاں
سے انہوں نے اسلحہ خریدا اور پھر دوبارہ ٹیکسی میں بیٹھ کر وہ ماسٹر فواد
کی رہائش گاہ کی طرف چلے گئے"...... اوشیان نے کہا۔

"لیکن انہیں ماسٹر فواد کی رہائش گاہ کا علم کیسے ہوا"......

امیر میروم نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"یہ کام اس عمران نے کیا تھا۔ اس نے صرف مختلف جگہوں پر فون کر کے اور آوازیں بدل کر اس بارے میں معلوم کر لیا اور اپنے ساتھیوں کو بتا دیا"..... اوشیان نے جواب دیا۔

"لیکن اس کے باوجود یہ لوگ کسی صورت اندر تو نہ داخل ہو سکتے تھے"..... امیر میروم نے کہا۔

"آپ کی بات درست ہے لیکن ماسٹر فواد کو ان کے بارے میں اطلاع مل گئی تو اس کے حکم پر ان تینوں کو جو اس وقت ایک ریستوران میں بیٹھے ہوئے تھے، بے ہوش کر دیا گیا اور پھر ان کو فواد کے پاس پہنچا دیا گیا۔ جہاں ہوش میں آنے کے بعد بندھے ہونے کے باوجود انہوں نے فواد اور اس کے آدمی پر حملہ کر دیا اور اس آدمی کو ہلاک کر کے فواد کو بے ہوش کر دیا۔ پھر انہوں نے اس رہائش گاہ میں موجود باقی مردوں اور ایک عورت کو ہلاک کر دیا اور تمام مشینری تباہ کر دی۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے ساتھی عمران کو فون کیا۔ عمران نے انہیں فواد کو ہلاک کر کے واپس اپنی رہائش گاہ پر پہنچنے کے لئے کہا اور پھر انہوں نے فواد کو ہلاک کیا اور واپس چلے گئے"..... اوشیان نے کہا۔

"اس امیر کاکیش کا کیا ہوا"..... امیر میروم نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"امیر کاکیش کو اسی حالت میں گولیاں مار کر ہلاک کر دیا گیا۔

اس کے بعد عمران بھی اپنی رہائش گاہ پر چلا گیا اور میں آپ کو تفصیل بتانے یہاں آ گیا"..... اوشیان نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"یہ تو بہت برا ہوا۔ یہ لوگ تو انتہائی خطرناک ہیں۔ اب یہ تو یہاں بھی پہنچ جائیں گے۔ پھر کیا ہو گا اور اگر یہاں نہ پہنچے تو وادی شاہاں پہنچ جائیں گے۔ انہیں کیسے روکا جائے"..... امیر میروم نے انتہائی پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

"آپ نے پہلے بھی شیطان کے رازدار ماشورا کو طلب کیا تھا۔ اسے پھر طلب کر لیں تاکہ وہ آپ کو کوئی ایسی ترکیب بتا سکے جس پر عمل کر کے آپ ان لوگوں سے حتمی نجات حاصل کر سکیں"..... اوشیان نے جواب دیا تو امیر میروم بے اختیار اچھل پڑا۔

"اوہ ہاں۔ اسے تو میں بھول ہی گیا تھا۔ ماشورا نے کہا تھا کہ وہ مجھے ایسی ترکیب بتائے گا۔ مکر و فریب سے پر ایسا جال کہ یہ لوگ اس جال میں پھنس کر ختم ہو جائیں گے۔ ٹھیک ہے۔ تم اب جا سکتے ہو"..... امیر میروم نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"آقا۔ امیر کاکیش نے یہاں کے بارے میں انہیں بتا دیا ہے کہ آپ یہاں قندوز کی بڑی حویلی میں موجود ہیں اور انہیں امیر کاکیش نے یہ بھی بتا دیا ہے کہ آپ نے روزم کو اپنے دو کالے کتے دے کر اس سے الوؤں کے خون کے اثرات بھی ختم کرا دیئے ہیں اور آپ کل صبح وہاں جا کر کنواں ظاہر کریں گے۔ اس لئے ہو

سکتا ہے کہ وہ لوگ صبح ہونے سے پہلے یہاں پہنچ کر آپ کے خلاف کارروائی کریں۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ آپ یہاں نہ رہیں بلکہ کسی ایسی خفیہ جگہ پر منتقل ہو جائیں جہاں کے بارے میں انہیں معلوم نہ ہو“...... اوشیان نے کہا۔

” ہاں۔ تمہاری بات درست ہے۔ میں ایسا ہی کروں گا۔ تم جا سکتے ہو“...... امیر میروم نے کہا تو اوشیان نے جھک کر سلام کیا اور واپس مڑ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ جب اس کے عقب میں دروازہ بند ہو گیا تو امیر میروم اٹھا اور ایک اور کمرے میں پہنچ گیا۔ اس کمرے میں ایک کرسی کمرے کے درمیان میں موجود تھی۔ ایک طرف دیوار میں ایک الماری بھی موجود تھی۔ امیر میروم نے الماری کھول کر اس میں سے ایک باکس نکالا اور پھر الماری بند کر کے واپس اس کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔ اس نے باکس کھول کر بڑے بڑے سیاہ شیشوں والی عینک نکالی اور اسے اپنی آنکھوں پر چڑھا کر اس نے باکس کو جیب میں ڈالا اور پھر کرسی کے بازو پر موجود ایک بٹن پریس کر دیا۔ دوسرے لمحے سامنے دیوار پر یکلخت انتہائی تیز روشنی چمکی۔ اس قدر تیز کہ جیسے سورج اس دیوار پر پہنچ گیا ہو لیکن پھر آہستہ آہستہ روشنی مدھم ہوتی چلی گئی اور امیر میروم نے آنکھوں پر موجود عینک اتاری۔ جیب سے باکس نکال کر عینک کو اس باکس میں رکھا اور پھر باکس کو دوبارہ جیب میں رکھ کر اس نے سامنے والی دیوار کی طرف دیکھا جہاں مدھم سی روشنی کا ایک چوکھٹا سا نظر آ رہا تھا۔ پھر

یہ روشنی آہستہ آہستہ نیچے فرش کی طرف بڑھنے لگی۔ چند لمحوں بعد دیوار کے سامنے ایک بوڑھا آدمی بیٹھا نظر آ رہا تھا۔ اس کے جسم پر قدیم مصری لباس تھا اور سر پر اس نے قدیم دور کی پگڑی سی باندھی ہوئی تھی۔ اس کی سرخ آنکھیں کسی بھیڑیئے کی آنکھوں کی طرح چمک رہی تھیں۔

” ماشورا حاضر ہے آقا۔ حکم“...... اس بوڑھے نے کہا۔

” ماشورا۔ پچھلی بار تم نے کہا تھا کہ تم کوئی ایسی ترکیب سوچو گے۔ مکر وفریب سے بھری ترکیب کہ یہ پاکیشیائی عمران اور اس کے ساتھی اس میں پھنس کر ہلاک ہو جائیں گے لیکن پھر تم واپس نہیں آئے“...... امیر میروم نے کہا۔

” میں نے ترکیب تو سوچ لی تھی آقا۔ لیکن میں وقت کا انتظار کر رہا تھا اور آپ نے مجھے واقعی بروقت بلایا ہے“...... ماشورا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

” کیا مطلب“...... امیر میروم نے چونک کر کہا۔

” مجھے معلوم ہے کہ امیر کاکیش کو ہلاک کر دیا گیا ہے اور آپ کا مقرر کردہ فوابو بھی ہلاک ہو چکا ہے اور اب یہ لوگ آپ کو ہلاک کرنے کی منصوبہ بندی کر رہے ہیں“...... ماشورا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

” کرتے رہیں منصوبہ بندی۔ میں نے الوؤں کے خون کے اثرات دس کالے کتے دے کر ختم کرا دیئے ہیں اور میں صبح ہوتے

ہی کنواں کھلوا کر بلیک سکارپ کو زندہ کر دوں گا اور بلیک سکارپ کے زندہ ہوتے ہی یہ لوگ میرا کچھ بھی نہ بگاڑ سکیں گے"۔ امیر میروم نے کہا۔

"یہ آپ کی غلط فہمی ہے امیر میروم۔ یہ لوگ حد درجہ خطرناک ہیں۔ یہ بلیک سکارپ کو زندہ ہونے سے پہلے آپ کو ہلاک کرنے کی کوشش کریں گے اور جس انداز کے یہ لوگ ہیں ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ آپ سے پہلے وادی شاہان پہنچ کر آپ کو سب کچھ کرنے سے پہلے ہی ختم کر دیں"۔۔۔ ماشورا نے کہا۔

"یہ کیسے ممکن ہے۔ میں شیطان کا خاص آدمی ہوں۔ میرے پاس انتہائی طاقتور شیطانی طاقتیں ہیں۔ یہ لوگ مجھے کیسے ہلاک کر سکتے ہیں"۔۔۔ امیر میروم نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"امیر کاکیشن آپ سے کم طاقتور نہیں تھا۔ آپ کو بتا تو دیا گیا ہے کہ اسے کس طرح بے بس کر دیا گیا تھا کہ اس کی کوئی طاقت اس کے کام نہ آ سکی اور اس کی سب سے بڑی طاقت یوتا کو صرف ایک پھونک مار کر جلا کر راکھ کر دیا گیا"۔۔۔ ماشورا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ اوشیان نے مجھے تمام تفصیل بتائی ہے اور تمہیں بھی میں نے اوشیان کے کہنے پر ہی بلایا ہے ورنہ تمہارا خیال تو میرے ذہن سے نکل گیا تھا۔ تم یہ بتاؤ کہ تم نے کیا ترکیب سوچی ہے"۔۔۔ امیر میروم نے کہا۔

"امیر میروم۔ میری سوچی ہوئی ترکیب ایسی ہے کہ آپ سن کر یقیناً خوش ہو جائیں گے اور اس کا مجھے بھرپور انعام دیں گے"۔ ماشورا نے کہا۔

"کیسا انعام۔ کیا حاصل کرنا چاہتے ہو تم"۔۔۔ امیر میروم نے کہا۔

"آپ کے نائب وارپوش کی ایک ہی بیٹی ہے جو جوان بھی ہے اور خوبصورت بھی اور سب سے خاص بات جو مجھے پسند ہے وہ یہ کہ وارپوش کی بیٹی جس کا نام زوہیرا ہے کے خون میں چمگادڑ کے خون کا جوہر بھی شامل ہے اور آپ کو تو معلوم ہے کہ جس کے خون میں چمگادڑ کے خون کا جوہر موجود ہو وہ خون جو بھی پی لیتا ہے وہ شیطان کے اور زیادہ قریب ہو جاتا ہے اور میں یہ خون پینا چاہتا ہوں۔ یہی میرا انعام ہوگا"۔۔۔ اس بوڑھے نے کہا تو امیر میروم حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔ اس کے شاید خواب و خیال میں بھی نہ تھا کہ یہ بوڑھا ماشورا اس انداز کا انعام طلب کرے گا۔ ویسے اسے یہ تو معلوم تھا کہ وارپوش کی ایک ہی بیٹی ہے جس کا نام زوہیرا ہے اور وہ بے حد خوبصورت ہے لیکن اسے یہ معلوم نہ تھا کہ اس کے خون میں چمگادڑ کے خون کا جوہر موجود ہے۔ یہ اس کے لئے نئی بات تھی۔ البتہ وہ بھی یہ جانتا تھا کہ چمگادڑ اور اس کا خون شیطان اور شیطانی طاقتوں کو بے حد مرغوب ہوتا ہے۔

"یہ بات کیسے ممکن ہے کہ زوہیرا کے خون میں چمگادڑ کے خون

کا جوہر موجود ہے"..... امیر میروم نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"داریوش کی بیوی اور زوہیرا کی ماں ایک بہت بڑی جادوگرنی کی شاگرد تھی اور وہ خود بھی بہت بڑی جادوگرنی تھی۔ چمگادڑ اس کی مرغوب غذا تھی۔ اس بوڑھی جادوگرنی نے اسے اس راستے پر ڈالا تھا۔ پھر داریوش سے اس کی شادی ہو گئی۔ داریوش کے ہاں جب بچی پیدا ہوئی تو اس کی ماں اچانک ہلاک ہو گئی۔ کہا جاتا ہے کہ داریوش کو معلوم ہو گیا تھا کہ وہ جادوگرنی ہے۔ اس لئے داریوش نے اسے ہلاک کر دیا تھا۔ بہرحال زوہیرا کی ماں کے خون کے اندر چمگادڑ کا خون شامل تھا جس کا جوہر اس کی بیٹی کے خون میں شامل ہو چکا ہے اور میں یہ خون پینا چاہتا ہوں"..... ماشورا نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ لیکن پہلے وہ ترکیب مجھے بتاؤ جو تم نے سوچی ہے۔ اگر وہ مجھے پسند آ گئی تو میں تمہیں اس کی اجازت دے دوں گا ورنہ نہیں"..... امیر میروم نے کہا۔ اسے اس وقت داریوش یا اس کی بیٹی سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ اس کی تمام تر دلچسپی بلیک سکارب کو زندہ کرنے پر تھی۔

"ترکیب بے حد سیدھی سادی ہے امیر میروم"..... ماشورا نے کہا۔

"کیا ہے۔ تفصیل بتاؤ"..... امیر میروم کے لہجے میں ہلکی سی تختی کا تاثر ابھر آیا تھا۔

"یہ بات یقینی ہے کہ جب تک آپ اس صندوقچی کو حاصل نہ

کر لیں گے یہ لوگ آپ پر حملہ نہیں کریں گے کیونکہ ان لوگوں نے ہر صورت میں اس صندوقچی کو کھولے بغیر جلا کر راکھ کرنا ہے تاکہ بلیک سکارب کے زندہ ہونے کا معاملہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے"..... ماشورا نے کہا۔

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ کیا تم احمق ہو جو ایسی بات کر رہے ہو"..... امیر میروم نے اس بار انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"کیوں آقا۔ میں نے کونسی غلط بات کی ہے"..... ماشورا نے حیران ہو کر پوچھا۔

"اگر یہ صندوقچی جل سکتی تو کیا وہ روشنی کی بڑی شخصیت جس نے لاکھوں سال پہلے اسے بند کر کے کنوئیں میں دفن کیا تھا اسے جلا نہیں سکتی تھی۔ تم شیطان کے رازدار ہونے کے باوجود اتنی بات نہیں جانتے کہ اس صندوقچی کو کسی صورت آگ نہیں لگ سکتی۔ اس کے اندر موجود سیاہ بھنورا مردہ ہونے کے باوجود اس قدر طاقتور ہے کہ اسے جلایا نہیں جا سکتا اور تم کہہ رہے ہو کہ یہ تمام لوگ اس صندوقچی کو جلا کر راکھ کر دیں گے۔ کیا یہ انتہائی احمقانہ بات نہیں ہے"..... امیر میروم نے کہا۔

"بظاہر یہ بات واقعی احمقانہ ہے امیر میروم۔ لیکن اس کے سوا اور کوئی حل ان کے پاس نہیں ہے۔ اگر یہ لوگ آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو ہلاک کر دیں تب بھی شیطان کسی اور کو اس کام پر مامور کر دے گا اور اگر صندوقچی ان کے ہاتھ بھی لگ جائے اور وہ اسے

کھول دیں تو بھی بلیک سکارب خود بخود زندہ ہو جائے گا۔ یہ اس وقت تک مردہ ہے جب تک صندوقچی میں بند ہے اور زمین میں دفن ہے۔ اس صندوقچی کو دفن ہوئے لاکھوں سال گزر چکے ہیں۔ اس سے پہلے تو کسی کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ یہ کہاں ہے لیکن جب اس کے ظاہر ہونے کا وقت آیا تو شیطان کو اس بارے میں معلوم ہوا اور شیطان نے اپنی حمایت کے لئے اس کو دوبارہ زندہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے"...... ماشورا نے جواب دیا۔

"پھر وہ کیسے جلائیں گے اسے بولو۔ لامحالہ وہ اسے کھول کر دیکھنے کی کوشش کریں گے اور ہمارا کام بن جائے گا"...... امیر میروم نے کہا۔

"یہ مجھے نہیں معلوم کہ وہ اس کا کیا کریں گے اور کیا نہیں کریں گے۔ مجھے صرف اتنا معلوم ہے کہ اس صندوقچی کو آگ جلا کر ہی اس بلیک سکارب کا خاتمہ کیا جا سکتا ہے۔ جہاں تک اس بات کا جواب ہے کہ روشنی کی اس بڑی شخصیت نے اس وقت اسے جلانے کی بجائے زمین کی گہرائی میں دفن کیوں کر دیا تھا تو اس کا جواب میرے پاس نہیں ہے۔ شاید انہیں حکم ہی یہی دیا گیا تھا"...... ماشورا نے کہا۔

"بہرحال یہ بات تو طے ہے کہ اسے جلایا نہیں جا سکتا۔ اب آؤ دوسری طرف۔ ان لوگوں کا خاتمہ کیسے کیا جانا چاہئے"...... امیر میروم نے کہا۔

"وہی میں بتا رہا تھا۔ وادی شاہان میں جس جگہ یہ کنواں موجود ہے ظاہر ہے اس کے گرد پہاڑیاں ہیں اور جیسا کہ میں نے پہلے کہا ہے کہ جب تک آپ اس کنوئیں کو کھول کر اس میں سے صندوقچی نہیں نکالیں گے اس وقت تک یہ لوگ آپ پر حملہ نہیں کریں گے۔ اس لئے اب یہ بات آپ پر منحصر ہے کہ آپ اور آپ کے ساتھی چوکنا رہیں۔ جیسے ہی کنواں کھلے، آپ اپنے آدمیوں کے ذریعے وہاں دور دور تک کی ہوا میں بے ہوش کر دینے والا سفوف پھیلا دیں۔ اس طرح یہ لوگ جہاں بھی ہوں گے فوراً بے ہوش ہو جائیں گے اور آپ اطمینان سے صندوقچی کنوئیں سے نکال کر اسے کھول لیں۔ اس کے بعد ان کے ساتھ جو چاہیں سلوک کریں"...... ماشورا نے کہا۔

"تجویز تو تمہاری اچھی ہے لیکن اس میں دو باتیں وضاحت طلب ہیں۔ میرے آدمی بھی تو انسان ہیں وہ بھی بے ہوش ہو جائیں گے اور میں بھی ان کے ساتھ بے ہوش ہو جاؤں گا اور دوسری بات یہ کہ یہ لوگ ہم پر حملہ پہلے بھی تو کر سکتے ہیں۔ ضروری نہیں کہ وہ ہمارے کنواں کھولنے کا انتظار کریں"...... امیر میروم نے کہا۔

"وہ اسے ہمیشہ کے لئے ختم کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے وہ وقت سے پہلے آپ پر حملہ نہیں کریں گے"...... ماشورا نے کہا۔

"اس میں بہرحال خطرہ موجود ہے اور میں کوئی خطرہ مول نہیں

لینا چاہتا۔ اس لئے اور کوئی ترکیب بتاؤ۔ کوئی ٹھوس اور آسان ترکیب“...... امیر میروم نے کہا۔

”تو کیا آپ مجھے دار پوش کی بیٹی زوہیرا کا خون پینے کی اجازت دے دیں گے“...... ماشورا نے امید بھرے لہجے میں کہا۔

”ہاں۔ مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ شرط یہی ہے کہ دار پوش کو اس کا علم نہ ہو سکے“...... امیر میروم نے کہا۔

”اسے معلوم نہیں ہو سکے گا۔ آپ بے فکر رہیں“...... ماشورا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ترکیب بتاؤ“...... امیر میروم نے کہا۔

”جہاں سے وادی شاہاں میں داخل ہوا جاتا ہے وہاں باقاعدہ چیک پوسٹ بنی ہوئی ہے۔ وہاں سے وادی شاہاں کو جو سڑک جاتی ہے اس کے پہلے موڑ کے بعد یہ سڑک دو پہاڑیوں کے درمیان سے گزرتی ہے۔ وہاں قدیم دور کا ایک بند کنواں موجود ہے جو بے حد گہرا ہے اور صدیوں سے بند ہونے کی وجہ سے اس کے اندر لازماً زہریلی ہوا بھری ہوگی۔ اس کنوئیں کو آپ آسانی سے اس وقت کھول سکتے ہیں جب عمران اور اس کے ساتھی وہاں سے گزر رہے ہوں گے۔ اس طرح یہ اس کنوئیں سے نکلنے والی زہریلی ہوا سے اور پھر کنوئیں میں گر کر ہلاک ہو جائیں گے اور آپ اپنا کام اطمینان و سکون اور یقینی طور پر کر سکیں گے“...... ماشورا نے کہا۔

”اگر ایسا ہے تو تم نے انتہائی شاندار ترکیب بتائی ہے۔ ٹھہرو

مجھے دیکھنے دو کہ کیا واقعی وہاں کنواں موجود ہے اور اگر ہے تو اسے کس طرح کھولا جا سکتا ہے“...... امیر میروم نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے آنکھیں بند کر لیں اور منہ ہی منہ میں کچھ پڑھنے لگا۔ کافی دیر تک وہ آنکھیں بند کئے بیٹھا رہا۔ پھر ایک جھٹکے سے اس نے آنکھیں کھول دیں۔ اس کے ساتھ ہی اس کے چہرے پر انتہائی مسرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

”ہاں۔ بڑے شیطان نے مجھے یہ کنواں نہ صرف دکھا دیا ہے بلکہ اسے اچانک کھولنے کا طریقہ بھی بتا دیا ہے۔ اب میں یہ کام آسانی سے کر لوں گا۔ تمہارا شکریہ۔ اب تم جا سکتے ہو اور سنو۔ میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ تم زوہیرا کا خون پی سکتے ہو“...... امیر میروم نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

”تمہارا بھی شکریہ۔ اب میں اور زیادہ بڑی طاقت بن جاؤں گا“...... ماشورا نے مسرت بھرے لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ غائب ہو گیا تو امیر میروم نے بے اختیار اطمینان بھرا طویل سانس لیا۔ ماشورا کی وجہ سے وہ عمران اور اس کے ساتھیوں کو ختم کرنے کا یقینی طریقہ معلوم کر چکا تھا اور امیر کاکیش بھی ہلاک ہو چکا تھا۔ اب بلیک سکارپ کا زندہ ہونا یقینی ہو چکا تھا اور اب وہ بلاشرکت غیرے پوری دنیا کا حاکم بن سکتا تھا۔ اسے یقین تھا کہ اب اس کے راستے کی تمام رکاوٹیں ختم ہو جائیں گی البتہ اس نے رات قندوز کی اس بڑی حویلی میں گزارنے کی بجائے قندوز میں ہی ایک اور خفیہ ٹھکانے

پر گزارنے کا فیصلہ کر لیا تھا کیونکہ اسے معلوم ہو چکا تھا کہ عمران اور اس کے ساتھیوں نے امیر کاکیش سے یہاں کا پتہ معلوم کر لیا ہے اور ہو سکتا ہے کہ وہ رات کو یہاں پہنچ کر میزائل یا بم فائر کر دیں۔ چنانچہ وہ کرسی سے اٹھا اور اس کمرے سے نکل کر وہ اس کمرے میں پہنچ گیا جہاں فون موجود تھا۔ اس نے فون کا رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"دار پوش بول رہا ہوں"...... چند لمحوں بعد دار پوش کی آواز سنائی دی۔

"امیر میروم بول رہا ہوں"...... امیر میروم نے کہا۔

"حکم آقا"...... دوسری طرف سے دار پوش کا لہجہ یکلخت مؤدبانہ ہو گیا۔

"دار پوش۔ پاکیشیائی دشمنوں نے امیر کاکیش کو ہلاک کر دیا ہے اور انہوں نے امیر کاکیش سے میری قندوز میں اس بڑی حویلی کا پتہ بھی معلوم کر لیا ہے۔ اس لئے ہو سکتا ہے کہ وہ یہاں رات کو پہنچ جائیں۔ اس لئے میرا خیال ہے کہ میں ابھی اس بڑی حویلی سے کاشوگا ٹھکانے پر منتقل ہو جاؤں اور پھر صبح کو ہم وہیں سے وادی شاہاں روانہ ہو جائیں"...... امیر میروم نے کہا۔ اسے معلوم تھا کہ اس نے ماشورا کو دار پوش کی اکلوتی بیٹی زرومیرا کا خون پینے کی اجازت دے دی ہے اور اسے یہ بھی معلوم تھا کہ دار پوش اپنی بیٹی زرومیرا سے بے حد محبت کرتا ہے لیکن اسے یہ بھی معلوم تھا کہ ماشورا شیطانی

قانون کے مطابق اجازت ملنے کے کم از کم بارہ گھنٹوں کے بعد ہی ایسا کر سکے گا اور یہ ایسا وقت ہو گا جب دار پوش اس کے ساتھ وادی شاہاں میں ہو گا اور اسے اس کی اطلاع اس وقت تک نہ مل سکے گی جب تک کہ وہ وادی شاہاں سے واپس نہ آ جائیں۔

"آقا۔ اگر ایسی بات ہے تو میں ابھی روانہ ہو جاتا ہوں اور آپ کو ساتھ لے کر وادی شاہاں کے قریبی گاؤں ماریز میں جا کر رہتے ہیں۔ میں اپنے ساتھیوں کو بھی وہاں کا بتا دیتا ہوں۔ وہ بھی وہاں پہنچ جائیں گے اور ہم صبح سویرے وادی شاہاں میں داخل ہو جائیں گے اور جلد از جلد اپنا کام مکمل کر لیں تاکہ پاکیشیائی دشمن اگر وادی شاہاں میں آ بھی جائیں تو ہمارے کام میں رکاوٹ نہ بنیں"...... دار پوش نے تجویز پیش کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ یہ ٹھیک ہے۔ جلدی آ جاؤ۔ میں تمہیں تیار ملوں گا"...... امیر میروم نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔ گو اس نے دار پوش کو نہیں بتایا تھا کہ وہ پہلے اس عمران اور اس کے ساتھیوں کو سڑک کے موڑ والے خفیہ کنوئیں میں گرانا چاہتا ہے پھر وہ اصل کنوئیں کو کھول کر اس میں سے صندوقچی نکالنا چاہتا تھا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اصل کنواں کھولنے اور اس میں سے صندوقچی نکالنے کے لئے اسے وہاں کئی گھنٹے لگ جائیں گے اور تب تک لازماً یہ پاکیشیائی ایجنٹ ان کے سروں پر پہنچ جائیں گے۔

عمران اپنے ساتھیوں سمیت اپنی رہائش گاہ پر موجود تھا۔ تو او اور امیر کاکیش دونوں کا نہ صرف خاتمہ ہو چکا تھا بلکہ اسے یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ اصل مشن کیا ہے اور اب وہ بیٹھا یہی سوچ رہا تھا کہ اس مشن کی تکمیل کے لئے اسے کیا لائحہ عمل اختیار کرنا چاہئے۔ امیر کاکیش نے اسے بتا دیا تھا کہ امیر میروم خفیہ کنواں کھولنے اور اس میں سے صندوقچی نکالنے کے لئے وہاں وادی شاہاں گیا تھا لیکن وہاں صدیوں سے رہنے والے نسل در نسل الوؤں میں سے دو نے ان پر حملہ کر دیا تھا امیر میروم کے نائب دار پوش نے ان پر فائر کھول دیا اور وہ دونوں الو وادی میں گر کر ہلاک ہو گئے۔ ان کا خون وادی کی زمین میں جذب ہو گیا اور اس خون کے اثرات کی وجہ سے دو ہفتوں تک یہ خفیہ کنواں ظاہر نہ ہو سکتا تھا۔ اس لئے امیر میروم واپس قندوز آنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ پھر امیر کاکیش کے

کہنے پر اس نے شیطان کے دربار کی ایک خاص طاقت کو طلب کیا تاکہ الوؤں کے خون کے اثرات کو پہلے ہی ختم کیا جا سکے۔ اس طاقت نے دس کالے کتوں کی بھینٹ لے کر اس کا کام کر دیا اور اب کل صبح امیر میروم اپنے آدمیوں کے ساتھ وادی شاہاں جا کر وہ کنواں کھولے گا اور اس میں سے صندوقچی نکال لے گا۔

"عمران صاحب۔ ہم یہاں بیٹھ کر کیا کر رہے ہیں۔ وہ شیطان امیر میروم قندوز کی حویلی میں موجود ہے ہم وہاں جا کر اس کا خاتمہ آسانی سے کر سکتے ہیں"۔۔۔ صفدر نے کہا۔

"اس سے کیا ہوگا"۔۔۔ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"کیا ہوگا۔ یہ مشن مکمل ہو جائے گا"۔۔۔ صفدر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا اور عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

"تمہارا خیال ہے کہ شیطان کے پاس سوائے اس امیر میروم کے اور کوئی کارندہ نہیں ہے۔ نہیں مسٹر صفدر سعید۔ امیر میروم کی جگہ کوئی اور لے لے گا۔ ہم کب تک اس کنوئیں کا پہرہ دیتے رہیں گے"۔۔۔ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"بات تو آپ کی ٹھیک ہے۔ میں نے تو اس اینگل پر سوچا ہی نہ تھا۔ پھر آپ نے کیا سوچا ہے"۔۔۔ صفدر نے اعتراف کرتے ہوئے کہا۔

"میں سوچ رہا ہوں کہ کسی طرح اس قصے کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دوں"۔۔۔ عمران نے کہا۔

"عمران صاحب۔ یہ کس طرح"...... اس بار کیپٹن شکیل نے پوچھا۔

"یہی بات تو میری سمجھ میں نہیں آ رہی"...... عمران نے کہا۔

"اس صندوقچی کو ہی جلا دیں اس کے اندر جو کچھ بھی ہے اس سمیت"...... جولیا نے کہا۔

"ہاں۔ میں نے بھی یہی سوچا تھا لیکن پھر مجھے ارادہ تبدیل کرنا پڑا"...... عمران نے جواب دیا۔

"کیوں"...... جولیا نے چونک کر کہا۔

"یہ صندوقچی صدیوں پہلے روشنی کی کسی عظیم شخصیت نے اس کنوئیں میں دفن کی تھی۔ اگر اسے جلایا جا سکتا تو وہ اسے جلا کر ہمیشہ کے لئے ختم کر دیتے۔ اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اسے کسی بھی وجہ سے جلایا یا ہمیشہ کے لئے ختم نہیں کیا جا سکتا"...... عمران نے کہا۔

"آپ کی بات میں واقعی وزن ہے"...... صفدر نے کہا۔

"کتنا"...... عمران نے چونک کر کہا۔

"کیا کتنا"...... صفدر نے بھی چونک کر اس انداز میں پوچھا جیسے اسے لفظ کتنے کی سمجھ نہ آئی ہو۔

"وزن۔ تم کہہ رہے ہو کہ میری بات میں وزن ہے"...... عمران نے کہا تو صفدر بے اختیار ہنس پڑا اور سب نے محسوس کیا کہ عمران کی اس بات اور صفدر کے ہنسنے سے ماحول پر چھایا جانے والا

بوجھ یکلخت ختم ہو گیا تھا۔

"تم ساری رات بیٹھے سوچتے رہو گے اور وہ شیطان صبح سب کچھ کر لے گا"...... تنویر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"تو پھر تم بتاؤ کیا کرنا چاہئے"...... عمران نے کہا۔

"اس میں بتانے والی کون سی بات ہے۔ تم ابھی چل کر اس شیطان کا خاتمہ کرو جسے امیر تیمروم کہا جاتا ہے۔ پھر اطمینان سے بیٹھ کر اس صندوقچی کے بارے میں سوچتے رہنا۔ اگر پہلے صدیوں تک یہ صندوقچی کنوئیں سے باہر نہیں آ سکی تو ہو سکتا ہے کہ مزید کئی صدیوں تک باہر نہ آ سکے اور اس کے بعد جو بھی موجود ہو گا خود ہی نمٹ لے گا"...... تنویر نے جواب دیا تو صفدر، کیپٹن شکیل اور جولیا تینوں کے چہروں پر تحسین کے تاثرات ابھر آئے۔

"گڈ تنویر۔ تم نے واقعی بے پناہ ذہانت کا مظاہرہ کیا ہے"...... صفدر نے کہا اور پھر جولیا اور کیپٹن شکیل نے بھی صفدر کی تائید کر دی۔

"تم مل کر کیوں تنویر کا سکوپ ختم کرنا چاہتے ہو"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"سکوپ۔ کیسا سکوپ"...... صفدر نے حیران ہو کر پوچھا۔

"سنا ہے عقلمند مرد سے خواتین دور بھاگتی ہیں۔ خواتین کا پسندیدہ مرد احمق ہوتا ہے جو بس ان کے آگے پیچھے گھومتا رہے۔ ہر بات فوراً مان لے اور اپنی چیک بک پر دستخط کر کے خاتون کے

حوالے کر دو۔ بلینک چیک بک"..... عمران نے کہا تو سب بے اختیار ہنس پڑے۔

"لیکن مجھے تو عقلمند مرد اچھے لگتے ہیں"..... جولیا نے شرارت بھرے لہجے میں کہا اور تنویر کا چہرہ یکلخت چمک اٹھا۔

"ہاں۔ وہ واقعی اچھے تو لگتے ہیں۔ سب کو ہی اچھے لگتے ہیں فلاسفر، مدبر، دانشور، سوچ بچار میں گم۔ لیکن اچھا لگنا اور بات ہوتی ہے اور۔ بہرحال چھوڑو۔ تنویر نے جو بات کی ہے بظاہر تو بے حد بچے کی بات ہے لیکن اس میں ایک قباحت بھی ہے"..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ شاید پہلے موضوع پر کچھ اور کہتا لیکن پھر دانستہ اس نے بات کا رخ موڑ دیا۔ شاید اسے موجودہ مشن کا خیال آ گیا تھا کیونکہ عمران ایسے مشنز پر بات بھی احتیاط سے کرتا تھا۔ ایسے مشنز میں اسے کئی بار انتہائی تلخ تجربے ہو چکے تھے کہ منہ سے نکلا ہوا ایک لفظ ساری صورتحال کو یکسر تبدیل کر دیتا تھا۔ اس لئے اس نے بات کرتے کرتے بات کا رخ موڑ دیا تھا۔

"کونسی قباحت"..... صفدر نے چونک کر پوچھا۔

"اس وقت امیر میروم قندوز کی حویلی میں موجود نہیں ہے۔ وہ کہیں غائب ہو چکا ہے۔ شاید اسے اطلاع مل چکی ہے کہ ہم رات کے وقت اس پر حملہ کر سکتے ہیں"..... عمران نے کہا تو سب چونک پڑے۔

"تمہیں کیسے پتہ چلا ہے"..... جولیا نے حیران ہو کر پوچھا۔

"واپسی پر جب ہم مخصوص اسلحہ خریدنے کے لئے مارکیٹ گئے تو میں نے ایک پبلک فون بوتھ سے قندوز میں امیر میروم کی حویلی رابطہ کیا تھا۔ وہاں مجھے بتایا گیا کہ امیر میروم میرے فون کرنے سے چند لمحے پہلے چلا گیا ہے اور کسی کو معلوم نہیں ہے کہ وہ کہاں گیا ہے"..... عمران نے کہا۔

"یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بتانے والے نے جھوٹ بولا ہو"..... صفدر نے کہا۔

"وہ سچ بول رہا تھا اور اس کے لہجے اور انداز سے ہی میں سمجھ گیا تھا"..... عمران نے جواب دیا۔

"تو پھر اب لامحالہ وادی شاہاں میں ہی اس سے نمٹنا پڑے گا"..... صفدر نے کہا۔

"ہاں۔ لیکن اس سے پہلے میں اس صندوقچی کو جلانے کے بارے میں کوئی ترکیب سوچنا چاہتا ہوں لیکن کوئی بات سمجھ میں ہی نہیں آ رہی"..... عمران نے کہا۔

"صندوقچی لکڑی کی ہو گی۔ اسے آگ میں ڈال دو۔ وہ جل جائے گی۔ اس میں سمجھ میں نہ آنے والی کونسی بات ہے"..... تنویر نے کہا۔

"یہی بات میں نے امیر کاشف سے کی تھی اور وہ ہنس پڑا تھا اور یہی بات اس نے کی تھی کہ اگر ایسا ممکن ہوتا تو صدیوں پہلے یہ کام کر لیا جاتا۔ اس نے بتایا ہے کہ سیاہ بھنورا صرف قدیم دور میں

پیدا ہونے والی لکڑی خروس کی صندوقچی میں ہی مردہ رہ سکتا ہے اور خروس ایسی لکڑی ہے جسے کسی صورت بھی آگ نہیں لگتی۔ قدیم دور میں معبدوں میں خروس نام کی لکڑی ہی استعمال کی جاتی تھی اور اب بھی مصر کے شاہی مقبروں میں خروس لکڑی ہی کا استعمال نمایاں نظر آتا ہے۔ گو یہ لکڑی اب احتداد زمانہ سے ناپید ہو چکی ہے لیکن بہرحال اسے آگ نہیں لگتی"...... عمران نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

"یہ کیسے ممکن ہے کہ لکڑی ہو اور اسے آگ نہ لگے۔ یہ سب پروپیگنڈہ ہے"...... تنویر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"میرا بھی یہی خیال ہے کہ یہ صرف پروپیگنڈہ ہی ہو سکتا ہے"...... صفدر نے بھی تنویر کی بات کی تائید کرتے ہوئے کہا۔

"عمران صاحب۔ ابھی تو یہ سب باتیں ہیں۔ ہمیں بہرحال پہلے اس صندوقچی پر قبضہ کرنا ہے۔ بعد میں کیا ہوتا ہے اور کیا نہیں ہوتا۔ یہ بعد کی باتیں ہیں۔ اگر ہم یہاں بیٹھے سوچتے رہے تو امیر میروم کل یہ صندوقچی حاصل کر لے گا اور ہمارا تمام مشن بھی ختم ہو جائے گا۔ اس لئے ہمیں اصل مشن پر توجہ دینی چاہئے"...... خاموش بیٹھے ہوئے کیپٹن شکیل نے کہا۔

"ہاں۔ تمہاری بات درست ہے۔ اب یہی ہو سکتا ہے کہ ہم اس صندوقچی کو پہلے اپنے قبضے میں کر لیں۔ پھر دیکھیں گے کہ کیا ہو سکتا ہے"...... عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"عمران صاحب۔ اگر اس امیر میروم کا خاتمہ کر دیا جائے تو یہ مسئلہ میرے خیال میں عارضی طور پر ختم ہو جائے گا"...... صفدر نے کہا۔

"تمہارا مطلب ہے کہ زمین میں دفن صندوقچی کو باہر نکالنے سے پہلے اسے ختم کر دیا جائے"...... عمران نے کہا تو صفدر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"ٹھیک ہے۔ پھر ہمیں فوری طور پر روانہ ہو جانا چاہئے۔ اس سے پہلے کہ وہ اس وادی پر کام کا آغاز کریں ہم وہاں پہلے سے ہی قبضہ کر لیں"...... عمران نے کہا۔

"لیکن عمران صاحب۔ کیا آپ کو اس وادی کا علم ہے"...... کیپٹن شکیل نے کہا تو عمران چونک پڑا۔

"اوہ نہیں۔ میں نے امیر کاکیش سے پوچھا تھا۔ اس نے صرف اتنا بتایا کہ وہاں اونچی پہاڑی پر الوؤں کا ایک جوڑا صدیوں سے رہتا چلا آ رہا ہے اور بس یہی اس کی نشانی ہے۔ اس کے علاوہ جو نشانیاں ہوں گی وہ شیطان نے امیر میروم کو ہی بتائی ہوں گی کیونکہ یہ کام اس کے ذمے لگایا گیا ہے"...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تو پھر ایسا ہے کہ ہمیں وہاں پہنچ کر ایک طرف رک جانا چاہئے۔ جب امیر میروم اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہاں سے گزرے گا تو ہم اس کا تعاقب کرتے ہوئے وہاں پہنچ جائیں اور

پھر اس سے پہلے کہ وہ اس کنوئیں کو اوپن کرتے اس کا اور اس کے ساتھیوں کا خاتمہ کر دیا جائے"...... کیپٹن شکیل نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ ہمیں امیر میروم کو اس وقت ہلاک کرنا چاہئے جب وہ صندوقچی باہر نکال چکا ہو۔ ورنہ شیطان پھر کسی اور امیر میروم جیسے آدمی کو اس کام پر لگا دے گا۔ ہم کب تک یہاں بیٹھے رہیں گے"...... جولیا نے کہا۔

"میرا بھی پہلے یہی خیال تھا لیکن پھر مجھے خیال آ گیا کہ یہ کام اتنی جلدی نہیں ہو سکتا۔ امیر میروم میں یقیناً شیطان کو کچھ ایسی شیطانی خصوصیات نظر آئی ہوں گی کہ اسے اس اہم ترین کام پر لگا دیا گیا۔ ایسے آدمی صدیوں بعد ہی سامنے آتے ہیں ورنہ شیطان تو اس سے پہلے بھی کسی نہ کسی کو اس کام پر لگا دیتا"...... عمران نے کہا۔

"لیکن عمران صاحب۔ اگر اس امیر میروم نے کنوئیں کے اندر ہی اس صندوقچی کو کھول لیا اور ہم تو باہر ہی نگرانی کرتے رہ جائیں گے۔ اس لئے میرا خیال ہے کہ کنوئیں کے کھلنے سے پہلے ہی اسے ختم کر دیا جائے"...... صفدر نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ آؤ چلیں۔ ہمیں وہاں تک پہنچتے پہنچتے صبح ہو جائے گی۔ بعد میں وہاں کا ماحول دیکھ کر سوچتے رہیں گے"...... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا تو اس کے ساتھی بھی اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ سب ایک جیپ میں

سوار اس سڑک کی طرف بڑھے چلے جا رہے تھے جو وادی شاہاں کو جاتی تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر عمران خود تھا جبکہ جولیا سائیڈ سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ عقبی سیٹوں پر صفدر، کیپٹن شکیل اور تنویر بیٹھے ہوئے تھے اور جیپ کے آخری کھلے حصے میں خصوصی اسلحے کے دو بڑے بڑے سیاہ رنگ کے تھیلے موجود تھے۔ راستے میں انہوں نے قندوز میں رک کر وہاں امیر میروم کی حویلی کے بارے میں معلوم کیا اور پھر حویلی سے انہیں معلوم ہو گیا کہ امیر میروم اپنے نائب وارتوش کے ساتھ وہاں سے جا چکا ہے تو وہاں مزید رکنے اور اسے تلاش کرنے کی بجائے سیدھے وادی شاہاں کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ امیر میروم کہیں بھی ہو، بہرحال اسے پہنچنا تو وادی شاہاں میں ہی تھا اور پھر ابھی صبح طلوع ہی نہ ہوئی تھی کہ وہ وادی شاہاں کی چیک پوسٹ پر پہنچ گئے۔ چونکہ ان کے پاس سیر و سیاحت کے مخصوص بین الاقوامی کارڈز موجود تھے اور انہوں نے اپنی رہائش گاہ سے روانہ ہونے سے پہلے ایشیائی میک اپ کر لئے تھے اس لئے انہیں بغیر کسی رکاوٹ کے وادی شاہاں میں جانے اور وہاں گھومنے پھرنے کے نہ صرف خصوصی اجازت نامے جاری کر دیئے گئے بلکہ ایشیائی ہونے کے ناطے ان کی جیپ کی تلاشی بھی نہ لی گئی تھی۔ اس لئے عمران اپنے ساتھیوں سمیت اطمینان سے جیپ چلاتا ہوا وادی شاہاں میں داخل ہو گیا۔ چیک پوسٹ سے وادی شاہاں جانے والی اکلوتی سڑک پر جیپ اطمینان سے آگے بڑھی چلی جا رہی

تھی۔ صبح کی روشنی تیزی سے چاروں طرف پھیلتی چلی جا رہی تھی۔

"بہت خوبصورت موسم ہے"..... جولیا نے بڑے مسحور سے لہجے میں کہا۔

"اگر اندر کا موسم اچھا ہو تو باہر کا موسم بھی اچھا لگتا ہے"..... عمران نے بڑے فلسفیانہ لہجے میں کہا تو جولیا بے اختیار مسکرا دی۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ عمران نے یہ فقرہ کیوں کہا ہے کیونکہ وہ اس کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی اس لئے ظاہر ہے اس کے قرب کی وجہ سے اس کے اندر کا موسم اچھا ہو گیا ہے۔ جولیا اسے خوبصورت سا جواب دینا چاہتی تھی لیکن پھر وہ اس لئے خاموش ہو گئی کہ لامحالہ اس کے جواب کے بعد عقبی سیٹ پر بیٹھے ہوئے تنویر نے کوئی ایسی بات کر دینی ہے جس سے اس کا موڈ خراب ہو جائے گا۔ عمران بڑے اطمینان بھرے انداز میں جیپ چلاتا ہوا آگے بڑھا چلا جا رہا تھا کیونکہ آگے جا کر سڑک دو پہاڑیوں کے درمیان سے موڑ کاٹ رہی تھی۔

"میرا خیال ہے کہ یہ جگہ امیر میزوم اور اس کے ساتھیوں پر حملہ کرنے کے لئے بہترین رہے گی"..... عمران نے جیپ کی رفتار آہستہ کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ یہ خاصا تنگ موڑ ہے۔ یہاں ان کے سنبھلنے سے پہلے ہی ان کو ختم کیا جا سکتا ہے"..... صفدر نے کہا تو عمران نے جیپ کو سڑک سے ہٹا کر ایک طرف ایک پہاڑی چٹان کی اوٹ میں روک دیا۔

"نیچے اتر آؤ۔ اسلحہ بھی لے لو۔ ہم یہاں کا تفصیلی جائزہ لے کر ہی یہاں مورچہ بنائیں گے"..... عمران نے جیپ سے اترتے ہوئے کہا۔ اس کے نیچے اترتے ہی دوسری طرف سے جولیا بھی نیچے اتر آئی۔ عقبی طرف سے باقی ساتھی بھی نیچے اترے جبکہ تنویر اور صفدر نے اسلحے سے بھرے ہوئے دونوں تھیلے بھی اٹھا لئے اور پھر انہیں اٹھا کر وہ عمران اور جولیا کے پیچھے سڑک کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ عمران سڑک کے تقریباً درمیان میں رک گیا۔ جولیا اس کے ساتھ تھی۔ عمران گہری نظروں سے ادھر ادھر کا بغور جائزہ لے رہا تھا۔ کیپٹن شکیل، صفدر اور تنویر بھی ان کے قریب پہنچ کر رک گئے۔

"یہاں سامنے چھپنے کی بہترین جگہ ہے۔ میں اور جولیا ادھر چھپ جاتے ہیں۔ تنویر اور صفدر تھوڑا آگے جا کر بائیں ہاتھ پر چھپ جائیں گے جبکہ کیپٹن شکیل موڑ کے قریب جا کر اس انداز میں چھپے گا کہ دور سے آنے والوں کو چیک کر کے جھینگر کی آواز میں کاشن دے دے"..... عمران نے باقاعدہ کسی فوجی سپہ سالار کی طرح صف بندی کرتے ہوئے کہا۔

"لیکن میں ان لوگوں کو پہچانوں گا کیسے"..... کیپٹن شکیل نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی اچانک تیز گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی یکلخت ان سب کے قدموں تلے سے زمین اور اس پر بنی ہوئی سڑک غائب ہو گئی اور وہ سب سنبھلنے سے پہلے نیچے موجود اتھاہ گہرائی میں گرتے

چلے گئے۔ عمران نے اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کی لیکن بے سود۔ اس کے ذہن پر سیاہ چادر پھیلتی چلی گئی اور شاید ہمیشہ ہمیشہ کے لئے وہ وادی شاہان کی تہہ میں اترتے چلے گئے۔

امیر میروم موڑ سے تھوڑا آگے ایک پہاڑی چٹان کی اوٹ میں موجود تھا۔ اس کے ساتھ ہی دوسری چٹان کے پیچھے وارلوش بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں مشین گن تھی جبکہ اس کے پانچ دوسرے ساتھی سڑک کی دوسری طرف پہاڑی چٹانوں کے پیچھے چھپے ہوئے تھے۔ وہ رات گئے یہاں پہنچ گئے تھے اور جیپ انہوں نے کافی آگے جا کر چھپائی تھی۔

"امیر۔ ہم یہاں سے ان پر گولیاں بھی تو برسا سکتے ہیں۔ اس طرح بھی تو وہ ہلاک ہو جائیں گے"۔۔۔ وارلوش نے ساتھ موجود امیر میروم سے کہا جو ہاتھ میں ایک عجیب رنگوں سے بنا ہوا کسی پرندے کا پر پکڑے بیٹھا ہوا تھا۔

"نہیں۔ یہ انتہائی خطرناک لوگ ہیں۔ انہوں نے فیزاو کو ہلاک کر دیا ہے جس تک کوئی پہنچ نہیں سکتا تھا۔ اس لئے میں چاہتا ہوں

کہ ان کے بچ نکلنے کا معمولی سا سکوپ بھی باقی نہ رہے۔ بند کنوئیں میں جب وہ گریں گے تو صدیوں سے بند اس کنوئیں کی زہریلی ہوا ہی انہیں یقینی طور پر ہلاک کر دے گی اور اتنی بلندی سے نیچے گرنے کے بعد ویسے بھی ان کے بچ جانے کا ایک فیصد سکوپ بھی باقی نہ رہے گا اور پھر ہم اطمینان سے بلیک سکارب کو اوپن کر سکیں گے".....امیر میروم نے جواب دیا۔

"لیکن امیر۔ کیا یہ ضروری ہے کہ یہ لوگ ٹھیک اس جگہ کھڑے ہوں جہاں نیچے کنواں ہے۔ ویسے بھی یہ کسی جیپ پر ہی آئیں گے۔ پھر جیپ آگے بڑھ جائے گی".....وارپوش نے کہا۔

"تم فکر مت کرو۔ یہ جیپ سمیت نیچے جا گریں گے۔ مجھے معلوم ہے کہ وہ بند کنواں کہاں ہے۔ جیسے ہی ان کی جیپ اس کنوئیں کے بالکل اوپر پہنچے گی، میں اس پر کے نیچے سے اوپر کی طرف ہاتھ پھیروں گا اور کنواں نمودار ہو جائے گا اور جب یہ نیچے گر جائیں گے تو میں اس پر کے اوپر سے نیچے ہاتھ پھیروں گا اور کنواں بند ہو جائے گا".....امیر میروم نے کہا۔

"لیکن امیر میروم۔ یہ سڑک بھی تو ساتھ ہی غائب ہو جائے گی".....وارپوش نے کہا۔

"نہیں۔ سڑک کا ٹکڑا دوبارہ سڑک سے مل جائے گا البتہ دو لکیریں سی نظر آئیں گی۔ لیکن اس کی کسے پرواہ ہو سکتی ہے".....امیر میروم نے جواب دیا اور وارپوش نے اثبات میں سر ہلا

دیا اور پھر تھوڑی دیر بعد انہیں دور سے کسی بڑی جیپ کے انجن کی غراہٹ بھری آواز سنائی دی۔

"وہ آ رہے ہیں۔ مجھے شیطان نے بتا دیا ہے".....امیر میروم نے کہا تو وارپوش چوکنا ہو کر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک بڑی جیپ موڑ کاٹ کر آگے آتی ہوئی دکھائی دی اور امیر میروم کی نظریں اس پر جم سی گئیں لیکن دوسرے لمحے وہ بری طرح اچھل پڑا۔ جب اس نے جیپ کو آگے بڑھنے کی بجائے تیزی سے مڑ کر اپنی طرف یعنی اس پہاڑی کی طرف آتے ہوئے دیکھا جس پہاڑی کی اوٹ میں وہ چھپے ہوئے تھے۔ لیکن پھر اس سے پہلے کہ وہ کوئی ردعمل ظاہر کرتے، جیپ ایک دوسری چٹان کی اوٹ میں روک دی گئی اور پھر جیپ سے ایک عورت اور چار مرد نیچے اترے۔ ان میں سے دو آدمیوں نے سیاہ رنگ کے دو بڑے تھیلے اٹھائے ہوئے تھے۔ وہ سڑک کی طرف بڑھ رہے تھے اور انہیں سڑک کی طرف بڑھتے دیکھ کر امیر میروم کی آنکھوں کی چمک تیز ہوتی جا رہی تھی۔

"اس وقت ان کا خاتمہ کتنی آسانی سے ہو سکتا ہے امیر۔ حکم دیں".....وارپوش نے بے چین سے لہجے میں کہا۔

"نہیں۔ یہ خود میرے جال میں پھنس رہے ہیں۔ یقینی موت کے جال میں۔ ورنہ تم ایک دو کو مار لو گے۔ ان سب کا خاتمہ ہم نہیں کر سکتے ہیں".....امیر میروم نے غصیلے لہجے میں کہا۔ اس وقت وہ پانچوں سڑک کے درمیان میں کھڑے تھے اور ان میں سے ایک

آدمی ہاتھ کے اشاروں سے کچھ سمجھا رہا تھا۔

"جاؤ۔ موت کے منہ میں جاؤ"۔ اچانک امیر میروم نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے پر کے نیچے سے اوپر ہاتھ پھیرا اور اس کے ساتھ ہی سامنے ایک خوفناک گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دی۔ اس کے ساتھ ہی حرکت اور ان کے دونوں اطراف کی زمین یکلخت غائب ہو گئی اور اس کے ساتھ ہی وہ پانچوں ہی چیختے ہوئے نیچے گر کر نظروں سے غائب ہو گئے اور امیر میروم نے فاتحانہ انداز میں قہقہہ مارتے ہوئے پر کے اوپر موجود ہاتھ کو ایک جھٹکے سے نیچے کر دیا اور دوسرے لمحے حرکت دوبارہ نظروں کے سامنے موجود تھی البتہ اب ان کے دشمن غائب ہو چکے تھے۔

"ہاہا۔ ہا۔ امیر میروم کو مارنے آئے تھے۔ ہا۔ ہا۔ ہا"۔۔۔ امیر میروم نے زوردار قہقہہ لگاتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے اٹھتے ہی دارپوش بھی اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور ان کے اٹھتے ہی پہاڑی کی دوسری طرف موجود ان کے ساتھی بھی چٹانوں کی اوٹ سے نیچے اتر آئے۔ اسی لمحے یکلخت ایک چھوٹے قد کا بونا سا بوڑھا آدمی ایک چٹان کے پیچھے سے نکل کر سامنے آیا تو امیر میروم اسے دیکھ کر بے اختیار چونک پڑا۔

"تم۔ تم ماکور۔ تم اور یہاں۔ کوئی خاص بات"۔ امیر میروم نے حیران ہو کر کہا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ ماکور شیطان کا پیغامبر

ہے۔

"امیر میروم۔ شیطان نے کہا ہے کہ جلد از جلد اپنا کام مکمل کرو"۔ ماکور نے عجیب سی چیختی ہوئی آواز میں کہا۔

"ہاں۔ کام ہی تو مکمل کر رہا ہوں۔ شیطان سے کہہ دو کہ امیر میروم نے اس کے دشمنوں کا خاتمہ کر دیا ہے اور اب وہ اطمینان سے بلیک سنکاریب کو زندہ کر لے گا"۔ امیر میروم نے بڑے فاتحانہ لہجے میں کہا۔

"شیطان نے کہا ہے امیر میروم۔ آپ ہر طرح سے محتاط رہیں۔ کسی وقت بھی کچھ ہو سکتا ہے۔ میں نے پیغام پہنچا دیا ہے۔ اب میں جا رہا ہوں"۔ اس بونے نے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ اسی چٹان کے پیچھے چلا گیا جس کے پیچھے سے نمودار ہوا تھا۔ امیر میروم سر ہلاتا ہوا آگے بڑھ گیا تاکہ نیچے ترپ پر پہنچ سکے۔ دارپوش بھی اس کے پیچھے بڑھنے لگا تھا کہ اسے ماکور کی ہلکی سی آواز سنائی دی تو وہ تیزی سے مڑا۔

"ادھر آ جاؤ دارپوش۔ میں تمہیں ایک خاص بات بتانا چاہتا ہوں۔ تم نے اور تمہاری بیٹی نے ایک بار مجھ پر احسان کیا تھا۔ یاد کرو وہ لمحہ جب شیطان نے مجھے میری غلطی کی وجہ سے دربار سے نکال دیا تھا اور میں تمہارے گھر آ گیا تھا تاکہ تمہاری بیٹی زدہیرا سے بات کروں کیونکہ وہ شیطان کے خاص دربار کی بیٹی بنی ہوئی تھی اور پھر ایسا ہی ہوا اور مجھے معاف کر دیا گیا"۔ بونے ماکور

نے کہا۔

"تم کیا کہنا چاہتے ہو"...... وارپوش نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تمہاری بیٹی زوہیرا مر چکی ہے"...... ماکوز نے کہا تو وارپوش ایسے اچھلا جیسے اسے اچانک لاکھوں وولٹیج کا کرنٹ لگ گیا ہو۔

"کیا۔ کیا۔ کہہ رہے ہو۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میں تو اسے اچھی بھلی چھوڑ کر آیا ہوں"...... وارپوش نے ایسے لہجے میں کہا جیسے اسے ماکوز کی بات پر سرے سے یقین ہی نہ آیا ہو۔

"میں درست کہہ رہا ہوں۔ یہ دیکھو۔ اپنی آنکھوں سے دیکھو"...... ماکوز نے اپنے دونوں ہاتھ فضا میں پھیلاتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی فضا میں جیسے ایک پردہ سا تن گیا جس میں ایک کمرے کا منظر نظر آ رہا تھا اور اس کمرے کے فرش پر زوہیرا پشت کے بل پڑی ہوئی تھی۔ اس کی گردن کٹی ہوئی تھی اور اس میں سے نکلا ہوا خون نظر آ رہا تھا۔ زوہیرا کا چہرہ ہلدی کی طرح زرد ہو رہا تھا اور آنکھیں بے نور تھیں۔

"دیکھ لیا تم نے۔ اب تو یقین آ گیا ہے تمہیں"...... ماکوز نے دونوں ہاتھ اکٹھے کرتے ہوئے کہا۔

"لیکن یہ کس نے کیا ہے۔ میں اس کا خون پی جاؤں گا"۔ وارپوش نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"امیر میروم نے شیطانی طاقت ماشورا سے مدد حاصل کی اور

ماشورا نے زوہیرا کا خون مانگ لیا جو امیر میروم نے دے دیا۔ جب تم امیر میروم کو لے کر یہاں کی طرف روانہ ہوئے تو ماشورا نے زوہیرا کو ہلاک کر کے اس کا خون پی لیا اور امیر میروم کو بھی اس کا علم ہے لیکن اس نے دانستہ تمہیں نہیں بتایا۔ میں تمہیں اس لئے بتا رہا ہوں کہ تمہیں اصل بات کا علم ہو جائے ورنہ تمہیں کوئی نہیں بتائے گا کہ اصل بات کیا ہے اور ہاں۔ تم امیر میروم کے خلاف خود کوئی حرکت نہ کرنا ورنہ ایک لمحے میں ہلاک کر دیئے جاؤ گے۔ اس لئے جو کچھ کرنا ہے سوچ سمجھ کر کرنا۔ اب میں جا رہا ہوں"...... کہتے ہوئے ماکوز نے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ چٹان کے پیچھے جا کر غائب ہو گیا۔ وارپوش کی حالت خراب ہو رہی تھی۔ اسے سمجھ نہ آ رہی تھی کہ یہ سب کیا ہوا۔ اسے اب امیر میروم سے شدید نفرت محسوس ہو رہی تھی۔ جس نے اس کی اکلوتی اور پیاری بیٹی کا خون پینے کی ماشورا کو اجازت دے دی تھی۔ اس کے سینے میں نفرت کا الاؤ سا بھڑک اٹھا تھا لیکن کوئی بات اس کی سمجھ میں نہ آ رہی تھی کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔ اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ وہ امیر میروم کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اور نہ ہی اس پر گولیوں کی بوچھاڑ کر سکتا تھا کیونکہ وہ خود بھی شیطان کا پیروکار ہے اور امیر میروم تو شیطان کا خاص آدمی ہے۔ اس لئے وہ امیر میروم کے خلاف بذات خود کچھ نہ کر سکتا تھا۔ اچانک اسے ایک خیال آیا تو وہ چونک پڑا۔

"امیر میروم کو روشنی والے لوگ ہی سزا دے سکتے ہیں لیکن وہ

تو کنوئیں میں گر کر ختم ہو گئے ہیں" ..... دارپوش نے کہا۔ اسی نے اس کی نظریں چٹان کے ساتھ پڑے ہوئے اس مختلف رنگوں والے پر پر پڑیں وہ شاید امیر میروم کے ہاتھ سے گر گیا تھا یا پھر امیر میروم اب اسے بیکار سمجھ کر یہاں پھینک گیا تھا۔ اس نے وہ پر اٹھا لیا۔

"دارپوش" ..... اسی لمحے اسے نیچے سے امیر میروم کی آواز سنائی دی تو اس نے پر کو جیب میں ڈالا اور تیزی سے دوڑتا ہوا نیچے اترتا چلا گیا۔ وہاں دو جیپیں موجود تھیں۔ پہلی جیپ تک امیر میروم موجود تھا جبکہ دارپوش کے باقی ساتھی دوسری جیپ میں سوار تھے۔

"آؤ چلیں۔ تم کہاں رہ گئے تھے" ..... امیر میروم نے تیز لہجے میں کہا۔

"جی" ..... دارپوش نے تفصیلی جواب دینے کی بجائے کہا اور اچھل کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا اور اس نے جیپ آگے بڑھا دی۔ اس کے ذہن اور دل میں نفرت کا الاؤ مسلسل جل رہا تھا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اس کی اکلوتی بیٹی کی لاش بار بار آ رہی تھی جسے امیر میروم کی وجہ سے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا۔ اچانک اسے ایک خیال آیا کہ وہ امیر میروم کو ہلاک تو نہیں کر سکتا لیکن اسے بے ہوش تو کر سکتا ہے پھر اسے ہلاک کرنے کی بھی کوئی ترکیب سوچی جا سکتی ہے۔ اسے معلوم تھا کہ اگر امیر میروم کو معمولی سا شک بھی پڑ گیا یا شیطان یا اس کی کسی طاقت نے اسے اس بارے میں بتا دیا تو وہ اپنی بیٹی کی طرح فوری مارا جا سکتا ہے۔ اس لئے اس نے اپنے

آپ کو ایسی بات سوچنے سے وقتی طور پر روک لیا۔ پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد وہ ان پہاڑیوں کے قریب پہنچ گیا۔ جہاں نیچے دونوں پہاڑیوں کے درمیان وادی میں وہ خفیہ کنواں تھا جس میں بلیک سکارب کو دفن کیا گیا تھا۔ دونوں جیپیں ایک جگہ رک گئیں تو امیر میروم جیپ سے اترا اور بڑے مطمئن انداز میں آگے بڑھنے لگا۔ دارپوش اور اس کے ساتھی بھی جیپ سے اتر کر اس کے پیچھے آ رہے تھے۔ اب چونکہ یہاں ان کا کوئی دشمن موجود نہ تھا اس لیے انہیں کسی قسم کا کوئی خطرہ نہ تھا۔ اس لیے امیر میروم سمیت سب لوگ ہر طرح سے مطمئن نظر آ رہے تھے۔

"امیر آپ کو کنواں کھولنے میں کتنی دیر لگے گی" ..... اچانک دارپوش نے پوچھا تو امیر میروم بے اختیار اچھل پڑا۔

"کیوں۔ تم کیوں پوچھ رہے ہو" ..... امیر میروم نے چونک کر پوچھا۔ اس کے چہرے پر ہلکی سی حیرت کی جھلکیاں ابھر آئی تھیں۔

"اس لئے امیر کہ میں اپنے آدمیوں کو وقت کے حساب سے ڈیوٹی پر لگا دوں۔ طویل وقت لگتا ہے تو ان کو ہر گھنٹے بعد ایک دوسرے کے ساتھ ڈیوٹی تبدیل کرنے کا کہہ دوں۔ اس لئے پوچھ رہا تھا" ..... دارپوش نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"یہ اس طرح پہلی بار بے فوری نہیں کھل سکتا۔ اسے قدیم دور کی روشنی کی عظیم شخصیت نے خصوصی صور پر بند کیا ہے اس لئے اسے کھولنے کے لئے مجھے کم از کم چار گھنٹے لگ جائیں گے لیکن یہ

بات لازمی ہے کہ میں اسے کھول لینے میں کامیاب ہو جاؤں گا لیکن ایک شرط ہے کہ جب تک یہ کنواں نہ کھل جائے کوئی مجھے کسی صورت بھی ڈسٹرب نہ کرے اور نہ ہی میرے کانوں میں کوئی آواز پڑے۔ اس بات کا تم نے خصوصی طور پر خیال رکھنا ہے"..... امیر میروم نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ آپ کہاں بیٹھ کر اس کے لئے کام کریں گے"..... وارپوش نے قدرے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

"نیچے وادی کی زمین کے قریب"..... امیر میروم نے ایک چٹان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ آپ بے فکر ہو کر کام کریں۔ میں سب سنبھال لوں گا"..... وارپوش نے کہا تو امیر میروم نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر سر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھنے لگا۔ شاید اسے کسی خاص وقت کا انتظار تھا۔ پھر تقریباً نصف گھنٹے بعد وہ اٹھا۔

"اب میں نیچے جا رہا ہوں۔ اب تم نے خیال رکھنا ہے"..... امیر میروم نے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں"..... وارپوش نے کہا اور امیر میروم نیچے اترتا چلا گیا۔ وارپوش پہاڑی کی چوٹی پر اپنی جگہ کھڑا رہا۔ وہ امیر میروم کو نیچے جاتے دیکھ رہا تھا لیکن چونکہ اسے معلوم تھا کہ امیر میروم کو خصوصی شیطانی طاقتیں حاصل ہیں اس لئے وہ اس کے خلاف کسی قسم کا کوئی خیال ذہن میں نہ لا رہا تھا کیونکہ ہو سکتا تھا کہ

اس کا ذہن پڑھ لے تو پھر اس کے لئے وارپوش کا خاتمہ کرنا کوئی مشکل نہ تھا۔ امیر میروم نیچے اتر کر ایک چٹان کے پیچھے قدرے کھلی جگہ پر جا کر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا۔ اس نے اپنے لبادے کی جیب سے ایک سیاہ رنگ کا چھوٹا سا تھیلا نکالا اور اسے کھول کر اس نے زمین پر پلٹ دیا۔ اس کے اندر باریک باریک سیاہ رنگ کے دانے تھے۔ اس نے ایک دانہ اٹھایا اور اسے منہ میں ڈال لیا اور پھر آنکھیں بند کر کے اس نے دونوں ہاتھوں کو سر پر رکھ لیا۔ وارپوش خاموش کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد اس نے ہاتھ ہٹائے اور منہ کھول کر وہی سیاہ دانہ اپنے ہاتھ پر رکھا۔ دانے میں سے سیاہ رنگ کا ہلکا ہلکا دھواں نکل رہا تھا۔ اس نے وہ دانہ نیچے وادی میں پھینک دیا اور دوسرا دانہ اٹھا کر منہ میں ڈالا اور ایک بار پھر دونوں ہاتھ سر پر رکھ کر آنکھیں بند کر لیں۔ وارپوش سمجھ گیا کہ جس قدر سیاہ دانے امیر میروم کے سامنے موجود تھے اس سارے عمل میں واقعی چار گھنٹوں سے زیادہ لگ سکتے تھے۔ اس لئے وہ مڑا اور پہاڑی کی دوسری طرف نیچے اترتا چلا گیا۔ وہاں اس کے ساتھی موجود تھے۔ اس نے انہیں خصوصی ہدایات دیں اور ساتھ ہی انہیں امیر میروم کی ہدایات سے بھی خاص طور پر آگاہ کرنے کے ساتھ ساتھ اس نے ان کی اس انداز میں مختلف جگہوں پر ڈیوٹی لگائی کہ وہ سب ڈیوٹی بھی دیتے رہیں اور امیر میروم کو نہ دیکھ سکیں اور خود وہ ایک طرف کھڑی جیپ کی طرف بڑھ گیا۔

"آپ کہاں جا رہے ہیں باس"...... وہاں موجود اس کے ایک آدمی نے کہا۔

"جہاں پہلے آپریشن ہوا تھا وہاں میرا بیگ رہ گیا ہے وہ لینے جا رہا ہوں۔ ابھی آ جاؤں گا"...... دار پوش نے جواب دیا اور سوال کرنے والے نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ دار پوش کی جیپ موڑ کاٹ کر تیزی سے آگے بڑھتی چلی گئی۔

"کیا وہ لوگ زندہ ہوں گے یا ہلاک ہو چکے ہوں گے"...... دار پوش نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"بہرحال دیکھ لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اگر وہ واقعی زندہ ہوں گے تو پھر ان کو کام میں لایا جا سکتا ہے۔ ورنہ زرد جیرا کی موت کا کوئی اور انتقام سوچوں گا"...... دار پوش نے خودکلامی کے سے انداز میں کہا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی جیپ وہاں پہنچ گئی جہاں پہلے آپریشن کیا گیا تھا۔ اس نے جیپ روکی اور جیب سے وہی پر نکالا جو اس نے اٹھا کر جیب میں رکھا تھا۔ اس نے پر کو ایک ہاتھ میں پکڑ کر دوسرے ہاتھ سے اسے نیچے سے اوپر کی طرف پھیرا لیکن کچھ نہ ہوا تو دار پوش کے چہرے پر ہلکی سی مایوسی کے تاثرات ابھر آئے۔

"اس کا مطلب ہے کہ اب یہ بیکار ہو گیا ہے۔ اس لئے امیر میروم نے اسے پھینک دیا تھا"...... دار پوش نے کہا اور پھر اس نے جیسے ہی ہاتھ کو نیچے کی طرف کیا۔ ایک بار پھر تیز گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دی اور درمیانی جگہ سے سڑک غائب ہو گئی۔ اب وہاں

یہ کنوئیں کا دہانہ نظر آ رہا تھا۔

"اوہ۔ اس کا مطلب ہے کہ اب یہ الٹا کام کر رہا ہے"...... پوش نے کہا اور آگے بڑھنے لگا۔ پھر اس نے کنارے پر پہنچ نیچے جھک کر دیکھا لیکن کنواں بے حد گہرا تھا۔ گو آدھے سے دہ کنوئیں تک روشنی نظر آ رہی تھی لیکن پھر گھپ اندھیرا تھا۔ البتہ پوش یہ دیکھ کر اچانک چونک پڑا کہ بہت نیچے ایسی روشنی موجود ی جیسے نیچے کسی سرنگ سے روشنی کنوئیں میں پڑ رہی ہو لیکن یہ اس کا اندازہ تھا۔

"اس قدر گہرے کنوئیں میں گرنے کے بعد اب ان کا بچ جانا ن ہے"...... تھوڑی دیر بعد دار پوش نے کہا اور پھر پیچھے ہٹ کر نے جیب سے پر نکالا اور پھر اس پر نیچے سے اوپر تک ہاتھ پھیرا گڑگڑاہٹ کی آواز کے ساتھ ہی کنواں بند ہو گیا۔ اب وہاں ارہ سڑک موجود تھی۔ یہ اور بات تھی کہ سڑک کنوئیں کے دونوں ناروں سے ٹوٹ گئی تھی لیکن خاص طور پر دیکھنے سے نظر آتی تھی نہ اس کا احساس بھی نہ ہوتا تھا۔

"اب مجھے کچھ اور سوچنا پڑے گا"...... دار پوش نے مڑتے ئے کہا اور ایک بار پھر جیپ میں بیٹھ گیا۔ اس نے جیپ موڑی ر واپس اس پہاڑی کی طرف روانہ ہو گیا جہاں اس کے ساتھی اور ر میروم موجود تھے۔

عمران کے تاریک ذہن میں روشنی کے جگنو سے چمکے اور پھر آہستہ آہستہ روشنی کے ان نکتوں کی تعداد تیزی سے پھیلتی چلی گئی۔ اس کے ساتھ ہی عمران کے تمام احساسات یکلخت جاگ اٹھے۔ اسے پہلا احساس یہی ہوا کہ وہ اونچی اور نرم پتوں والی گھنی جھاڑیوں میں پڑا ہوا ہے اور اس کی پشت کے نیچے گیلی اور نمدار زمین ہے جبکہ اوپر گھپ اندھیرا تھا البتہ کچھ اوپر دائیں طرف ایک چھوٹے سے سوراخ سے روشنی اور تازہ ہوا اندر آ رہی تھی۔ عمران کے ذہن میں فوراً ہی بے ہوش ہونے سے پہلے کے مناظر گھوم گئے اور وہ سمجھ گیا کہ وہ اس اچانک نمودار ہونے والے کنوئیں کی تہہ میں پڑا ہوا ہے۔ اسی لمحے اسے اپنے ساتھیوں کا خیال آیا تو وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ گو اسے اٹھنے میں خاصی تکلیف کا سامنا کرنا پڑا لیکن اسے تکلیف سے زیادہ اس بات کی خوشی ہوئی تھی کہ اس کا جسم

نہ صرف حرکت میں ہے بلکہ اس کی کوئی ہڈی وغیرہ بھی نہیں ٹوٹی ورنہ نجانے وہ کتنی گہرائی میں گرا تھا۔ یقیناً اس طرح اس کے جسم کی تمام نہیں تو کم از کم آدھی سے زیادہ ہڈیاں ٹوٹ چکی ہوتیں۔ اس نے اپنی ٹانگیں سمیٹیں تو ایک بار پھر اس کے جسم میں درد کی تیز لہر سی دوڑ گئی لیکن اسے ایک بار پھر یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ اس کی ٹانگیں حرکت کر رہی تھیں۔ اس نے دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور پھر ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ کھڑے ہوتے ہوئے وہ ایک بار لڑکھڑایا لیکن پھر وہ سنبھل کر کھڑا ہو گیا۔ اب اسے اپنے ساتھیوں کا خیال آیا تو وہ چونک کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ سوراخ سے آنے والی ہلکی سی روشنی کی وجہ سے اس جگہ جہاں عمران موجود تھا۔ ہلکی سی روشنی موجود تھی اور پھر اس نے اپنے تمام ساتھیوں کو وہیں جھاڑیوں میں ٹیڑھے میڑھے انداز میں پڑے ہوئے دیکھا البتہ وہ سب کلبلا رہے تھے۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ بھی عمران کی طرح ہوش میں آ رہے تھے۔ عمران نے آگے بڑھ کر صفدر کو چیک کیا اور پھر اس نے اسے جھنجھوڑنا شروع کر دیا۔

"صفدر۔ صفدر۔ ہوش میں آؤ"...... عمران نے کہا تو صفدر جس کے جسم میں ہلکی سی حرکت جو پہلے سے موجود تھی یکلخت ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھا۔

"یہ۔ یہ کیا مطلب۔ یہ کونسی جگہ ہے"...... صفدر کے منہ سے انتہائی حیرت بھری آواز نکلی۔

"ہوش میں آؤ اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ اس نے ہمیں بچا لیا ہے"...... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ آگے بڑھ گیا جہاں جولیا پہلو کے بل بے حس پڑی ہوئی تھی۔ عمران نے اسے سیدھا کیا اور پھر ایک ہاتھ سے اس کا ناک اور منہ بند کر دیئے۔ چند لمحوں بعد جولیا کے جسم میں حرکت کے واضح آثار نمایاں ہونے تو عمران نے ہاتھ ہٹایا اور آگے بڑھ کر وہ ایک سائیڈ پر پڑے ہوئے کیپٹن شکیل پر جھک گیا۔

"عمران صاحب۔ واقعی اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر ہے ورنہ اتنی بلندی سے گرنے کے بعد تو اس طرح صحیح سالم رہ جانا بھی ناممکن تھا"...... صفدر کی آواز عمران کو اپنی پشت پر سنائی دی۔ اسی لمحے جولیا کے کراہنے کی آواز سنائی دی۔ کیپٹن شکیل کے جسم میں چونکہ معمولی حرکت موجود تھی۔ اس لئے عمران نے اسے بھی صفدر کی طرح جھنجھوڑ دیا۔

"تم تنویر کو چیک کرو صفدر"...... عمران نے کہا اور صفدر تیزی سے دوسری سائیڈ پر پڑے ہوئے تنویر کی طرف بڑھ گیا اور تھوڑی دیر بعد وہ پانچوں ہی نہ صرف ہوش میں آ چکے تھے بلکہ سوائے تنویر کے باقی سب کی ہڈیاں صحیح سلامت تھیں۔ تنویر کی البتہ دائیں ٹانگ حرکت نہ کر رہی تھی۔ بظاہر یوں لگتا تھا جیسے اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی ہو لیکن عمران نے آگے بڑھ کر اس کی پنڈلی سے پینٹ ہٹا کر اسے چیک کیا اور پھر اس کی پنڈلی پر آہستہ آہستہ ہتھیلی رگڑنا شروع کر دی۔

"ابھی ٹھیک ہو جاؤ گے۔ تمہاری ٹانگ پانی میں پڑی رہنے کی وجہ سے جامد ہو گئی ہے۔ کوئی ہڈی نہیں ٹوٹی"...... عمران نے تنویر سے مخاطب ہو کر کہا جو ہونٹ بھینچے خاموش لیٹا ہوا تھا اور پھر واقعی تھوڑی دیر بعد تنویر کی جامد ٹانگ نے حرکت کرنا شروع کر دی تو عمران پیچھے ہٹ گیا۔

"عمران صاحب۔ یہ سوراخ کیا ہے اور یہ اتنی گہرائی میں جھاڑیاں۔ یہ سب کیسے آگئیں"...... صفدر نے کہا۔

"یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ادنیٰ کرشمہ ہے صفدر۔ نجانے یہ کنواں کب سے بند ہے۔ اس میں لامحالہ انتہائی زہریلی گیس بھری ہوتی اور ہم گرنے کے دوران ہی اس زہریلی گیس کی وجہ سے ہلاک ہو سکتے تھے لیکن اس سوراخ سے آنے والی تازہ ہوا اور اس سوراخ سے خارج ہونے والی ہوا نے یہاں کا ماحول درست رکھا اور سوراخ سے آنے والی ہوا اور روشنی کی وجہ سے اور یہاں موجود نمی کی وجہ سے جھاڑیاں پیدا ہو گئیں ورنہ بند کنوئیں میں ایسی جھاڑیوں کی پیداوار ناممکن تھی کیونکہ انہیں آکسیجن نہیں مل سکتی تھی اور یہ اونچی اور لچکدار نرم جھاڑیاں اور نمدار زمین اور نارمل ماحول کی وجہ سے اس وقت اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم زندہ بھی ہیں اور صحیح سلامت بھی۔ ورنہ اگر یہ جھاڑیاں اور نم دار زمین نہ ہوتی تو اوپر سے گرتے ہی ہماری ہڈیاں ٹوٹ جاتیں اور ہم ہلاک ہو جاتے"......

عمران نے کسی لیکچرار کے سے انداز میں وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

"عمران صاحب۔ یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے کہ ہمیں اس امیر میروم نے ہی اس کنوئیں میں گرایا ہوگا۔ لیکن اس کے آدمی ہمیں ویسے ہی فائرنگ کھول کر بھی تو آسانی سے ہلاک کر سکتے تھے"...... صفدر نے کہا۔

"یہ سب کچھ ان کے ذہن میں موجود ہمارے خوف کی وجہ سے ہوا ہے۔ انہیں خطرہ ہوگا کہ ہم میں سے ایک بھی بچ گیا تو وہ ان سب کا خاتمہ کر دے گا۔ جبکہ ان کے نقطہ نظر سے اس بند کنوئیں میں گرنے کے بعد کسی ایک کے بھی زندہ بچ نکلنے کا ایک فیصد بھی امکان نہیں تھا۔ اب یہ اور بات ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے سو فیصد بچا لیا ہے۔ امیر میروم کو شاید اس کنوئیں کی اندر کی صورتحال کا علم نہ تھا ورنہ وہ شاید ہمیں یہاں نہ گراتا"...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہم نے یہاں سے نکلنا بھی ہے۔ اس بارے میں سوچو"...... جولیا نے کہا۔

"ہاں۔ ہم خواہ مخواہ ادھر ادھر کی باتوں میں پڑ گئے ہیں۔ وہ امیر میروم تو اپنے کام میں لگا ہوا ہوگا"...... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی۔ وہ سب تیز گڑگڑاہٹ کی آوازیں سن کر بے اختیار اچھل پڑے اور اس کے ساتھ ہی اوپر سے تیز روشنی کا دھارا نیچے تہہ تک آ گیا۔

"سائیڈوں میں ہو جاؤ۔ شاید اوپر سے کوئی چیز ہم پر پھینکی جائے گی"...... عمران نے تیز لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی سب اپنی تربیت کی بناء پر تیزی سے کنوئیں کی دیواروں سے جیسے چپک سے گئے۔ چند لمحوں بعد انہوں نے ایک آدمی کو اوپر سے نیچے جھانکتے ہوئے دیکھا لیکن وہ اسے پہچانتے نہ تھے۔ وہ آدمی کچھ دیر تک نیچے جھانکتا رہا۔ پھر پیچھے ہٹ گیا اور پھر چند لمحوں بعد ایک بار پھر تیز گڑگڑاہٹ کی آوازیں سنائی دیں اور ایک بار پھر اوپر سے آنے والی روشنی غائب ہو گئی تو سب نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔

"یہ کون ہو سکتا ہے"...... جولیا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"امیر میروم کا آدمی ہوگا اور ہمارا انجام دیکھنے آیا ہوگا"...... عمران نے جواب دیا اور سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے کیونکہ اس واقعے کی یہی قابل قبول توجیہہ ہو سکتی تھی۔

"عمران صاحب۔ یہ کس قسم کا میکنزم ہے جس سے اس کنوئیں کا اوپر کا حصہ کھلتا ہے۔ آواز سے تو یوں لگتا ہے جیسے کوئی جدید میکنزم ہو"...... کیپٹن شکیل نے کہا۔

"کنوئیں کی ساخت تو بتا رہی ہے کہ یہ صدیوں پرانا ہے۔ ایسے قدیم دور کے لوگ بھی انجینئرنگ میں کسی طرح کم نہ تھے۔ اس کنوئیں کو ہی دیکھ لو۔ کس مہارت سے بنایا گیا ہے کہ صدیاں گزرنے کے باوجود ابھی تک درست حالت میں ہے۔ منہدم نہیں

ہوا۔ ویسے یہ سسٹم باہر سے آپریٹ کیا جاتا ہے اور ہم اندر ہیں"...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"عمران صاحب۔ ہمیں اس سوراخ سے باہر نکلنے کا سوچنا چاہئے"...... صفدر نے کہا۔

"یہ سوراخ تو خاصا تنگ ہے شاید کسی قدرتی زلزلے کی وجہ سے یہ بن گیا ہے لیکن اس میں سے تو جولیا بھی نہیں گزر سکتی"...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"میں اکیلی باہر جا کر کیا کروں گی۔ اصل بات تو سب کا باہر نکلنا ہے"...... جولیا نے جواب دیا۔

"اوہ، اوہ۔ وہ ہمارے تھیلے کہاں ہیں۔ وہ تھیلے جس میں اسلحہ اور دوسرا سامان تھا"...... عمران نے اچانک ایک خیال کے تحت چونک کر پوچھا

"وہ تو ہمارے ہاتھوں میں تھے۔ جب ہم گرے تھے۔ یقیناً یہیں کہیں ہوں گے"...... سب نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی وہ آگے بڑھے اور تھیلوں کو تلاش کرنے لگے۔ تھوڑی سی جدوجہد کے بعد وہ دونوں تھیلے کنوئیں کی دیواروں کی جڑ میں پڑے ہوئے انہوں نے چیک کر لئے۔

"شکر ہے ان میں بم نہیں تھے۔ ورنہ گرتے ہی پھٹ جاتے"...... صفدر نے کہا۔

"صفدر۔ اس تھیلے کو کھولو۔ اس میں ایک ہیوی میزائل گن

ہے۔ وہ باہر نکالو اور کیپٹن شکیل۔ تمہارے تھیلے میں کمند فائر گن موجود ہے۔ تم اسے باہر نکالو"...... عمران نے کہا۔

"یہ تم نے کیوں ساتھ لی تھیں۔ کیا تمہیں معلوم تھا کہ ہم یہاں پھنس جائیں گے"...... جولیا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"نہیں۔ یہاں کا تو کسی کے ذہن میں آ ہی نہیں سکتا۔ یہ میں نے احتیاطاً اس کنوئیں کے لئے لے لی تھیں جس میں صندوقچی ہے۔ میں نے سوچا کہ ہو سکتا ہے کہ ہم اندر بند ہو جائیں یا کچھ بھی ہو سکتا ہے"...... عمران نے کہا اور سب نے اس انداز میں سر ہلا دیئے جیسے وہ عمران کی دور اندیشی کو خراج تحسین پیش کر رہے ہوں۔ کیونکہ یہ دونوں چیزیں سامنے آتے ہی وہ سمجھ گئے تھے کہ اب اس کنوئیں سے باہر نکلنا ان کے لئے کوئی مسئلہ نہیں ہوگا جبکہ اس سے پہلے وہ یہ سوچ سوچ کر تھک گئے تھے کہ آخر اس بند کنوئیں سے وہ کیسے باہر جا سکیں گے لیکن اب یہ سب کچھ انتہائی آسان اور یقینی نظر آ رہا تھا۔ عمران نے ہیوی میزائل گن کا سیفٹی کیچ ہٹایا اور پھر اس کا رخ اوپر کر کے اس نے پہلے ایک نظر اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔ وہ سب جانتے تھے کہ ہیوی میزائل گن کی وجہ سے کنوئیں کی پوری چھت اڑ کر یا تو باہر جا گرے گی یا پھر یہ نیچے آ گرے گی۔ اس لئے وہ سب دیواروں سے چپکے ہوئے کھڑے تھے۔ عمران نے بھی شاید یہی سب کچھ دیکھنے کے لئے ان کی طرف دیکھا تھا اور پھر ساتھیوں کی طرف سے مطمئن ہونے کے بعد اس نے ٹریگر دبا دیا۔

سائیں کی آواز کے ساتھ ہی ایک شعلہ سا گن کے دہانے سے نکل کر اوپر گیا اور اس کے ساتھ ہی ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور اس کے ساتھ ہی جیسے روشنی کا سیلاب سا اندر آنے لگ گیا۔ اس کے ساتھ ہی مٹی کا بادل سا بھی تھا لیکن چھت کی ایک سائیڈ کا کنارہ ٹوٹ گیا تھا۔ باقی چھت سلامت تھی۔ اس لئے وہ سب اطمینان بھرے انداز میں بخیر وعافیت کھڑے تھے۔ چند لمحوں بعد جب ملبہ گرنا بند ہو گیا تو عمران نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی ہیوی میزائل گن صفدر کی طرف بڑھا دی اور اس کے ہاتھ میں موجود ہینگر فائر گن جسے عرف عام میں کمند گن کہا جاتا تھا، لے کر وہ آگے بڑھا اور پھر اس نے اس کا رخ چھت کے ٹوٹے ہوئے حصے کی طرف کر کے ٹریگر دبا دیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے ہاتھ کو ایک زوردار جھٹکا لگا لیکن ظاہر ہے گن عمران کے ہاتھ میں تھی۔ ٹریگر دبتے ہی گن کے سرے پر موجود مخصوص ساخت کی کمند بجلی کی سی تیزی سے اوپر کی طرف بڑھی۔ اس کے ساتھ انتہائی مضبوط باریک رسی تھی۔ کمند ہشت پایہ انداز کی تھی۔ اس کے فولادی ہاتھ مڑے ہوئے اور ان کے کونے بے حد تیز اور نوکیلے تھے۔ اسے اس انداز میں اس لئے بنایا گیا تھا تاکہ اسے جہاں بھی فائر کیا جائے یہ وہاں مضبوطی سے گڑ جائے اور وہی ہوا۔ فولادی کمند چھت سے باہر غائب ہو گئی اور پھر رسی کو ایک زوردار جھٹکا لگا تو عمران نے ایک بٹن پریس کر دیا اور اس کے ساتھ ہی رسی گن سے نکلنا بند ہو گئی۔

"جولیا تم پہلے جاؤ گی"..... عمران نے جولیا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا

"پہلے مجھے جانے دیں عمران صاحب۔ تاکہ باہر کی سیکورٹی کو چیک کیا جا سکے"..... صفدر نے کہا۔

"تو تمہارا کیا خیال ہے جولیا سیکورٹی چیک نہ کر سکے گی"..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مجھے دو۔ میں جاؤں گی"..... جولیا نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے عمران کے ہاتھ سے گن لے کر اس کے دستے کے گرد بنے ہوئے فولادی سرکل میں ہاتھ ڈالے۔ ایک لمحے کے لئے اپنے آپ کو ایڈجسٹ کیا اور دوسرے لمحے اس نے رسی فائر کا بٹن پریس کر دیا۔ اس کے جسم کو ایک زوردار جھٹکا لگا اور دوسرے لمحے وہ جیسے ہوا میں اڑتی ہوئی سیدھی چھت کے اس کھلے حصے کی طرف اٹھتی چلی گئی۔ دو یا تین بار پلک جھپکنے کے عرصے میں وہ گن سمیت اس کھلے حصے سے نکل کر باہر جا کر غائب ہو گئی اور عمران اور اس کے ساتھیوں نے اپنے رکے ہوئے سانس باہر نکالے۔ اصل خدشہ یہی تھا کہ فولادی کمند کسی مناسب جگہ پر موجود ہے یا نہیں ورنہ جھٹکے کے دوران وہ اپنی جگہ سے نکل جاتی تو اوپر کو اٹھنے والا کمند سمیت الٹ کر نیچے آ گرتا۔ اس لئے عمران نے دانستہ جولیا کا انتخاب کیا تھا کیونکہ جولیا کا وزن بہرحال ان سب سے کافی کم تھا اور اگر فولادی کمند میں کوئی گڑبڑ ہوئی بھی سہی تو وہ جولیا کے کم وزن کی وجہ سے

مسئلہ نہ بنے گی اور یہ بات عمران سمیت سب جانتے تھے کہ جولیا بے حد ہوشیار اور سمجھدار ہے۔ وہ باہر جا کر سب سے پہلے اس کنڈ کو چیک کرے گی اور اگر وہ ڈھیلی ہوئی تو وہ اسے صحیح طریقے سے ایڈجسٹ کر دے گی اور اس کے بعد کسی کو کوئی خطرہ نہ ہوگا۔ تھوڑی دیر بعد جولیا اوپر کنارے پر نظر آئی۔ اس نے گن نیچے پھینک دی۔

" بے فکر ہو جاؤ۔ میں نے ہک کو ایڈجسٹ کر دیا ہے"۔۔۔۔ جولیا نے اوپر سے چیخ کر کہا اور اس کی آواز کنوئیں میں کافی دیر تک گونجتی رہی۔ پھر عمران کے کہنے پر تنویر، اس کے بعد صفدر اور پھر کیپٹن شکیل اور آخر میں عمران اس کنڈ گن کی مدد سے باہر آ گیا۔ صفدر اور کیپٹن شکیل دونوں تھیلوں کو اپنی پشت پر باندھ کر ساتھ لے آئے تھے۔

" ہمیں یہاں سے جلد از جلد نکلنا ہوگا"۔۔۔۔ عمران نے کہا تو سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔

" لیکن عمران صاحب۔ آپ کو یہ تو معلوم نہیں ہے کہ وہ وادی کہاں ہے۔ پھر کیسے تلاش کریں گے اسے"۔۔۔۔ صفدر نے کہا۔

" یہاں سے تو نکلیں۔ پھر دیکھ لیں گے اسے بھی"۔۔۔۔ عمران نے کہا اور اس طرف کو چل پڑا جدھر اس نے جیپ چھپائی تھی اور پھر یہ دیکھ کر اس کی آنکھیں چمک اٹھیں کہ جیپ ابھی تک وہاں موجود تھی۔ اس نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور جیپ کو سٹارٹ کر کے اس نے اسے بیک کر کے اسے موڑا اور پھر چند لمحوں بعد وہ

ساتھیوں سمیت دوبارہ آگے بڑھا چلا جا رہا تھا۔

" عجیب تجربہ تھا یہ کنوئیں والا بھی"۔۔۔۔ جولیا نے یکلخت ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

" ہر تجربہ عجیب ہوتا ہے لیکن شادی کا تجربہ سب سے عجیب ہوتا ہے"۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" جو تمہیں کبھی حاصل نہیں ہوگا"۔۔۔۔ جولیا نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

" میں تو پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ والے مصرعہ پر عمل پیرا ہوں۔ شاید کبھی صفدر کی یادداشت واقعی بہتر ہو جائے"۔۔۔۔ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا اور جولیا نے کوئی جواب دینے کی بجائے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔

" عمران صاحب۔ ابھی تو امیر میروم اور اس کے ساتھی مطمئن ہوں گے کہ ہم کنوئیں میں گر کر ہلاک ہو چکے ہیں لیکن ہماری جیپ کو اگر انہوں نے دور سے ہی چیک کر لیا تو ہو سکتا ہے کہ وہ آتشیں اسلحے سے ہم پر حملہ کر دیں"۔۔۔۔ عقب میں بیٹھے ہوئے کیپٹن شکیل نے کہا تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔

" اوہ۔ بات تو تمہاری ٹھیک ہے لیکن ہم اب پیدل تو اس پوری وادی میں گھومنے سے رہے۔ یہ بے حد وسیع و عریض وادی ہے"۔۔۔۔ عمران نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

" کیپٹن شکیل درست کہہ رہا ہے عمران صاحب۔ ہماری جیپ

پر میزائل بھی فائر کیا جا سکتا ہے۔ ایسی صورت میں ہمارا بچ نکلنا تقریباً ناممکن ہو جائے گا۔ ہمیں اس سلسلے میں کچھ سوچنا چاہئے"..... صفدر نے بھی کیپٹن شکیل کی بات کی تائید کرتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ اس کی صورت یہ ہے کہ ہم میں سے کوئی کسی بلند پہاڑی کی چوٹی پر چڑھ کر اردگرد کے علاقے کو چیک کرے اور کوئی خطرہ نہ ہونے کی صورت میں جیپ کو وہاں تک لے جایا جائے جہاں تک کوئی موجود نہ ہو۔ اس طرح جگہ جگہ پہلے چیکنگ کی جائے۔ پھر جیپ کو آگے بڑھایا جائے"..... جولیا نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"گڈ شو جولیا۔ تمہاری تجویز واقعی مناسب ہے"..... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے جیپ کو ایک چٹان کی اوٹ میں لے جا کر روک دیا اور پھر وہ خود نیچے اتر آیا۔

"میں اوپر چوٹی پر جا کر چیک کرتا ہوں۔ تم یہاں پوری طرح چوکنا رہنا"..... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے تیزی سے ایک پہاڑی پر چڑھنا شروع کر دیا۔ یہ خاصی اونچی پہاڑی تھی۔ وادی شاہاں میں جگہ جگہ پہاڑیاں اور ان کے درمیان وسیع و عریض وادیاں موجود تھیں اور پوری وادی شاہاں سینکڑوں مربع میلوں میں پھیلی ہوئی تھی۔ ان میں جگہ جگہ قدیم دور کے کنوئیں، مقبرے اور محلات تھے جو کو اب کھنڈر بن چکے تھے لیکن اس کے باوجود ان کا حسن دیکھنے والوں کو ششدر کر دیتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آثار قدیمہ

سے دلچسپی رکھنے والے سیاح وادی شاہاں کی سیر کے لئے آتے جاتے رہتے تھے۔ کئی تو یہاں کئی کئی ماہ کیمپ لگا کر رہتے تھے۔ عمران تقریباً آدھے گھنٹے کی مسلسل چڑھائی کے بعد چوٹی پر پہنچ گیا۔ چوٹی سے واقعی دور دور تک چاروں طرف دیکھا جا سکتا تھا۔ کافی دیر تک جائزہ لینے کے بعد جب عمران کو دور دور تک کوئی نقل و حرکت دکھائی نہ دی تو وہ واپس پلٹنے ہی لگا تھا کہ یکلخت ٹھٹھک کر رک گیا۔ پھر اس کی نظریں دور ایک پہاڑی کی چوٹی پر پڑ گئیں۔ وہاں اس نے کسی کی حرکت دیکھی تھی۔ گو یہ حرکت واضح نہ تھی لیکن اچانک ہی اسے نظر آ گئی تھی۔ اس کے پاس دوربین تو نہیں تھی ورنہ وہ بڑے واضح انداز میں اس حرکت کو چیک کر لیتا لیکن بہرحال وہ سمجھ گیا کہ وہ کوئی آدمی ہے جو ایک چٹان کے پیچھے سے نکل کر دوسری چٹان کی اوٹ میں ہوا تھا اور اس حرکت کی وجہ سے وہ عمران کی نظروں میں آ گیا تھا۔ عمران کافی دیر تک کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے یہی سوچا کہ جیپ پر وہاں قریب پہنچ کر مزید جائزہ لیا جا سکتا ہے۔ اس لئے وہ پہاڑی سے نیچے اترا۔

"کچھ معلوم ہوا ہے عمران صاحب"..... صفدر نے اشتیاق بھرے لہجے میں کہا تو عمران نے انہیں تفصیل بتا دی۔

"لیکن عمران صاحب۔ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ بھی کوئی ٹورسٹ ہو۔ یہاں بہرحال ٹورسٹ تو آتے جاتے رہتے ہیں"..... کیپٹن شکیل نے کہا۔

"ہاں۔ ہو تو سکتا ہے لیکن ٹورسٹ اس طرح چٹانوں کے پیچھے چھپ کر نہیں بیٹھتے"..... عمران نے جواب دیا اور ان سب نے اس انداز میں سر ہلا دیئے جیسے عمران کی بات کی تائید کر رہے ہوں۔

"آپ نے وہ جگہ اچھی طرح مارک کر لی ہے"..... صفدر نے کہا۔

"ہاں۔ ہمیں گھوم کر جانا ہوگا۔ میں نے چیک کر لیا ہے"..... عمران نے کہا اور ایک بار پھر جیپ کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا اور جب باقی ساتھی بھی جیپ میں سوار ہو گئے تو عمران نے جیپ آگے بڑھا دی۔

دار پوش ایک چٹان کی چوٹی پر بیٹھا ہوا تھا اور نیچے وادی میں دیکھ رہا تھا۔ امیر میروم اسے ایک چٹان کے پیچھے بیٹھا ہوا اپنی مخصوص حالت میں نظر آ رہا تھا۔ اس کے سامنے موجود سیاہ دانوں کی ڈھیری اب تقریباً آدھی رہ گئی تھی۔ امیر میروم نے اسے بتایا تھا کہ چار گھنٹوں کی محنت کے بعد خفیہ کنواں کھل جائے گا۔ لیکن سیاہ دانوں کی ڈھیری دیکھ کر اسے اندازہ ہو رہا تھا کہ شاید اس کام میں چار گھنٹوں سے بھی زیادہ لگ جائے اور اب پاکیشیائی دشمنوں کا خطرہ بھی دور ہو چکا تھا۔ گو دار پوش خود جا کر سڑک والا کنواں کھول کر چیک کر آیا تھا لیکن اس کے ذہن میں ایک خلش سی موجود تھی۔ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ یہ لوگ مرے نہیں بلکہ زندہ ہیں۔ گو اس کی کوئی وجہ اس کے ذہن میں موجود نہ تھی اور نہ ہی اس کنوئیں کی گہرائی میں موجود زہریلی ہوا کی وجہ سے یہ سوچا جا سکتا تھا کہ یہ

لوگ بچ بھی سکتے ہیں لیکن اس کے باوجود نجانے کیا بات تھی کہ ایلچا
کے ذہن میں باربار ان لوگوں کے زندہ ہونے کا خیال آ رہا تھا۔
اس کے ساتھ ساتھ اس کی آنکھوں کے سامنے وہ منظر بار بار آ جاتا
جس میں اس کی اکلوتی اور پیاری بیٹی زوہیرا کو اس نے مردہ حالت
میں دیکھا تھا۔ کئی بار اس کا دل چاہا تھا کہ وہ مشین گن اٹھا کر
امیر میروم پر گولیوں کی بارش کر دے جس کی وجہ سے اس کی بیٹی کا
خون پیا گیا تھا اور وہ ہلاک ہوئی تھی لیکن پھر وہ یہی سوچ کر دل
مسوس کر رہ جاتا تھا کہ اسے معلوم تھا کہ امیر میروم کے پاس بے شمار
شیطانی طاقتیں موجود ہیں جو اس کی حفاظت کرتی رہتی ہیں۔ اس
لئے گولیوں کی بارش سے امیر میروم تو شاید ہلاک نہ ہوتا البتہ اس کی
شیطانی طاقتیں اسے ہی پلک جھپکنے میں ہلاک کر سکتی تھیں لیکن اس
کے باوجود اس کے دل میں غصے اور نفرت کا لاوا مسلسل ابل رہا تھا۔
اسے باربار خیال آ رہا تھا کہ کاش اسے ان لوگوں کے مرگھٹ والے
کنوئیں میں گرنے سے پہلے اپنی بیٹی زوہیرا کی ہلاکت کی اطلاع مل
جاتی تو وہ لازماً انہیں بچانے کی کسی نہ کسی انداز میں کوشش کرتا
کیونکہ اس نے دیکھ لیا تھا کہ امیر میروم جیسا آدمی بھی ان لوگوں
سے خوفزدہ رہتا تھا۔ اس لئے اسے یقین تھا کہ ایسے لوگ ہی
امیر میروم کو ہلاک کر کے اس کی بیٹی کا انتقام لے سکتے ہیں۔ گو اس
نے جا کر کنواں دوبارہ کھولا بھی اس لئے تھا کہ شاید ان میں سے
کوئی بچ گیا ہو لیکن وہاں کی حالت دیکھ کر وہ یہی سمجھا تھا کہ اس

کنوئیں میں اچانک گرنے کے بعد کسی کا زندہ رہنا تقریباً ناممکن
ہے۔ وہ بیٹھا یہی سوچ رہا تھا کہ اچانک اسے دائیں طرف آہٹ
سی محسوس ہوئی تو وہ چونک پڑا۔ اس کے ساتھ ہی ایک چٹان کی
اوٹ سے اس کا ساتھی عاصم نکل کر اس کے پاس پہنچ گیا۔

"کیا ہوا عاصم۔ کیوں اس انداز میں آئے ہو"...... دارپوش
نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں۔ میں نے ایک جیپ کو چیک کیا ہے اور میرا خیال ہے
کہ اس جیپ میں وہی لوگ ہیں جنہیں کنوئیں میں پھینکا گیا
تھا"...... عاصم نے کہا تو دارپوش بے اختیار اچھل پڑا۔

"یہ تم کیسے کہہ رہے ہو"...... دارپوش نے کہا۔

"میں ایک چٹان پر موجود تھا کہ میں نے دور چوٹی پر ایک
آدمی کو کھڑے دیکھا۔ میں اسے دیکھنے کے لئے نزدیک والی چٹان
کے پیچھے گیا۔ وہ واقعی وہی آدمی تھا جو وہ جیپ چلا رہا تھا جس کے
لئے احکامات دیئے گئے تھے۔ پھر وہ نیچے اتر گیا تو میں بے حد
حیران ہوا۔ میں اس آدمی کو چیک کرنے کے لئے مزید نیچے پہنچا اور
پھر ایک اور پہاڑی پر چڑھا تو میں نے دور سے جیپ کو آتے دیکھ
لیا۔ اس جیپ میں وہی ایک عورت اور چار مرد سوار ہیں جنہیں
کنوئیں میں پھینکا گیا تھا اور یہ وہی جیپ ہے جس کا ہم نے تعاقب
کیا تھا"...... عاصم نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اب یہ جیپ کہاں ہے"...... دارپوش نے پوچھا۔

"وہ پہلے ہی ایک موڑ مڑ کر کالاس علاقے کی طرف چلی گئی ہے"...... عاصم نے جواب دیا۔

"اوہ۔ اوہ۔ وہ ایک لمبا چکر کاٹ کر ادھر ہی آئے گی۔ ہم نے اسے روکنا ہے"...... دارپوش نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"روکنا ہے۔ کیا مطلب۔ ہمارے پاس مشین گنیں ہیں۔ ہم ان پر فائر کھول دیتے ہیں"...... عاصم نے کہا۔

"نہیں۔ فائرنگ امیر میرودم کے عمل میں خلل ڈال دے گی۔ اس لئے ہم نے انہیں روک کر بے بس کرنا ہے۔ جب کنواں کھل جائے گا تو پھر انہیں امیر میرودم کے سامنے پیش کر دیا جائے گا"...... دارپوش نے کہا۔

"لیکن آپ نے خود ہی بتایا تھا کہ یہ لوگ انتہائی تربیت یافتہ اور خطرناک ہیں۔ پھر ان کو بغیر فائرنگ کے کیسے روکا جائے گا"...... عاصم نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہمارے پاس بے ہوش کر دینے والی گیس سے بھرے کیپسول اور پسٹلز ہیں۔ ہم کسی بھی مناسب جگہ پر ان کی جیپ کے اندر یہ کیپسول فائر کر دیں گے"...... دارپوش نے کہا تو عاصم نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"ٹھیک ہے۔ بڑا بیگ بھی لے آؤ اور تمام ساتھیوں کو بھی بلا لو۔ ہمیں اب خصوصی طور پر طویل سیٹ اپ کرنا ہوگا"...... دارپوش نے کہا اور عاصم سر ہلاتا ہوا مڑا اور تیزی سے دوڑتا ہوا ایک اور

چٹان کے پیچھے غائب ہو گیا۔

"تو یہ لوگ زندہ بھی ہیں اور ان کنوئیں سے باہر بھی آ گئے ہیں۔ پھر تو واقعی یہ لوگ انتہائی خطرناک ہیں۔ انہیں ہلاک ہونا چاہئے ورنہ یہ تو مجھے اور میرے ساتھیوں کو بھی ہلاک کر دیں گے"...... دارپوش نے عاصم کے جانے کے بعد بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ پھر اس نے ایک نظر نیچے بیٹھے ہوئے امیر میرودم کو دیکھا اور تیزی سے اس طرف بڑھنے لگا جدھر عاصم گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک جگہ پہنچا ہی تھا کہ اس کے سارے ساتھی جن کی تعداد اس سمیت چھ تھی وہاں پہنچ گئے۔ عاصم نے ہاتھ میں ایک بڑا سا بیگ اٹھایا ہوا تھا۔

"آؤ میرے ساتھ۔ ہم نے ایسی جگہ سیٹ اپ کرنا ہے جہاں سے ان کی جیپ کے اندر گیس فائر ہو سکے"...... دارپوش نے کہا اور اس کے ساتھیوں نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔ چونکہ انہوں نے کوئی سوال نہ کیا تھا اور نہ ہی دارپوش کی بات پر کسی حیرت کا اظہار کیا تھا اس لئے اسے معلوم ہو گیا تھا کہ عاصم نے انہیں پہلے ہی تفصیل بتا دی ہے۔ پھر وہ سب اس طرف کو بڑھ گئے جدھر سے وہ سڑک آتی تھی جس سڑک پر آنے والوں کی جیپ مڑی تھی۔ دارپوش کو معلوم تھا کہ یہ سڑک ایک لمبا چکر کاٹ کر واپس ادھر ہی آئے گی۔ اس لئے وہ مطمئن تھا کہ وہ انہیں مار گرانے میں کامیاب ہو جائے گا۔ گو وہ یہ کام فائرنگ سے بھی آسانی سے کر سکتا تھا لیکن اس وقت اس

نے عاصم کو اس خیال کے تحت کہہ دیا تھا کہ فائرنگ سے امیر میروم کے عمل کو نقصان پہنچ سکتا ہے کیونکہ اس وقت اس کے ذہن میں یہی خیال تھا کہ انہیں بے ہوش کر کے ان میں سے ایک کو ہوش میں لا کر اس سے وہ سودے بازی کرے گا کہ وہ امیر میروم کو ہلاک کر دے تو وہ اسے اور اس کے ساتھیوں کو زندہ چھوڑ دے گا۔ اس طرح وہ امیر میروم سے اپنی بیٹی زوہیرا کی ہلاکت کا انتقام لے سکتا تھا لیکن اب اس نے ارادہ بدل دیا تھا کیونکہ جو لوگ اس قدر گہرے کنوئیں سے زندہ سلامت نکل سکتے تھے وہ آسانی سے اس کے ہاتھوں استعمال بھی نہ ہو سکتے تھے اور چونکہ وہ پہلے فائرنگ نہ کرنے کی بات کر چکا تھا اس لئے وہ اب بھی اس پر قائم تھا البتہ اس نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ ان کو بے ہوش کر کے ہی ان سب کی گردنیں توڑ دے گا اور امیر میروم سے انتقام لینے کا کوئی اور طریقہ سوچ گا چنانچہ وہ اپنے ساتھیوں سمیت ایسی جگہ پر چھپ گیا جہاں سے آنے والی جیپ پر وہ بے ہوش کر دینے والی گیس فائر کر سکے۔ اسے یقین تھا کہ گیس فوراً پھیل جائے گی اور جیپ میں موجود تمام افراد فوری طور پر بے ہوش ہو جائیں گے اور ظاہر ہے اس کے بعد جیپ خود بخود رک جائے گی یا الٹ جائے گی یا پھر کسی چٹان سے ٹکرا جائے گی۔ اس کے بعد ان سب بے ہوش افراد کی گردنیں توڑ کر انہیں آسانی سے ہلاک کیا جا سکے گا۔ اس لئے وہ پوری طرح مطمئن تھا۔ ان سب کی نظریں اس طرف کو لگی ہوئی تھیں جہاں سے

جیپ نے آنا تھا اور پھر تھوڑی دیر بعد انہیں موڑ کاٹ کر جیپ اپنی طرف آتی دکھائی دی تو وہ سب الرٹ ہو گئے۔ جیپ بند تھی اور اس کی رفتار خاصی تیز تھی۔

تھوڑی دیر بعد جیپ ان کے قریب پہنچی تو دارپوش نے گیس پسٹل سے اس پر فائرنگ شروع کر دی اور یکے بعد دیگرے چار کیپسول جیپ سے ٹکرا کر پھٹے اور جیپ کے گرد سفید رنگ کا دھواں پھیل گیا۔ لیکن جیپ مڑے یا الٹے بغیر اسی رفتار سے آگے بڑھتی چلی آ رہی تھی۔

"اس پر فائر کھول دو۔ فائر کھول دو"...... دارپوش نے بوکھلاہٹ بھرے لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی جیپ پر فائرنگ شروع ہو گئی اور اس کے ساتھ ہی جیپ ایک جھٹکے سے مڑی اور سائیڈ پر موجود چٹانوں سے خوفناک دھماکے سے ٹکرا کر الٹ گئی۔

"آؤ اب ان لوگوں کو ہلاک کر دیں"...... دارپوش نے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ سب چٹانوں کی اوٹ سے نکل کر نیچے اترے اور پھر الٹی ہوئی جیپ کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ انہیں یقین تھا کہ پاکیشیائی لوگ اس جیپ کے اندر بے ہوش پڑے ہوں گے اور وہ انہیں اسی حالت میں ہلاک کر دیں گے۔ جیسے چیونٹی کو ایڑی تلے کچل دیا جاتا ہے۔

"پہلے جیپ کو سیدھی کرو اور اندر موجود افراد کو باہر نکالو پھر انہیں ہلاک کیا جائے گا"...... دارپوش نے چیخ کر کہا تو اس کے

ساتھیوں نے اس کے حکم کی تعمیل شروع کر دی اور تھوڑی سی جدوجہد کے بعد جیپ کو سیدھی کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ جیپ کے دروازے بدستور بند تھے البتہ وہ قدرے ٹیڑھے ہو کر اندر کی طرف دب گئے تھے۔ ایسا شاید جیپ کے ہولناک دھماکے سے چٹانوں سے ٹکرانے کی وجہ سے ہوا تھا۔

"دروازے توڑ دو اور اندر موجود افراد کو باہر نکالو"..... وارپوش نے چیخ کر کہا تو اس کے ساتھیوں نے ایک بار پھر اس کے حکم کی تعمیل شروع کر دی۔ تھوڑی سی جدوجہد کے بعد وہ ایک دروازہ توڑ کر کھولنے میں کامیاب ہو گئے لیکن دوسرے لمحے وہ یہ دیکھ کر حیرت سے اچھل پڑے کہ جیپ خالی تھی۔ اس میں کوئی آدمی موجود نہ تھا۔ سٹیئرنگ ایک بیلٹ سے بندھا ہوا تھا اور ایکسیلیٹر کے قریب ایک بھاری پتھر پڑا ہوا تھا۔

"یہ۔ یہ کیا مطلب۔ یہ۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ بغیر ڈرائیور کے جیپ کیسے چل سکتی ہے"..... وارپوش نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں اور قدرے چیختے ہوئے کہا۔

"باس۔ کہیں یہ لوگ مافوق الفطرت تو نہیں ہیں"..... ایک ساتھی نے خوفزدہ سے لہجے میں کہا۔

"نہیں۔ نہیں۔ یہ عام لوگ ہیں۔ اگر یہ مافوق الفطرت ہوتے تو انہیں سٹیئرنگ کو باندھنے اور ایکسیلیٹر پر بھاری پتھر رکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ وہ پیچھے رک گئے ہوں گے۔ انہیں تلاش کرو اور

گولیوں سے اڑا دو"..... وارپوش نے چیختے ہوئے کہا۔

"مگر باس۔ فائرنگ سے امیر میروم کے کام میں حرج نہیں ہو گا"..... عاصم نے کہا۔

"نہیں۔ ہم وہاں سے کافی دور ہیں۔ جاؤ"..... وارپوش نے چیختے ہوئے کہا اور اس کے ساتھی تیزی سے واپس مڑے ہی تھے کہ اچانک فضا تیز فائرنگ کی آوازوں سے گونج اٹھی۔ اس کے ساتھ ہی وارپوش کے سارے ساتھی چیختے ہوئے زمین پر گرے اور چند لمحے تڑپنے کے بعد ساکت ہو گئے جبکہ وارپوش ایک لمحے کے لئے تو حیرت سے انہیں گرتے دیکھتا رہا لیکن پھر وہ کسی پہاڑی خرگوش کی طرح سائیڈ پر موجود چٹان کے پیچھے چھپنے کے لئے دوڑ پڑا۔ وہ چونکہ تربیت یافتہ آدمی تھا اس لئے وہ لاشعوری طور پر اپنے بچاؤ کے لئے بھاگ پڑا تھا لیکن جیسے ہی وہ چٹان کے قریب پہنچا، اچانک ایک سایہ سا اس پر جھپٹا اور دوسرے لمحے اسے اپنی گردن پر زوردار جھٹکا سا محسوس ہوا اور اس کے ساتھ ہی سیاہ چادر اس کے ذہن پر پھیلتی چلی گئی۔

عمران نے موڑ سے پہلے جیپ روک دی تو اس کے ساتھی جو جیپ میں موجود تھے بے اختیار چونک پڑے۔

"کیا ہوا عمران صاحب"...... عقبی سیٹ پر بیٹھے ہوئے صفدر نے کہا۔

"ہم اس موڑ کے بعد اس جگہ پہنچ جائیں گے جہاں میں نے کسی آدمی کی حرکت دیکھی تھی اور یہ آدمی امیر میروم کا بھی ہو سکتا ہے اور کوئی سیاح بھی۔ اس لئے ہم پہلے چیکنگ کریں گے، پھر آگے بڑھیں گے"...... عمران نے کہا۔

"لیکن ہم وہاں پہنچ کر بھی تو چیکنگ کر سکتے ہیں"...... صفدر نے کہا۔

"امیر میروم کے ساتھی تربیت یافتہ لوگ ہیں۔ وہ ہمارے خلاف کوئی بھی فوری اقدام کر سکتے ہیں۔ اس لئے ہمیں ہر طرح

سے محتاط رہنا ہوگا اور دوسری بات یہ کہ ہم ایسے کب تک اس وادی شاہاں میں چکراتے رہیں گے جبکہ اس دوران امیر میروم کچھ بھی کر سکتا ہے۔ اس لئے ہمیں بہرحال ٹارگٹ معلوم کرنا ہے"...... عمران نے کہا تو سب نے اس کی بات کی تائید کر دی۔

"تو اب آپ کیا چاہتے ہیں۔ یہ پہاڑیاں تو دور دور تک پھیلی ہوئی ہیں۔ ہم انہیں کہاں تلاش کریں گے اور جیسے کہ آپ نے بتایا کہ وہ تربیت یافتہ لوگ ہیں تو وہ الٹا ہمارے خلاف بھی کارروائی کر سکتے ہیں"...... صفدر نے کہا۔

"تم سب نیچے اتر کر دائیں ہاتھ والی پہاڑی پر آگے بڑھتے چلے جاؤ لیکن زیادہ دور نہیں جانا اور انتہائی محتاط رہنا۔ میں جیپ کے سٹیئرنگ کے ساتھ مخصوص انداز میں بیلٹ باندھ کر اور ایکسیلیٹر پر پتھر رکھ کر اتر جاؤں گا۔ جب جیپ دوڑتی ہوئی ان کے پاس پہنچے گی تو پھر جو کچھ ہوگا سامنے آ جائے گا"...... عمران نے کہا۔

"لیکن عمران صاحب۔ یہ کام تو موڑ کاٹ کر سڑک سیدھی ہونے پر ہی ہو سکتا ہے"...... صفدر نے کہا۔

"نہیں۔ بیلٹ کے دوسرے سرے کو دو مختلف انداز میں اس طرح باندھوں گا کہ جیپ مخصوص سپیڈ پر آتے ہی بیلٹ کے مخصوص کھچاؤ کی وجہ سے خود بخود موڑ کاٹ لے گی اور پھر موڑ مڑتے ہی بیلٹ کا وہ حصہ موڑ کا دباؤ ڈھیلا پڑتے ہی خود بخود کھل جائے گا اور پھر سٹیئرنگ سیدھا رہے گا۔ اس لئے جیپ سیدھی آگے بڑھتی چلی

جائے گی''..... عمران نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''آخر تم ہو کیا۔ ہر معاملے میں تمہیں مہارت حاصل ہے''..... تنویر نے بے ساختہ کہا۔

''سوائے ایک معاملے کے۔ جس میں تم رقیب ہو''..... عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور سب بے اختیار ہنس پڑے۔

''اب تم اسلحہ لے کر آگے چلو۔ میں یہ مہارت والا کام کرتا ہوں''..... عمران نے کہا تو سب جیپ سے نیچے اترے۔ عقبی حصے میں پڑے تھیلے اٹھا کر انہوں نے پشت پر باندھے اور پھر وہ پہاڑی چٹانوں پر چڑھتے ہوئے اوپر جانے لگے جبکہ عمران جیپ سے نیچے اترا۔ اس نے پہلے تو ایک مخصوص حجم کا پتھر تلاش کیا اور پھر اسے اٹھا کر اس نے جیپ کے اندر ایکسیلیٹر کے قریب رکھ دیا۔ پھر اس نے اپنی بیلٹ کھولی اور اسے سٹیئرنگ کے ساتھ باندھ کر اس نے اسے مخصوص انداز میں دو جگہ باندھ دیا۔ موڑ ابھی کافی دور تھا۔ اس لئے اس نے کار سٹارٹ کی اور اسے آگے بڑھا دیا۔ جیسے ہی اس نے ٹاپ گیئر بدلا اس نے پیر کے ذریعے ایک جھٹکے سے پتھر کو ایکسیلیٹر پر رکھ دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے دروازہ کھول کر نیچے چھلانگ لگا دی اور قلابازی کھا کر وہ دوڑتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ اس کے نیچے گرتے ہی جیپ کا دروازہ ایک ہلکے سے دھماکے سے دوبارہ بند ہو گیا اور عمران اب اپنی مہارت کا انجام دیکھنے کے لئے رک گیا۔ اصل مسئلہ درست اندازہ تھا اور جیپ کا موڑ کاٹنا اور پھر سیدھے ہو

کر آگے بڑھنا تھا اور پھر عمران کے لبوں پر یہ دیکھ کر ہلکی سی مسکراہٹ دوڑ گئی کہ جیپ اس کے اندازے کے مطابق درست طور پر موڑ کاٹ کر سیدھی ہوئی اور پھر ایک جھٹکے سے سیدھی دوڑتی چلی گئی۔ عمران جیپ کی طرف سے مطمئن ہو کر پہاڑی کی طرف دوڑ پڑا تا کہ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ جا ملے۔ کچھ دیر بعد وہ اوپر پہنچ گیا۔ اس کے ساتھی کچھ آگے پہنچ چکے تھے۔ لیکن وہ محتاط انداز میں آگے بڑھ رہے تھے۔ عمران کی رفتار قدرے تیز تھی اس لئے وہ جلد ہی ان کے ساتھ شامل ہو گیا۔

''عمران صاحب۔ یہاں افراد موجود ہیں۔ میری چھٹی حس کہہ رہی ہے''..... صفدر نے آہستہ سے کہا۔

''اچھا۔ صالحہ کی عدم موجودگی میں بھی تمہاری چھٹی حس کام کر رہی ہے''..... عمران نے جواب دیا تو صفدر بے اختیار مسکرا دیا اور اسی لمحے انہوں نے نیچے اور کافی آگے پہلے فائرنگ اور پھر زوردار دھماکے کی آواز سنائی دی تو وہ بے اختیار اچھل پڑے۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے اپنی رفتار بڑھا دی لیکن ایک تو پہاڑی سلسلہ تھا اور انہیں اونچی نیچی چٹانوں سے گزر کر آگے بڑھنا پڑ رہا تھا۔ پھر تھوڑی دیر بعد وہ اس جگہ پہنچ گئے جہاں نیچے دھماکہ ہوا تھا۔ تنویر، جولیا اور کیپٹن شکیل آگے تھے۔ جبکہ عمران اور صفدر پیچھے تھے کہ اچانک تنویر نے مشین گن سے فائرنگ شروع کر دی اور اس کے ساتھ ہی انسانی چیخوں کی آوازیں بھی سنائی دیں تو عمران آگے

بڑھنے کی بجائے تیزی سے نیچے اترتا چلا گیا۔ ابھی وہ نیچے پہنچا ہی تھا کہ اس نے ایک آدمی کو انتہائی تیز رفتاری سے دوڑ کر اس چٹان کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا تو عمران اس پر جھپٹ پڑا اور پلک جھپکنے میں وہ آدمی اس کے سینے سے لگ چکا تھا اور عمران نے اس کی گردن کے گرد موجود بازو کو مخصوص انداز میں جھٹکا دیا تو اس آدمی کا جسم ڈھیلا پڑتا چلا گیا۔ عمران نے یہ کارروائی اس لئے بھی کی تھی کہ کہیں تنویر اس کو بھی گولیوں سے چھلنی نہ کر دے۔ وہ کم از کم ایک آدمی کو زندہ رکھنا چاہتا تھا۔ عمران نے اسے نیچے زمین پر لٹا دیا۔ سامنے پانچ افراد سڑک پر ٹیڑھے میڑھے انداز میں مرے پڑے تھے۔ یہ پانچوں تنویر کی فائرنگ سے ہلاک ہوئے تھے۔

"انہیں اٹھا کر چٹانوں کی اوٹ میں ڈال دو۔ فائرنگ کی آوازیں سن کر یہاں کے محافظ پہنچ گئے تو خاصی مشکل پیش آئے گی"...... عمران نے جھک کر زمین پر پڑے ہوئے بے ہوش آدمی کا ناک اور منہ دونوں ہاتھوں سے بند کرتے ہوئے کہا۔ چند لمحوں بعد اس آدمی کے جسم میں حرکت کے تاثرات نمودار ہونے لگے تو عمران نے ہاتھ ہٹائے اور سیدھا کھڑا ہو گیا۔ البتہ اس نے اپنا ایک پیر اس کی گردن پر رکھا اور مخصوص انداز میں اسے دبا دیا۔ تھوڑی دیر بعد اس آدمی کی آنکھیں کھلیں اور اس نے لاشعوری طور پر اٹھنے کے لئے اپنے جسم کو سمیٹا تو عمران نے اپنے پیر کو آہستہ سے اوپر کی طرف موڑ دیا تو اس آدمی کا سمٹتا ہوا جسم ایک جھٹکے سے دوبارہ

سیدھا ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے منہ سے خرخراہٹ کی آوازیں نکلنے لگیں تو عمران نے پیر کو تھوڑا سا پیچھے کر دیا۔

"کیا نام ہے تمہارا"...... عمران نے غراتے ہوئے کہا۔

"دا۔ دا۔ داراپوش"...... اس آدمی نے رک رک کر کہا۔

"تم نے امیر میروم کو کہاں چھوڑا ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"پیر ہٹا لو۔ میں تو خود تمہارے ساتھ مل کر امیر میروم سے انتقام لینا چاہتا ہوں۔ اسی لئے تو میں نے تمہاری جیپ پر میزائل فائرنگ کرنے کی بجائے صرف بے ہوشی کی گیس فائر کرائی تھی"...... داراپوش نے رک رک کر کہا اور عمران کو اس کے لہجے میں ایسی سچائی محسوس ہوئی کہ اس نے پیر ہٹا لیا۔ داراپوش نے دونوں ہاتھ اٹھا کر پہلے اپنے گلے کو مسلا اور پھر وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ عمران نے اسے بازو سے پکڑ کر ایک جھٹکے سے اٹھا لیا۔

"وہ۔ وہ میرے ساتھیوں کی لاشیں۔ وہ کہاں گئیں۔ کیا مطلب"...... داراپوش نے انتہائی حیرت بھرے انداز میں ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

"وہ چٹانوں کی اوٹ میں ڈلوا دی گئی ہیں۔ تم بتاؤ تم کیا کہنا چاہتے ہو"...... عمران نے کہا۔

"یہ ٹھیک ہے کہ میں امیر میروم کا ساتھی ہوں۔ میں اور میرے ساتھی تربیت یافتہ لوگ ہیں۔ امیر میروم ہمیں اس قدر دولت دیتا ہے کہ ہم اسے اپنا سب کچھ سمجھتے رہے لیکن ہمارے یہاں آنے کے

بعد اس کی ایک شیطانی طاقت نے آ کر تمہارے بارے میں اسے بتایا اور پھر اس طاقت نے مجھے بتایا کہ امیر میروم نے اپنی ایک شیطانی طاقت کو میری اکلوتی بیٹی زوبیرا کا خون پینے کی اجازت دے دی اور پھر مجھے زوبیرا کی لاش بھی دکھا دی تو میرے اندر امیر میروم کے خلاف نفرت اور انتقام کا لاوا سا ابل پڑا“...... دار پوش نے کہا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے عمران کو واپس جا کر کنواں کھولنے اور اندر جھانکنے کے بارے میں بھی تفصیل بتا دی۔

”میں اس لئے گیا تھا کہ اگر تم زندہ ہو تو تمہیں اپنے ساتھ یہاں لاؤں کیونکہ تم روشنی کے لوگ ہو اور تم ہی امیر میروم سے نمٹ سکتے ہو لیکن پھر کنوئیں کو دیکھ کر میں یہی سمجھا کہ تم ہلاک ہو گئے ہو اور میں اسے دوبارہ بند کر کے واپس آ گیا۔ پھر مجھے میرے اسسٹنٹ نے بتایا کہ اس نے تمہیں اور تمہاری جیپ کو دیکھ لیا ہے“...... دار پوش نے کہا اور پھر جیپ کے دھماکے سے رکنے تک کی پوری تفصیل بتا دی۔

”امیر میروم کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے“...... عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا اور دار پوش نے اسے اس کے بارے میں تفصیل بتا دی۔

”چلو میرے ساتھ اور دکھاؤ ہمیں تاکہ اسے گولی مار کر اس خطرے کا سدباب کیا جا سکے“...... عمران نے کہا تو دار پوش بے اختیار چونک پڑا۔ اس کے چہرے پر انتہائی حیرت کے تاثرات ابھر

آئے۔

”یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ اسے گولی مار کر ختم کرو گے“...... دار پوش نے کہا۔

”ہاں۔ کیوں“...... عمران نے چونک کر پوچھا۔

”یہ کام تو میں تم سے بھی زیادہ آسانی سے کر سکتا تھا۔ تمہیں معلوم نہیں ہے کہ اسے گولی، میزائل یا راکٹ کوئی چیز لگ ہی نہیں سکتی۔ اس کی شیطانی طاقتیں اس کی حفاظت کرتی ہیں“...... دار پوش نے کہا۔

”تو پھر اس کا خاتمہ کیسے ہو گا“...... عمران نے کہا۔

”یہ بات تو تم نے سوچنی ہے۔ میں نے تو اس لئے تمہارا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا تھا کہ تم روشنی کے لوگ ہو اور تمہیں اس شیطان کے خاتمے کا کوئی نہ کوئی طریقہ آتا ہو گا“...... دار پوش نے کہا۔

”تم فکر مت کرو۔ ہمیں وہاں تک لے جاؤ۔ پھر دیکھنا کیا ہوتا ہے اس کے ساتھ“...... عمران نے اعتماد بھرے لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے“...... دار پوش نے کہا تو صفدر نے معنی خیز نظروں سے عمران کی طرف دیکھا اور عمران اس کی نظروں کا مطلب فوراً سمجھ گیا کہ صفدر پوچھ رہا تھا کہ کیا دار پوش پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔

”ٹارگٹ فکسنگ کے لئے ضروری ہے“...... عمران نے جواب

دیا۔

"جی۔ کیا کہا آپ نے"...... آگے بڑھتے ہوئے وارپوش نے مڑ کر حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"کچھ نہیں۔ تم چلو"...... عمران نے کہا اور پھر وہ سب وارپوش کی رہنمائی میں چلتے ہوئے آگے بڑھتے چلے گئے۔

"یہاں سے نیچے جو وادی ہے اس میں کنواں ہے جو بند ہے اور جسے کھولنے کے لئے امیر میروم کوشش کر رہا ہے"...... وارپوش نے کچھ ہی فاصلے پر موجود پہاڑی چوٹی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

امیر میروم منہ ہی منہ میں پڑھ پڑھ کر ہاتھ میں موجود سیاہ دانے پر پھونک مارتا اور پھر سیاہ دانا نیچے پھینک دیتا۔ وہ اس وقت دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو کر صرف اسی عمل میں مصروف تھا۔ سیاہ دانوں کا ڈھیر آہستہ آہستہ چھوٹا ہوتا جا رہا تھا اور جیسے جیسے ڈھیر چھوٹا ہوتا جا رہا تھا۔ ویسے ویسے امیر میروم کے دل میں خوشی کی لہر بڑھتی جا رہی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ ایک بار بلیک سکارب کے زندہ ہوتے ہی وہ نہ صرف پوری دنیا کا حاکم مطلق بن جائے گا بلکہ ناقابل تسخیر بھی ہوگا اور سوائے بڑے شیطان کے اور کوئی بھی اس سے طاقت میں زیادہ نہیں ہوگا۔ پڑھتے پڑھتے آخری سیاہ دانہ اس نے اٹھایا اور پھر اس پر پھونک مار کر اس نے اسے نیچے پھینک دیا۔ اس کے ساتھ ہی انتہائی خوفناک گڑگڑاہٹ کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ پھر یکلخت وادی میں گرد کا ایک بادل سا اوپر کو اٹھا لیکن اس

کی بلندی زیادہ نہ تھی۔ امیر میروم انتہائی مسرت بھرے انداز میں اس گرد کے بادل کو دیکھ رہا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ گرد کے اس بادل کے اٹھنے کا مطلب ہے کہ صدیوں سے بند کنواں کھل گیا ہے۔ اب گرد بیٹھتے ہی اس کا کام صرف اتنا رہ جائے گا کہ وہ نیچے اتر کر وہاں موجود صندوقچی کو کھول لے۔ اس صندوقچی کے کھلتے ہی بلیک سکارپ زندہ ہو جائے گا۔ اس کا مطلب تھا کہ کامیابی اب صرف دو قدم دور رہ گئی ہے۔ وہ بیٹھا یہی سب کچھ سوچتا رہا۔ گرد کا بادل آہستہ آہستہ بیٹھ گیا تو وادی کے درمیان ایک بڑے قطر کے کنوئیں کا دہانہ نظر آ رہا تھا لیکن اس کے اندر گھپ اندھیرا تھا۔ امیر میروم کچھ دیر تک خاموش بیٹھا کنوئیں کے دہانے کو دیکھتا رہا کیونکہ اسے یہی معلوم تھا کہ کنواں صدیوں سے بند تھا اس لئے اس کے اندر لامحالہ انتہائی زہریلی گیس موجود ہوگی۔ لیکن اسے یہ بھی معلوم تھا کہ کنوئیں کا دہانہ چونکہ کافی چوڑا تھا۔ اس لئے جلد ہی یہ گیس نکل جائے گی۔ کچھ دیر بعد وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور تیز تیز چلتا ہوا چٹان کے پیچھے سے نکل کر نیچے وادی کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اسے معلوم تھا کہ اس کے پاکیشیائی دشمن سرنگ والے کنوئیں میں گر کر ہلاک ہو چکے ہیں اور اس کے اپنے آدمی پہاڑیوں پر موجود ہیں۔ اس لئے اب اسے کسی طرف سے بھی کسی قسم کا کوئی خطرہ نہ تھا۔ وادی میں اتر کر وہ کنوئیں کے دہانے پر پہنچ کر رکا اور پھر اس نے کنارے سے نیچے جھانکا لیکن نیچے گھپ اندھیرا تھا اور کنوئیں کی گہرائی کا بھی

پتہ نہ چلتا تھا۔ امیر میروم سیدھا ہوا اور اس نے آنکھیں بند کر کے کچھ پڑھنا شروع کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں پیوست کر کے انہیں مخصوص انداز میں ایک دوسرے کے ساتھ رگڑنا شروع کر دیا۔

"مجاگو حاضر ہے آقا"...... اچانک ایک باریک سی آواز اسے سنائی دی تو اس نے آنکھیں کھول دیں۔ اس کے ساتھ ہی اس نے ہاتھ ایک دوسرے سے علیحدہ کر لئے۔ اس کے پہلو میں ایک دبلا پتلا سا آدمی کھڑا تھا لیکن اس کا سر اس کے جسم سے زیادہ بڑا تھا۔ یوں لگتا تھا کہ جیسے تیلے پر کسی نے بڑا سا تربوز رکھ دیا ہو۔

"مجاگو۔ میں نے تمہیں اس لئے بلایا ہے کہ تم مجھے فوراً کنوئیں کی تہہ میں پہنچا دو اور پھر جب میں حکم دوں تو مجھے فوراً باہر نکال لو"...... امیر میروم نے کہا۔

"حکم کی تعمیل ہوگی آقا"...... اس بڑے سر والے دبلے پتلے آدمی نے باریک سی آواز میں کہا۔

"کرو تعمیل فوراً"...... امیر میروم نے کہا۔

"آنکھیں بند کریں آقا"...... مجاگو نے کہا اور امیر میروم نے آنکھیں بند کیں تو اسے محسوس ہوا جیسے اس کا وزن یکلخت غائب ہو گیا ہو اور وہ کسی پتنگ کی طرح ہوا میں اڑ رہا ہو۔ اس کے قدموں کے نیچے سے زمین غائب ہو چکی تھی لیکن تھوڑی سی دیر بعد ایک بار پھر اسے قدموں کے نیچے زمین کا احساس ہوا۔

"آنکھیں کھول دیں آقا"...... مجاگو کی آواز سنائی دی تو امیر میروم نے آنکھیں کھول دیں لیکن وہاں گھپ اندھیرا تھا۔ اسے کچھ بھی نظر نہ آ رہا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ اندھا ہو گیا ہو۔

"مجاگو۔ مجھے تو کچھ نظر نہیں آ رہا"...... امیر میروم نے پریشان سے لہجے میں کہا۔

"آقا۔ میں تمہاری آنکھوں پر بلی کی آنکھوں کی پتلیاں لگا دیتا ہوں۔ پھر تمہیں اس اندھیرے میں بھی سب کچھ نظر آنے لگ جائے گا۔ آنکھیں بند کرو"...... مجاگو کی آواز سنائی دی تو امیر میروم نے ایک بار پھر آنکھیں بند کر لیں۔ دوسرے لمحے اسے احساس ہوا جیسے اس کی دونوں آنکھوں پر کوئی پردہ سا چھا گیا ہو۔

"آنکھیں کھول دو"...... مجاگو نے کہا تو امیر میروم نے آنکھیں کھول دیں اور اس کے ساتھ ہی وہ بے اختیار اچھل پڑا کیونکہ اب اندھیرے کے احساس کے باوجود اسے سب کچھ اس طرح واضح طور پر نظر آ رہا تھا جیسے دن کے اجالے میں نظر آتا ہے۔

"میں جا رہا ہوں آقا۔ جب تم نے واپس باہر جانا ہو تو مجھے بلا لینا۔ یہاں میں زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتا"...... مجاگو کی آواز سنائی دی اور پھر خاموشی طاری ہو گئی۔ امیر میروم نے اب کنوئیں کی تہہ کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ وہ کنوئیں کی ایک دیوار کے ساتھ لگا کھڑا تھا۔ اس کی نظریں کنوئیں کے درمیان تھوڑے سے اونچے چبوترے پر جم گئیں جہاں سیاہ رنگ کی ایک چھوٹی سی صندوقچی پڑی ہوئی تھی

اور امیر میروم یکلخت انتہائی خوشی کے انداز میں اچھل پڑا۔ بلیک سکارب سامنے موجود تھا اور اب صرف اس نے اسے کھولنا تھا اور بلیک سکارب نے زندہ ہو جانا تھا۔ وہ تیزی سے آگے بڑھا۔ اس نے چبوترے کے قریب پہنچ کر ہاتھ بڑھائے اور صندوقچی کو اٹھانے لگا لیکن جیسے ہی اس کے ہاتھ صندوقچی کے قریب گئے اسے ایک زوردار جھٹکا لگا اور وہ اچھل کر پشت کے بل زمین پر جا گرا۔ اس کے منہ سے بے اختیار چیخ نکل گئی۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے گرنے کی وجہ سے اس کے جسم کی ہڈیاں ٹوٹ گئی ہوں۔ اس کے پورے جسم میں درد کی تیز لہریں سی دوڑنے لگ گئی تھیں۔ وہ کراہتے ہوئے اٹھا اور پھر سنبھل کر کھڑا ہو گیا۔

"مجاگو حاضر ہو"...... امیر میروم نے یکلخت چیختے ہوئے کہا۔

"میں حاضر ہوں آقا۔ جلدی بولو۔ اس بار میں زیادہ دیر نہیں رک سکتا"...... ایک سائیڈ پر نمودار ہونے والے تربوز نما سر والے آدمی نے کہا۔

"کیوں۔ یہاں کیا ہے"...... امیر میروم نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

"آقا۔ یہاں روشنی کی کسی بڑی شخصیت کا اثر موجود ہے اور میں یہاں زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتا"...... مجاگو نے جواب دیا۔

"یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ میں یہ صندوقچی اٹھانا چاہتا ہوں لیکن جیسے ہی میں قریب گیا ہوں مجھے کسی طاقت نے اٹھا کر

پشت کے بل دور پھینک دیا ہے۔ ایسا کیوں ہو رہا ہے۔ جلدی جواب دو"...... امیر میروم نے چیختے ہوئے کہا۔

"آقا۔ اس صندوقچی پر قدیم دور کی روشنی کی کسی بہت بڑی شخصیت کی مہر لگی ہوئی ہے۔ تم نہ اس مہر کو توڑ سکتے ہو اور نہ ہی اس صندوقچی کو کھول سکتے ہو"...... مجاگو نے جواب دیا تو امیر میروم بے اختیار اچھل پڑا۔

"اوہ۔ اوہ پھر۔ پھر میں کیا کروں۔ میں نے تو ہر حالت میں اسے کھولنا ہے"...... امیر میروم نے تیز لہجے میں کہا۔

"اسے کوئی روشنی کی شخصیت ہی کھول سکتی ہے۔ تم ایسے کسی آدمی کو یہاں بلا لو۔ وہ اسے اٹھا کر کھول دے گا"...... مجاگو نے کہا۔

"میرا روشنی کی شخصیتوں سے تو کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں تو شیطان کا پیروکار ہوں"...... امیر میروم نے بے چارگی سے پر لہجے میں کہا۔

"آقا۔ یہ کام ذہانت سے ہی کیا جا سکتا ہے۔ مصر میں ایک آدمی ہے حاتم شیری۔ وہ روشنی کی شخصیت کے گھر میں پیدا ہوا تھا۔ مگر اب اس کے دل و دماغ پر دنیاوی آسائشوں کا لالچ سوار ہے۔ وہ آپ کا کام آسانی سے کر سکتا ہے۔ اگر آپ حکم دیں تو میں اسے یہاں لے آؤں"...... مجاگو نے کہا۔

"ہاں۔ لے آؤ۔ لیکن دیر نہ کرنا۔ یہاں میرا اپنا دل بھی گھبرا رہا ہے۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے میں کسی نادیدہ رسیوں سے

باندھا جا رہا ہوں"...... امیر میروم نے کہا۔

"میں اسے چند لمحوں میں یہاں لے آؤں گا اور اس کے ذہن کو آپ کے قابو میں بھی کر دوں گا تاکہ وہ آپ کے حکم سے انکار نہ کر سکے"...... مجاگو نے کہا۔

"جاؤ اور لے آؤ اسے"...... امیر میروم نے کہا تو مجاگو غائب ہو گیا۔ پھر تقریباً چند منٹ بعد ہی امیر میروم یہ دیکھ کر اچھل پڑا کہ مجاگو اور اس کے ساتھ ایک آدمی کھڑا ہوا تھا جس نے قدیم دور جیسا قرغل سا پہنا ہوا تھا۔ سر پر چہار گوشیہ ٹوپی تھی۔

"یہ۔ یہ میں کہاں آ گیا ہوں۔ اور آپ کون ہیں"...... اس آدمی نے امیر میروم کو دیکھ کر چونکتے ہوئے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"کیا تمہیں پہلے کچھ نہیں بتایا گیا"...... امیر میروم نے کہا۔

"ہاں۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ آپ مجھے کثیر دولت دے سکتے ہیں"...... اس آدمی نے کہا۔

"ہاں۔ میرا وعدہ ہے کہ تمہیں دنیا کا سب سے دولتمند آدمی بنا دوں گا۔ قارون سے بھی زیادہ دولتمند"...... امیر میروم نے کہا۔

"تو حکم کرو آقا"...... اس آدمی نے انتہائی مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"سامنے چبوترے پر جو صندوقچی پڑی ہے۔ اسے اٹھاؤ اور پھر اسے کھول کر مجھے دے دو۔ بس اتنا سا کام ہے"...... امیر میروم نے

کہا۔

"وہ حکم کی تعمیل ہوگی آقا"..... اس آدمی نے کہا اور تیزی سے چبوترے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے دونوں ہاتھ بڑھائے اور پھر صندوقچی کو اٹھا لیا۔ صندوقچی کو اٹھتے دیکھ کر امیر میروم کے چہرے پر یکلخت کامیابی اور اطمینان کے تاثرات ابھر آئے۔

"اب اسے کھول دو"..... امیر میروم نے کہا۔

"اچھا آقا۔ حکم کی تعمیل ہوگی"..... اس آدمی نے کہا اور صندوقچی کھولنے میں مصروف ہو گیا لیکن صندوقچی کسی طرح اس سے کھل نہ رہی تھی۔

"اوہ۔ اوہ اس پر تو مہر لگی ہوئی ہے۔ جب تک یہ مہر نہ توڑی جائے اس وقت تک تو یہ کھل ہی نہیں سکتی"..... حاتم شیری نے یکلخت صندوقچی کے اوپر ایک ابھری ہوئی مہر کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تو توڑ دو اسے۔ جلدی کرو"..... امیر میروم نے کہا۔

"یہ تو کوئی انتہائی سخت چیز ہے۔ اسے کاٹنا پڑے گا لیکن اس صندوقچی میں ہے کیا"..... حاتم شیری نے کہا۔

"تم اسے کھولو۔ یہ مت پوچھو کہ اس کے اندر کیا ہے"..... حاتم شیری نے کہا۔

"تم بتاؤ گے تو مجھے معلوم ہوگا کہ اسے کس طرح کھولنا ہے"..... حاتم شیری نے کہا۔

"اس میں پوری دنیا کا سب سے بڑا خزانہ ہے۔ اس کے کھلتے ہی میں یہ خزانہ پا لوں گا۔ تم اسے کھولو"..... امیر میروم نے کہا۔

"خزانہ۔ اس چھوٹی سی صندوقچی میں۔ اوہ اچھا۔ میں سمجھ گیا۔ اس میں کسی مدفون شاہی خزانے کا نقشہ ہے۔ اوہ۔ پھر تو یہ بے حد قیمتی ہے"..... حاتم شیری نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے اپنی کمر سے بندھے ہوئے پٹکے میں اڑسا ہوا ایک خنجر نکالا اور دوسرے لمحے کمرہ امیر میروم کے حلق سے نکلنے والی انتہائی کربناک چیخ سے گونج اٹھا۔ وہ پشت کے بل فرش پر گرا اور ذبح ہونے والی بکری کی طرح تڑپنے لگا کیونکہ اس حاتم شیری نے بجلی سے بھی زیادہ تیز رفتاری سے خنجر دستے تک اس کے دل میں اتار دیا تھا۔

"ہا۔ ہا۔ اب میں اس خزانے کا اکلوتا مالک بن جاؤں گا۔ ہا۔ ہا۔ ہا"..... حاتم شیری نے ہذیانی انداز میں قہقہہ لگاتے ہوئے کہا جبکہ امیر میروم یکلخت جھٹکا کھا کر ساکت ہو گیا اور عین اسی لمحے کوئی سایہ سا حاتم شیری پر جھپٹا اور دوسرے لمحے حاتم شیری بھی چیختا ہوا نیچے گرا اور بالکل اسی طرح تڑپنے لگا جیسے پہلے امیر میروم تڑپ رہا تھا۔

"مجھے ایک لمحے کی تاخیر ہو گئی ہے مگر میں نے تم سے آقا کا انتقام لے لیا ہے حاتم شیری۔ میں نے تم سے انتقام لے لیا ہے۔ سن لو میرا نام نجاگو ہے۔ میں نے تم سے آقا کا انتقام لے لیا ہے"..... ایک چیختی ہوئی سی آواز سنائی دی اور پھر خاموشی طاری ہو

گئی۔ اب اس گہرے کنوئیں میں ایک طرف امیر میروم کی لاش اور دوسری طرف حاتم شیری کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ اس کا نرخرہ اس طرح ادھیڑ دیا گیا تھا جیسے کسی شکاری خونخوار جانور نے اپنا پنجہ اس کے گلے پر مار دیا ہو اور ان دونوں کے درمیان وہی صندوقچی پڑی ہوئی تھی لیکن کوئی اسے اٹھانے والا نہیں تھا۔

عمران اپنے ساتھیوں اور دار پوش کے ساتھ جب اس پہاڑی پر پہنچا جہاں نیچے وادی میں وہ کنواں موجود تھا جہاں سے امیر میروم نے بلیک سکارب کو زندہ کرنے کے لئے صندوقچی نکالنا تھی۔ وہ یہ دیکھ کر بے اختیار اچھل پڑا کہ وہاں نیچے واقعی ایک کنوئیں کا کھلا سا دہانہ موجود تھا۔

"اوہ۔ اوہ کہیں وہ امیر میروم صندوقچی نکالنے میں کامیاب تو نہیں ہو گیا"...... عمران نے تیز لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ دوڑتا ہوا نیچے اتر کر کنوئیں کے دہانے پر پہنچ گیا۔ اس کے ساتھی بھی اس کے پیچھے تھے۔ عمران نے کنوئیں میں جھانک کر دیکھا۔ کنواں بے حد گہرا تھا اور اس میں سوائے گھپ اندھیرے کے اور کچھ نظر نہ آ رہا تھا۔

"امیر میروم۔ امیر میروم"...... عمران نے چیختے ہوئے کہا۔ اس

کی آواز کنوئیں میں گونج اٹھی لیکن اس کی پکار کا کوئی جواب نہ دیا گیا۔

"کیا تمہیں یقین ہے کہ یہ وہی کنواں ہے"..... عمران نے سیدھے ہو کر ساتھ کھڑے دار پوش سے کہا۔

"کنواں تو میرے سامنے نمودار نہیں ہوا تھا لیکن یہ وادی وہی ہے"..... دار پوش نے جواب دیا۔

"صفدر تمہارے بیگ میں رسی کا وہ گچھا موجود ہے جس کی مدد سے ہم نیچے اتر سکتے ہیں۔ نکالو اسے۔ اور ساتھ ہی ایک طاقتور ٹارچ بھی نکال لو"..... عمران نے کہا تو صفدر نے اپنی پشت پر بندھا ہوا بیگ اتارا۔ اسے کھول کر اس میں سے نائیلون کی مضبوط لیکن باریک رسی کا ایک بڑا سا بنڈل نکالا اور اسے کھولنا شروع کر دیا۔ اس میں جگہ جگہ گانٹھیں لگی ہوئی تھیں۔ عمران نے صفدر کی مدد کی اور پھر عمران کے کہنے پر کیپٹن شکیل اور تنویر نے رسی کا ایک سرا ایک مضبوط چٹان کے گرد انتہائی مضبوطی سے باندھ دیا اور عمران نے رسی کا وہ بنڈل اٹھایا اور اسے کنوئیں میں پھینک دیا۔

"کنوئیں کے اندر زہریلی گیس نہ ہو"..... جولیا نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

"نہیں۔ یہ کافی دیر سے کھلا ہوا ہے"..... عمران نے کہا۔

"عمران صاحب۔ میرے خیال ہے کہ ہمارے یہاں پہنچنے تک وہ امیر میروم صندوقچی نکال کر یہاں سے نکل گیا ہے"..... صفدر نے

کہا۔

"نہیں۔ امیر میروم کو یہاں سے واپس جانے کا راستہ معلوم نہیں ہے۔ وہ میرے یا میرے کسی ساتھی کے بغیر باہر نہیں جا سکتا اور میرے ساتھی تو ہلاک ہو چکے ہیں اور میں تو آپ کے ساتھ یہاں آیا ہوں"..... دار پوش نے کہا۔

"نیچے جا کر اصل صورتحال معلوم ہو گی"..... عمران نے کہا اور صفدر کے ہاتھ سے طاقتور ٹارچ لے کر اس نے اسے جیب میں ڈال لیا۔

"عمران صاحب۔ اس رسی کی مدد سے آپ نیچے تو جا سکتے ہیں لیکن بلندی زیادہ ہونے کی وجہ سے اوپر نہیں آ سکتے۔ اس لئے آپ ہُکر گن ہی استعمال کریں تو بہتر ہے"..... کیپٹن شکیل نے تجویز پیش کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ تمہاری بات درست ہے۔ نجانے یہ کنواں کتنا گہرا ہے۔ یہ بھی صفدر کے بیگ میں ہے"..... عمران نے کہا اور صفدر نے ہُکر گن نکال کر عمران کی طرف بڑھا دی۔ عمران نے اسے بازو سے لٹکایا اور پھر رسی کی مدد سے کنوئیں کی تہہ کی طرف اترتا چلا گیا۔ جیسے جیسے وہ نیچے جاتا رہا اندھیرا بڑھتا چلا جا رہا تھا البتہ کنوئیں میں ناگوار بو موجود نہ تھی۔ مسلسل نیچے اترنے کے بعد عمران اب گھپ اندھیرے میں تھا۔ اسے کچھ نظر نہ آ رہا تھا لیکن وہ بہرحال رسی میں لگی ہوئی گانٹھوں کو پکڑے نیچے اترتا چلا گیا اور پھر کافی دیر بعد اس

کے پیر تحت زمین سے ٹکرائے تو اس نے بے اختیار اطمینان بھرا طویل سانس لیا۔ اس نے اپنے قدم زمین پر جمائے اور پھر جیب سے طاقتور ٹارچ نکال کر اس نے اسے جلایا تو کنوئیں کی تہہ میں تیز روشنی پھیل گئی اور اس کے ساتھ ہی عمران بے اختیار اچھل پڑا کیونکہ وہاں دو لاشیں پڑی ہوئی تھیں جن کے درمیان کالے رنگ کی ایک صندوقچی بھی موجود تھی۔ کنوئیں کے درمیان میں ایک چبوترا سا تھا جو خالی تھا۔ عمران تیزی سے آگے بڑھا اور اس نے صندوقچی اٹھا لی۔ صندوقچی بند تھی۔ عمران سمجھ گیا کہ یہ وہی صندوقچی ہے جسے امیر میروم حاصل کرنا چاہتا تھا۔ لیکن اس کے لئے ضروری تھا کہ پہلے ساری بات کی تسلی کر لی جائے کہ کنوئیں میں موجود دونوں لاشوں میں سے ایک لاش امیر میروم کی ہی ہے۔ کیونکہ یہ بھی تو ہو سکتا تھا کہ یہ کوئی اور کنواں ہو اور یہ کوئی اور صندوقچی ہو۔ وہ چونکہ امیر میروم کو نہیں پہچانتا تھا اس لئے اس نے بہتر یہی سمجھا کہ وارپوش کو نیچے بلایا جائے۔

"وارپوش کو نیچے بھیجو"..... عمران نے کنوئیں کے دہانے کی طرف منہ کر کے پوری قوت سے چیخ کر کہا۔

"کیا ہے نیچے۔ کچھ بتاؤ تو سہی"..... اوپر سے جولیا کی باریک سی چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔

"یہاں دو لاشیں پڑی ہوئی ہیں۔ ان میں شاید ایک امیر میروم کی ہے۔ وارپوش کو نیچے بھیجو تاکہ وہ چیک کر سکے"..... عمران نے

پہلے کی طرح چیخ کر کہا۔ اس کی آواز کافی دیر تک کنوئیں میں گونجتی رہی۔

"بھیج رہے ہیں"..... اوپر سے صفدر کی چیختی ہوئی آواز سنائی دی اور پھر تھوڑی دیر بعد ایک ہیولہ سا رسی کے ذریعے نیچے اترتا دکھائی دیا۔ اس کا قد وقامت دیکھ کر عمران سمجھ گیا کہ نیچے آنے والا وارپوش ہی ہے۔ ویسے وارپوش چونکہ تربیت یافتہ آدمی تھا اس لئے وہ بھی خاصی تیز رفتاری سے درست طور پر نیچے اتر رہا تھا۔ عمران کو معلوم تھا کہ اس ٹاپ کی رسی سے نیچے اترنا یا اوپر چڑھنا عام آدمی کے بس میں نہیں ہوتا۔ اگر وارپوش عام آدمی ہوتا تو عمران اسے اس طرح نیچے بھیجنے کا نہ کہتا۔ تھوڑی دیر بعد وارپوش تہہ میں پہنچ چکا تھا۔

"ان میں سے کون امیر میروم ہے۔ دیکھو"..... عمران نے باری باری دونوں لاشوں پر ٹارچ کی تیز اور طاقتور روشنی ڈالتے ہوئے کہا۔

"یہ۔ یہ لاش امیر میروم کی ہے لیکن یہ مر کیسے گیا یہ تو خود شیطان تھا۔ اس کے پاس تو ہزاروں طاقتور شیطانی طاقتیں تھیں اور یہ۔ یہ تو حاتم شیری ہے۔ مصر کی ایک بڑی مذہبی شخصیت کا بیٹا۔ یہ یہاں کیسے آ گیا۔ اس کا امیر میروم سے کیا تعلق"..... وارپوش نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"امیر میروم کے دل میں خنجر اتارا گیا ہے جبکہ اس حاتم شیری کا نرخرہ ادھیڑ دیا گیا ہے اور امیر میروم کی لاش کی حالت بتا رہی ہے کہ

یہ اس حاتم شیری سے پہلے مرا ہے۔ کچھ دیر پہلے"..... عمران نے کہا۔

"لیکن یہ سب کچھ ہوا کیسے۔ میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آ رہا"..... دارپوش نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"میرا اندازہ ہے کہ امیر میروم چونکہ خود شیطان کا پیروکار تھا اس لئے وہ اس صندوقچی کو جو کہ قدیم دور کی روشنی کی کسی بہت بڑی شخصیت کی ہے، اٹھا نہ سکتا تھا اس لئے اس نے اس دوسرے آدمی کو یہاں بلا لیا اور پھر اس دوسرے آدمی نے کسی وجہ سے امیر میروم کے سینے میں خنجر اتار دیا لیکن پھر شاید کوئی درندہ اس دوسرے آدمی پر جھپٹ پڑا اور اس کا نرخرہ ادھیڑ دیا"..... عمران نے کہا۔

"لیکن یہ حاتم شیری تو ہمارے ساتھ یہاں نہیں آیا تھا۔ ہاں، یہ ہو سکتا ہے کہ امیر میروم کی کوئی شیطانی طاقت اسے پلک جھپکنے میں یہاں لے آئی ہو۔ بہرحال میرا انتقام پورا ہو گیا ہے۔ میری بیٹی کا قاتل خود ہلاک ہو گیا جیسے بھی ہوا ہے بہرحال ہو گیا ہے"..... دارپوش نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"ہمیں یہ دونوں لاشیں باہر لے جانا ہوں گی"..... عمران نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد کہا۔

"کیا ضرورت ہے۔ یہیں پڑی رہیں ورنہ یہاں کی عوام ہمیں نہیں چھوڑے گی۔ یہ حاتم شیری مصر کی بہت بڑی شخصیت کا بیٹا تھا اور امیر میروم بھی کم نہیں تھا"..... دارپوش نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ کیا تم ہینگر گن کی مدد سے کنوئیں سے باہر جا سکو گے"..... عمران نے کہا۔

"جی ہاں۔ مجھے اس کی پریکٹس ہے"..... دارپوش نے کہا تو عمران نے کاندھے سے لٹکی ہوئی گن اتار کر اسے دے دی۔

"پہلے اوپر میرے ساتھیوں کو الرٹ کر دو"..... عمران نے کہا تو دارپوش نے چیخ کر انہیں بائیں طرف ہٹ جانے کا کہا اور پھر اس نے ہینگر گن کا رخ دائیں طرف کر کے ٹریگر دبا دیا۔ اس کے ہاتھ کو ایک زوردار جھٹکا لگا لیکن اس نے گن کو مضبوطی سے پکڑے رکھا۔ اس گن کے سرے پر موجود فولادی آنکڑہ چند لمحوں بعد سیدھا کنوئیں کی منڈیر سے باہر جا کر غائب ہو گیا۔ پھر جیسے ہی رسی کو جھٹکا لگا تو دارپوش نے گن کو مخصوص انداز میں جھٹکا دے کر اس کے مضبوط ہونے کو چیک کیا۔

"میں اسے اوپر سے نیچے پھینک دوں گا۔ پھر آپ اوپر آ جائیں"..... دارپوش نے عمران سے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ دوسرے لمحے دارپوش نے ہینگر گن کا ایک مخصوص ٹریگر دبایا تو اس کا جسم ایک جھٹکے سے اوپر کو اٹھا۔ دارپوش اپنے جسم کو مخصوص انداز میں موڑے اور دونوں ٹانگوں کو قوس کی صورت میں خم دیئے ہوئے تیزی سے کنوئیں کی منڈیر کی طرف بڑھتا چلا گیا اور تھوڑی دیر بعد وہ کنوئیں کی منڈیر سے باہر جا کر عمران کی نظروں سے غائب ہو گیا۔

”عمران صاحب۔ میں چنگیزی گن کو نیچے پھینک رہا ہوں“......

تھوڑی دیر بعد صفدر کی آواز سنائی دی۔

”نیچے مت پھینکو۔ یہ ٹوٹ بھی سکتی ہے۔ رسی کو کھینچ کر اس کے سرے سے باندھ کر نیچے پھینکو اور ساتھ ہی عام سی رسی کا ایک بنڈل بھی باندھ دینا“...... عمران نے اونچی آواز میں کہا۔

”ٹھیک ہے عمران صاحب“...... صفدر کی آواز سنائی دی۔ پھر سامنے لٹکی ہوئی گانٹھ دار رسی اوپر کھنچتی دکھائی دی۔ عمران صندوقچی اٹھائے کنوئیں کی تہہ میں دو لاشوں کے درمیان خاموش کھڑا تھا۔

وادی شاہاں سے تقریباً تین کلومیٹر کے فاصلے پر ایک شہر قندوز تھا۔ یہ چھوٹا سا شہر تھا لیکن یہاں بہترین ہوٹلوں اور کلبوں کی خاصی کثیر تعداد موجود تھی۔ کیونکہ وادی شاہاں کو دیکھنے آنے والے تمام غیر ملکی سیاح یہاں قندوز میں ہی ٹھہرتے تھے اور چونکہ غیر ملکی سیاحوں کے لئے وادی شاہاں میں بے حد کشش تھی اس لئے تقریباً سارا سال ہی سیاح یہاں آتے رہتے تھے اور ان کا قیام انہی ہوٹلوں اور کلبوں میں ہوتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ یہاں خاصی تعداد میں بڑے بڑے ہوٹل اور کلب موجود تھے لیکن موجودہ موسم ایسا تھا کہ اس موسم میں سیاح کم ہی وادی شاہاں کا رخ کرتے تھے۔ اس لئے آج کل یہ ہوٹل بھی ویران سے رہتے تھے۔ ان میں سے ایک ہوٹل کا نام کارنیشن تھا۔ یہ شاندار ہوٹل سیاحوں کے لئے بے حد پرکشش تھا کیونکہ اس ہوٹل کے اندر پورے ماحول کو اس انداز میں بنایا گیا تھا

کہ ہوٹل میں آنے والا اپنے آپ کو مصر کے قدیم دور میں سانس لیتا محسوس کرتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس ہوٹل کی شہرت صرف مصر میں ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں پھیلی ہوئی تھی۔ اس ہوٹل کا مالک ایک ادھیڑ عمر شخص تھا جس کا نام گوہرہ گارشین تھا اور اس نے اپنے نام پر ہی اس ہوٹل کا نام رکھا تھا۔ وہ خاندانی طور پر رئیس آدمی تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ خاصا پڑھا لکھا آدمی تھا۔ اس نے مصر کی قدیم تاریخ پر ریسرچ کی تھی اور نہ صرف مصر بلکہ گریٹ لینڈ کی ایک مشہور یونیورسٹی سے بھی اس نے قدیم مصر کی تاریخ پر ڈاکٹریٹ کی ہوئی تھی۔ اس لئے اسے ڈاکٹر گارشین کہا جاتا تھا اور یہی وجہ تھی کہ اس ہوٹل گارشین کو اس نے بڑی کثیر رقم خرچ کر کے اس انداز میں سجایا تھا کہ لوگ حیرت سے پاگل ہو جاتے تھے اور اس ہوٹل کی آمدنی نے اسے رئیس اعظم بنا دیا تھا لیکن دولت کی فراوانی نے اس کے اندر دولت سمیٹنے کی جنون کی حد تک ہوس پیدا کر دی تھی۔ وہ ہوٹل میں نہ رہتا تھا بلکہ اس نے اپنے لئے ایک شاندار کوٹھی تعمیر کروائی تھی جہاں وہ اپنے ملازموں اور دربانوں کی ایک فوج کے ساتھ رہتا تھا البتہ یہ بات حیران کن تھی کہ رہائش گاہ انتہائی جدید انداز کی تھی۔ ڈاکٹر گارشین کا کہنا تھا کہ اس کا تعلق قدیم مصر کے بادشاہوں سے ہے۔ اس لئے اس کے اندر شاہی خون دوڑ رہا ہے اور اسے حق حاصل ہے کہ پورے مصر پر اس کی حکومت ہو لیکن یہ صرف اس کا خیال تھا ورنہ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ موجودہ دور میں

ایسا ہونا ناممکن ہے۔ یقیناً وہ اپنی رہائش گاہ میں کسی بادشاہ کے سے انداز میں رہتا تھا۔ اس وقت بھی وہ اپنے مخصوص کمرے میں بیٹھا قدیم مصر پر ایک کتاب پڑھنے میں مصروف تھا کہ اچانک کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک لمبے قد اور دبلے پتلے جسم کا مالک آدمی اندر داخل ہوا۔ اسے دیکھ کر ڈاکٹر گارشین بے اختیار چونک پڑا۔

”تم۔ نادر تم اور بغیر اطلاع کئے۔ کیا مطلب“..... ڈاکٹر گارشین نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ آنے والے کا نام نادر تھا اور وہ ڈاکٹر گارشین کا دوست تھا۔ وہ دونوں اکثر ایک دوسرے سے ملتے رہتے تھے۔ وہ مصر کے دارالحکومت القرہ میں رہتا تھا۔

”چونکہ تم نے اپنے ملازموں کو کہہ رکھا ہے کہ مجھے اندر آنے سے نہ روکا جائے۔ اس لئے میں بغیر کسی رکاوٹ کے یہاں تک پہنچ گیا ہوں“..... آنے والے نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ تم میرے گہرے دوست ہو۔ اس لئے تمہیں واقعی مجھ تک آنے میں کسی قسم کی رکاوٹ کا سامنا نہیں ہونا چاہئے۔ بیٹھو اور بتاؤ کیا پیو گے“..... ڈاکٹر گارشین نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

”جو مرضی آئے پلا دو۔ میں تمہارے لئے ایک بہت بڑی خوشخبری لے کر آیا ہوں“..... نادر نے مسکراتے ہوئے کہا تو ڈاکٹر گارشین بے اختیار چونک پڑا۔

”خوشخبری۔ کیسی خوشخبری۔ کیا مطلب“..... ڈاکٹر گارشین نے

چونک کر حیرت بھرے لہجے میں کہا لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے مڑ کر اپنے عقب میں موجود ریک میں سے ایک بوتل اور دو گلاس اٹھا کر میز پر رکھ دیئے۔ بوتل کھول کر اس نے آدھے آدھے دونوں گلاس بھرے اور پھر بوتل پر ڈھکن لگا کر اس نے ایک گلاس نادر کی طرف بڑھا دیا۔

"شکریہ"...... نادر نے کہا اور گلاس اٹھا کر اس نے ایک چسکی لی۔

"ہاں۔ اب بتاؤ کس خوشخبری کی بات کر رہے ہو"...... ڈاکٹر گارشین نے بھی ایک چسکی لیتے ہوئے کہا۔

"تمہاری خواہش ہے کہ تم مصر کے بادشاہ بن سکو۔ بولو ہے نا"...... نادر نے کہا۔

"ہاں۔ مگر ایسا ہونا تو ناممکن ہے۔ موجودہ دور میں اس بارے میں صرف سوچا ہی جا سکتا ہے"...... ڈاکٹر گارشین نے قدرے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اگر میں تمہیں بتاؤں کہ صرف مصر ہی نہیں بلکہ تم پوری دنیا کے حاکم بن سکتے ہو۔ مطلق العنان بادشاہ۔ تو تم کیا کہو گے"...... نادر نے کہا تو ڈاکٹر گارشین بے اختیار ہنس پڑا۔

"میں تمہیں پاگل ہی کہوں گا اور کیا کہوں گا"...... ڈاکٹر گارشین نے کہا۔

"تو پھر سنو۔ میں تمہیں مختصر طور پر بتاتا ہوں۔ کیا تم سیاہ

بھنورے یعنی بلیک سکارب کے بارے میں کچھ جانتے ہو"...... نادر نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"بلیک سکارب۔ ہاں یہ شیطان کی انتہائی خوفناک طاقتوں کا مجموعہ ہے۔ اس نے قدیم دور میں پوری دنیا میں شیطنیت کو پھیلانے کے لئے کام کیا لیکن پھر قدیم ترین دور کی ایک عظیم مذہبی شخصیت نے اس کا خاتمہ اس انداز میں کیا کہ اس کی سب سے بڑی طاقت سیاہ بھنورے مطلب ہے بلیک سکارب کو ایک صندوقچی میں بند کر کے وادی شاہاں میں کسی خفیہ کنوئیں میں بند کر دیا۔ اس طرح بلیک سکارب کی تمام طاقتیں ختم ہو گئیں۔ آج تک نہ ہی اس کنوئیں کو تلاش کیا جا سکا اور نہ ہی وہ صندوقچی ملی۔ اسے صدیاں گزر چکی ہیں۔ اب تو یہ سب باتیں صرف تاریخ کی کتابوں تک ہی محدود ہو کر رہ گئی ہیں لیکن تمہیں اس بارے میں کہاں سے علم ہوا ہے"...... ڈاکٹر گارشین نے انتہائی حیرت بھرے انداز میں جواب دیتے ہوئے پوچھا۔

"امیر میروم کو جانتے ہو تم"...... نادر نے شراب کی چسکی لیتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ بہت اچھی طرح۔ وہ شیطانی طاقتوں کا حامل آدمی ہے۔ ویسے ایک بات ہے کہ وہ قدیم ترین مصری تاریخ کا بھی ماہر ہے لیکن تم اصل بات بتاؤ۔ تم کہنا کیا چاہتے ہو"...... ڈاکٹر گارشین نے اس بار قدرے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تمہارے لئے ایک بہت اچھا موقع ہے۔ اگر تم تھوڑی سی کوشش کرو تو ساری دنیا کے مطلق العنان بادشاہ بن سکتے ہو لیکن ایک وعدہ تمہیں ابھی اور اسی وقت مجھ سے کرنا ہوگا کہ اگر تم پوری دنیا کے مطلق العنان بادشاہ بن جاؤ تو مجھے اپنا وزیراعظم بناؤ گے"...... نادر نے کہا تو ڈاکٹر گارشین کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔ وہ نادر کو ایسی نظروں سے دیکھنے لگا کہ جیسے اسے اس کے ذہنی توازن پر شک پڑ گیا ہو۔

"کیا تم واقعی سنجیدہ ہو نادر"...... ڈاکٹر گارشین نے کہا۔

"ہاں"...... نادر نے پہلے سے زیادہ سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے میرا وعدہ کہ میں تمہیں اپنا وزیراعظم بنا دوں گا"...... ڈاکٹر گارشین نے کہا لیکن اس کا لہجہ ایسا تھا جیسے وہ سنجیدہ بات کرنے کی بجائے کوئی مزاحیہ بات کر رہا ہو۔

"تو سنو۔ امیر مرحوم نے وادیٔ شاہان میں وہ وادی تلاش کر لی تھی جہاں وہ خفیہ اور بند کنواں موجود ہے جس کے اندر صدیوں سے بلیک سکارب بند ہے۔ صدیوں سے لوگ اس کنوئیں اور صندوقچی کو تلاش کرتے رہے لیکن آج تک کوئی کامیاب نہ ہو سکا اور پھر امیر مرحوم اس میں کامیاب ہو گیا۔ اس سارے نیٹ ورک کی تفصیل تو بہت طویل ہے لیکن مختصر یہ کہ امیر مرحوم ہر لحاظ سے مطمئن تھا کہ وہ اطمینان سے یہ سارا کام کر لے گا اور صندوقچی کو کھول کر بلیک سکارب کو زندہ کر لے گا اور پھر بلیک سکارب کی طاقتوں کی بنا

پر وہ پوری دنیا پر قبضہ کر لے گا۔ اس کے ساتھ پوری دنیا کے یہودی بھی مل گئے اور طے یہ پایا کہ بلیک سکارب کی طاقتوں کا استعمال پوری دنیا کے مسلمانوں کے خلاف کیا جائے گا۔ امیر مرحوم کے آباؤ اجداد چونکہ یہودی تھے اس لئے امیر مرحوم کو اس بات کے ماننے میں کوئی تردد نہیں ہوا۔ بہرحال وہ اس کنوئیں کو اوپن کرنے کے لئے کسی مخصوص طاقت کے حصول میں لگ گیا۔ دوسری طرف ایسی طاقتیں بھی تھیں جو ایسا نہیں چاہتی تھیں۔ انہیں آپ نیکی کی طاقتیں کہہ لیں۔ روشنی کی طاقتیں کہہ لیں۔ انہیں معلوم ہو گیا تھا کہ اگر بلیک سکارب صدیوں بعد زندہ ہو گیا تو پوری دنیا کے مسلمانوں کے لئے خطرہ بن جائے گا۔ ان طاقتوں کا نمائندہ امیر کاروق تھا۔

آپ جانتے ہیں امیر کاروق کو"...... نادر نے بات کرتے کرتے سوالیہ لہجے میں کہا۔

"وہ تو مر چکا ہے شاید"...... ڈاکٹر گارشین نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ لیکن وہ بے حد سمجھدار آدمی تھا۔ اسے معلوم تھا کہ امیر مرحوم کو صرف نیکی کی کوئی طاقت نہ روک سکے گی۔ اس کے لئے ایسا آدمی چاہئے تھا جو بیک وقت روشنی کا نمائندہ بھی ہو اور ساتھ ہی دنیاوی طور پر بھی بے حد تجربہ کار اور سمجھا ہوا ہو۔ چنانچہ اس کی نظریں پاکیشیا میں رہنے والے ایک نوجوان علی عمران پر پڑیں۔ اس نے اس کام کے لئے علی عمران کا انتخاب کر لیا۔ لیکن اسے یہ بھی

معلوم تھا کہ علی عمران اس کام میں اس وقت تک دلچسپی نہیں لے گا جب تک کہ کسی خاص انداز میں اسے اس کام میں دلچسپی لینے پر مجبور نہ کیا جائے۔ چنانچہ اس نے شہر آرزوق میں رہنے والے امیر اعطاف کی بیٹی عبریشہ کا انتخاب کیا اور پھر عبریشہ اس کی ہدایت پر پاکیشیا گئی۔ وہاں ایک ڈرامہ کھیلا گیا۔ اس ڈرامے کی وجہ سے عمران اس میں دلچسپی لینے لگا۔ امیر کازوق کا آخری وقت قریب آ گیا تھا۔ اس لئے اس نے اپنی تمام صلاحیتیں امیر اعطاف کو عطا کر دیں اور خود فوت ہو گیا۔ عمران اس بلیک سکارب کے پیچھے مصر پہنچ گیا۔ وہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لئے کام کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ایک عورت اور تین مرد جن کا تعلق بھی شاید پاکیشیا سیکرٹ سروس سے ہے، یہاں پہنچ گئے۔ مختصر یہ کہ ان کے خلاف یہاں جسے بھی لایا گیا انہوں نے اس کا خاتمہ کر دیا۔ ادھر امیر میروم نے وہ کنواں اوپن کر لیا اور صندوقچی بھی پا لی۔ لیکن چونکہ وہ اس صندوقچی کو ہاتھ نہ لگا سکتا تھا۔ اس لئے اس کی مخصوص طاقت مجاگو نے اسے حاتم شیری کو لانے کا مشورہ دیا۔ آپ کو بھی علم ہے کہ حاتم شیری، جنگی کی بہت بڑی شخصیت کا بیٹا ہے مگر وہ انتہائی دولت پرست آدمی ہے۔ مجاگو اسے اس کنوئیں میں لے گیا۔ وہاں حاتم شیری نے صندوقچی کو اٹھا لیکن اس کی نیت خراب ہو گئی اس نے بلیک سکارب کے ذریعے پوری دنیا کا بادشاہ بننے اور پوری دنیا کی دولت حاصل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ اس نے اچانک خنجر نکال کر امیر میروم کے دل

میں اتار دیا۔ یہ وار اس قدر اچانک اور غیر متوقع تھا کہ امیر میروم معمولی سا بھی تحفظ نہ کر سکا اور نہ ہی اس کی کوئی طاقت اس کی حفاظت کر سکی البتہ اس کی خاص طاقت مجاگو نے اپنے آقا کا انتقام لینے کے لئے حاتم شیری پر حملہ کر دیا اور اس کا نرخرہ دبا کر اس کا خاتمہ کر دیا۔

"یہ واقعی عجیب اور دلچسپ ہے لیکن تمہیں یہ سب تفصیل کیسے معلوم ہوئی ہے۔ لگتا ہے کہ تم بھی اس وقت خود کنوئیں میں موجود تھے"...... ڈاکٹر گارشین نے کہا۔

"آپ کو معلوم ہے کہ میں بھی شیطانی طاقتوں کے حصول کے لئے کام کرتا رہتا ہوں۔ اس مجاگو کے لئے بھی میں نے کام کیا تھا لیکن مجاگو چونکہ امیر میروم کے پاس تھا اس لئے میری کوشش کامیاب نہ ہو سکی البتہ مجھ سے وعدہ کیا گیا کہ جب امیر میروم مجاگو کو اپنے سے علیحدہ کر دے گا تو مجاگو۔ طاقت میری غلام بن جائے گی۔ اس وقت کسی کو یہ خیال ہی نہ تھا کہ امیر میروم ہلاک بھی ہو سکتا ہے۔ بہرحال امیر میروم کے ہلاک ہوتے ہی مجاگو میرے پاس آ گیا اور اس نے یہ ساری باتیں مجھے بتائی ہیں۔ یہ سب کچھ اس کی آنکھوں دیکھی باتیں ہیں"...... نادر نے کہا۔

"اچھا۔ پھر کیا ہوا اس صندوقچی کا"...... ڈاکٹر گارشین نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"امیر میروم نے اپنی حفاظت کے لئے انتہائی تربیت یافتہ افراد

کی ایک جماعت رکھی ہوئی تھی جس کا سربراہ دارپوش نامی آدمی ہے۔ اس کے پانچ ساتھی ہیں۔ امیر میرودم نے انہیں اس عمران اور اس کے ساتھیوں کو ہلاک کرنے کا حکم دیا۔ تفصیل تو بہت طویل ہے لیکن مختصر بات یہ کہ بجائے اس کے کہ دارپوش اور اس کے ساتھی اس علی عمران اور اس کے ساتھیوں کو ہلاک کرتے الٹا دارپوش کے ساتھی ہلاک کر دیئے گئے جبکہ دارپوش امیر میرودم سے غداری کر کے ان کے ساتھ مل گیا"...... نادر نے کہا تو ڈاکٹر گارشین چونک پڑا۔

"غداری کر کے۔ کیوں"...... ڈاکٹر گارشین نے چونک کر پوچھا۔

"دارپوش کی اکلوتی بیٹی تھی جو جوان تھی اور اس کا نام زوہیرا تھا۔ امیر میرودم نے اپنی ایک طاقت سے کام لینے کے لئے اسے زوہیرا کا خون پینے کی اجازت دے دی۔ اس طرح زوہیرا ہلاک ہو گئی۔ دارپوش چونکہ وادی شاہان میں تھا۔ اس لئے اسے علم نہ ہو سکا لیکن امیر میرودم کی ہی ایک طاقت نے اسے بتا دیا۔ چنانچہ وہ امیر میرودم سے انتقام لینے کے لئے بے چین ہو گیا۔ وہ خود تو امیر میرودم کے خلاف کچھ نہ کر سکتا تھا اس لئے اس نے عمران اور اس کے ساتھیوں کا ساتھ دینے کا فیصلہ کر لیا۔ البتہ اس کے اپنے ساتھی عمران اور اس کے ساتھیوں کے ہاتھوں ہلاک ہو گئے۔ البتہ دارپوش کو عمران نے اپنے ساتھ شامل کر لیا"...... نادر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"پھر کیا ہوا۔ وہ صندوقچی کہاں گئی۔ کیا وہ اب بھی اس کنوئیں میں موجود ہے"...... ڈاکٹر گارشین نے بے چین ہو کر پوچھا۔

"نہیں۔ عمران نے کنوئیں میں اتر کر وہ صندوقچی اٹھا لی اور باہر آ گیا۔ اس طرح اب وہ صندوقچی عمران کے قبضے میں ہے"...... نادر نے کہا۔

"تو کیا ہوا۔ بہرحال اس نے صندوقچی کو کھولنا ہی ہے۔ جیسے ہی وہ اسے کھولے گا۔ بلیک سکارب زندہ ہو جائے گا اور ہم اس پر قبضہ کر لیں گے"...... ڈاکٹر گارشین نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"وہ عمران انتہائی شاطر ترین اور انتہائی ذہین آدمی ہے۔ امیر کارذوق نے اس کا انتخاب غلط نہیں کیا۔ اسے بھی معلوم تھا کہ ایسا کرنے سے اس کی ساری محنت ضائع ہو جائے گی۔ اس لئے وہ اس صندوقچی کو بلیک سکارب سمیت جلا کر راکھ کر دینا چاہتا ہے تاکہ ہمیشہ کے لئے اس سے چھٹکارہ پا سکے۔ چنانچہ مجاگو نے مجھے بتایا ہے کہ ایسا ممکن نہیں ہے کیونکہ صندوقچی جس لکڑی سے بنائی گئی ہے۔ اسے آگ لگ ہی نہیں سکتی"...... نادر نے کہا۔

"اس وقت وہ آدمی عمران اور وہ صندوقچی کہاں ہے"...... ڈاکٹر گارشین نے اشتیاق بھرے لہجے میں پوچھا۔

"عمران اور اس کے ساتھی اس صندوقچی اور دارپوش سمیت اس وقت جیپ میں سوار شہر آرزوق میں امیر اعطاف کے پاس جا رہے ہیں تاکہ اس سے مل کر اس صندوقچی کو جلانے کی کوئی ترکیب معلوم

کر سکیں"...... نادر نے کہا۔

"پھر تو ہم آسانی سے وہ صندوقچی ان سے حاصل کر سکتے ہیں"...... ڈاکٹر گارشین نے کہا۔

"وہ کیسے"...... نادر نے پوچھا۔

"تمہیں معلوم ہے کہ میرا ہوٹل ہے اور ہوٹل بزنس میں ایسے لوگوں سے واسطہ پڑتا رہتا ہے جو غیر قانونی کام کرتے رہتے ہیں۔ ان اجنبی لوگوں کا خاتمہ میرے لئے کوئی مشکل نہیں ہے"...... ڈاکٹر گارشین نے کہا۔

"لیکن تمہارے آدمیوں کو اس بات کا خیال رکھنا ہوگا کہ صندوقچی کہیں گم نہ ہو جائے"...... نادر نے کہا۔

"ہاں۔ اس کے بارے میں تو میں انہیں خصوصی ہدایات دے دوں گا لیکن ان کی جیپ کے بارے میں تفصیلات، ان کے حلیئے یہ کہاں سے معلوم ہوں گے"...... ڈاکٹر گارشین نے کہا۔

"میں مجاگو کو بلاتا ہوں۔ وہ ساری تفصیل ابھی بتا دے گا"...... نادر نے کہا۔

"ہاں بلاؤ اسے"...... ڈاکٹر گارشین نے کہا تو نادر اٹھ کر کمرے سے باہر چلا گیا جبکہ ڈاکٹر گارشین خاموش بیٹھا اس بارے میں ہی سوچتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد نادر واپس آ گیا۔

"آ جاؤ مجاگو"...... نادر نے دوبارہ پہلے والی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا تو دروازہ کھلا اور ایک انتہائی دبلا پتلا آدمی اندر داخل ہوا

اس کا سر اس کے جسم کی مناسبت سے بہت بڑا تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے کیلے پر کسی نے بڑا سا تربوز رکھ دیا ہو۔

"ڈاکٹر گارشین کے سوالوں کا جواب دو"...... نادر نے کہا۔

"حکم کی تعمیل ہوگی آقا"...... مجاگو نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔ لیکن اس کی آواز باریک اور چیختی ہوئی سی تھی۔

"عمران اور اس کے ساتھی جس جیپ میں آرزوق جا رہے ہیں اس کا نمبر، ماڈل اور رنگ وغیرہ کی تفصیل بتاؤ اور یہ بھی بتاؤ کہ ان کی تعداد کتنی ہے اور وہ اس وقت کہاں ہیں"...... ڈاکٹر گارشین نے کہا تو مجاگو نے اسے جیپ کی مطلوبہ تفصیل بتا دی۔

"ایک عورت اور چار مرد ہیں"...... مجاگو نے جواب دیا۔

"صندوقچی ان کے پاس ہے"...... ڈاکٹر گارشین نے پوچھا۔

"ہاں"...... مجاگو نے مختصر سا جواب دیتے ہوئے کہا۔

"وہ کہاں جا رہے ہیں"...... ڈاکٹر گارشین نے پوچھا۔

"وہ آرزوق جا رہے ہیں امیر اعطاف سے ملنے تاکہ اس سے معلوم کر سکیں کہ وہ اس صندوقچی کو کس طرح کھولے بغیر جلا کر راکھ کر سکتے ہیں"...... مجاگو نے جواب دیا۔

"کیا امیر اعطاف کو اس کا علم ہے"...... ڈاکٹر گارشین نے پوچھا۔

"نہیں۔ اسے علم نہیں ہے۔ ویسے یہ صندوقچی کسی صورت جلائی نہیں جا سکتی۔ یہ جس لکڑی سے صندوقچی بنی ہوئی ہے اسے کسی

صورت آگ لگ ہی نہیں سکتی"...... مجاگو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اگر ہم یہ صندوقچی ان لوگوں سے حاصل کر لیں تو کیا ہم اسے کھول کر کامیاب ہو سکیں گے"...... ڈاکٹر گارشین نے کہا۔

"میرا آقا نادر اسے نہیں کھول سکتا۔ کیونکہ میرے آقا کا اور میرا تعلق شیطان سے ہے اور اس صندوقچی پر قدیم دور کی روشنی کی بہت بڑی شخصیت کی مہر لگی ہوئی ہے البتہ آپ اسے کھول سکتے ہیں۔ لیکن آپ بلیک سکارب کو زندہ نہیں کر سکتے۔ اسے زندہ کرنے کے لئے بڑے شیطان سے براہ راست تعلق ہونا ضروری ہے۔ اس لئے ایسا ہو سکتا ہے کہ آپ یہ صندوقچی کھول کر اس کے اندر موجود بلیک سکارب کا مخصوص نشان سیاہ بھنورا نکال کر میرے آقا نادر کو دے دیں تو نادر بڑے شیطان کا مخصوص چلہ کر کے اسے زندہ کر سکے گا"...... مجاگو نے کہا۔

"مجھے کون سا چلہ کرنا ہوگا"...... نادر نے چونک کر کہا۔

"بڑے شیطان کا مخصوص چلہ۔ اس کی تفصیل میں آپ کو بتا دوں گا"...... مجاگو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کتنا وقت لگے گا اسے زندہ کرنے میں"...... ڈاکٹر گارشین نے پوچھا۔

"صرف چوبیس گھنٹے"...... مجاگو نے جواب دیا۔

"لیکن پھر تو بلیک سکارب کی دنیا میں بادشاہ نادر ہو جائے گا۔

میں تو نہیں رہوں گا۔ پھر میں یہ کام کیوں کروں"...... ڈاکٹر گارشین نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"آپ ہی بادشاہ ہیں گے۔ میں بلیک سکارب کو زندہ کر کے آپ کے حوالے کر دوں گا البتہ میں وزیر اعظم ضرور ہوں گا اور اس کے سوا اور کوئی صورت بھی نہیں ہے کیونکہ میں صندوقچی کھول نہیں سکتا اور آپ بلیک سکارب کو زندہ نہیں کر سکتے۔ اس لئے ہم دونوں کو مل کر یہ کام کرنا ہوگا"...... نادر نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ تم حلف اٹھا کر وعدہ کرو کہ تم بلیک سکارب کو زندہ کر کے میرے حوالے کر دو گے"...... ڈاکٹر گارشین نے کہا تو نادر نے فوراً ہی ہاتھ اٹھا کر باقاعدہ حلف اٹھا کر وعدہ کیا۔

"تم جاؤ مجاگو۔ میں صندوقچی کے حصول کے لئے کام کرتا ہوں۔ تم نے واپس آ کر ہمیں سب کچھ بتانا ہے"...... ڈاکٹر گارشین نے کہا اور نادر نے بھی اثبات میں سر ہلا دیا تو مجاگو تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا۔ اس کے باہر جانے کے بعد ڈاکٹر گارشین نے میز پر پڑے ہوئے فون کا رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"اسماڈ بول رہا ہوں"...... رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔ لہجہ سخت تھا۔

"ڈاکٹر گارشین بول رہا ہوں قیدوز سے"...... ڈاکٹر گارشین نے کہا۔

"اوہ آپ۔ حکم فرمایئے۔ آپ نے آج کیسے مجھے یاد کر لیا"۔۔۔ دوسری طرف سے قدرے حیرت بھرے لہجے میں کہا گیا۔

"میں تمہیں ایک خصوصی کام دینا چاہتا ہوں"۔۔۔ ڈاکٹر گارشین نے کہا۔

"حکم فرمایئے۔ یہ تو میرے لئے انتہائی خوش قسمتی ہے کہ میں آپ کے کسی کام آ سکوں"۔۔۔ استاد نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"میں تمہیں ایک جیپ کی تفصیل بتا رہا ہوں۔ یہ جیپ وادی شاہاں سے آرزوق پہنچ رہی ہے۔ ابھی راستے میں ہی ہے"۔۔۔ ڈاکٹر گارشین نے کہا اور اس کے ساتھ ہی جو تفصیل مجاکو نے بتائی تھی وہ دوہرا دی۔

"ٹھیک ہے میں سمجھ گیا ہوں۔ کیا کرنا اس جیپ کا"۔۔۔ استاد نے کہا۔

"اس جیپ میں ایک عورت اور چار مرد سوار ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ان کا تعلق پاکیشیا سیکرٹ سروس سے ہے اور یہ انتہائی خطرناک لوگ ہیں۔ یہ وادی شاہاں سے ایک سیاہ رنگ کی صندوقچی چرا کر آرزوق میں امیر اعطاف کے پاس جا رہے ہیں اور تم نے انہیں راستے میں ہی ہلاک کر کے وہ صندوقچی مجھے یہاں قندوز میں میری رہائش گاہ پر پہنچانی ہے۔ بس یہ کام ہے اور تمہیں اس کے لئے منہ مانگا انعام دیا جائے گا اور تم جو میرے ہوٹل سے چاہتے تھے تمہارا وہ

کام بھی کر دیا جائے گا لیکن یہ کام ہر صورت اور ہر حالت میں ہونا چاہئے"۔۔۔ ڈاکٹر گارشین نے کہا۔

"آپ نے اچھا کیا کہ مجھے بتا دیا کہ ان کا تعلق کسی سیکرٹ سروس سے ہے۔ ایسے لوگ انتہائی تربیت یافتہ ہوتے ہیں۔ اس لئے میں اب ان کی جیپ میں بے ہوش کر دینے والی گیس فائر کروا دیتا ہوں اور جب یہ بے ہوش ہو جائیں گے تو پھر ان سے وہ صندوقچی لے کر آپ کو پہنچا دی جائے گی۔ ایسی صورت میں کوئی خطرہ نہیں رہے گا۔ لیکن کیا یہ ضروری ہے ڈاکٹر گارشین کہ انہیں ہلاک بھی کیا جائے"۔۔۔ استاد نے کہا۔

"کیوں۔ تم کیوں یہ بات کر رہے ہو۔ اگر تم نے انہیں ہلاک نہ کیا تو پھر یہ تمہارے اور میرے پیچھے لگ جائیں گے"۔۔۔ ڈاکٹر گارشین نے کہا۔

"جناب۔ سیکرٹ سروس چند لوگوں پر مشتمل نہیں ہوتی۔ ان کا دوسرا گروپ بھی ہوگا جو ان کی ہلاکت کی صورت میں ہمارے خلاف کام کرے گا۔ یہ لازماً یہاں ٹورسٹس کے روپ میں ہوں گے اور آپ جانتے ہیں کہ کسی ٹورسٹ کی ہلاکت سے پوری حکومت حرکت میں آ جاتی ہے۔ آپ کو صندوقچی چاہئے وہ آپ کو مل جائے گی"۔۔۔ استاد نے کہا۔

"ایسا کرو کہ انہیں اس بے ہوشی کے عالم میں کسی ایسی جگہ پہنچا دو جہاں سے یہ دو چار روز تک واپس قندوز نہ پہنچ سکیں۔ اس کے

بعد معاملات ہمارے ہاتھ میں ہوں گے"...... ڈاکٹر گارشین نے کہا۔

"ٹھیک ہے جناب۔ میں انہیں بے ہوش کر کے لیبیا کے سرحدی صحرا میں دور پھنکوا دوں گا۔ اول تو یہ وہاں خود ہی ہلاک ہو جائیں گے اور اگر ہلاک نہ بھی ہوئے تو اس صحرا سے نکلنے کے لئے انہیں کئی دن لگ جائیں گے"...... اساد نے فوراً ہی جواب دیتے ہوئے کہا۔

"البتہ جینو فی کو تم نے انتہائی حفاظت کے ساتھ مجھے پہنچانا ہے"...... ڈاکٹر گارشین نے کہا۔

"وہ پہنچ جائے گی۔ آپ بے فکر رہیں۔ میں ابھی کام شروع کر دیتا ہوں"...... دوسری طرف سے کہا گیا تو ڈاکٹر گارشین نے رسیور رکھ دیا۔

"یہ اساد کون ہے"...... نادر نے پوچھا۔

"آرزوق کا بہت بڑا بدمعاش ہے۔ میرے ہوٹل میں شراب سپلائی کرنے کا ٹھیکہ لینے کا خواہشمند ہے"...... ڈاکٹر گارشین نے جواب دیا۔

"لیکن وہ ان لوگوں کو ہلاک کرنے سے اس طرح کترا رہا تھا جیسے کوئی عام سا آدمی ہو"...... نادر نے کہا۔

"یہ لوگ کم سے کم خطرہ مول لیتے ہیں۔ ویسے اس کی بات درست تھی کہ اگر ان کی ہلاکت پولیس اور حکومت کے نوٹس میں آ جاتی تو معاملات خاصے خراب ہو جاتے۔ اب ہمیں دو روز چاہئے

ہوں گے بلیک سکارپ کو زندہ کرتے ہیں تو وہ ہم کر لیں گے۔ پھر ہم پوری دنیا کے طاقتور ترین انسان ہوں گے۔ پھر یہ لوگ ہمارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے"...... ڈاکٹر گارشین نے کہا اور نادر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

عمران کی آنکھیں اچانک کھل گئیں اور اس کے ساتھ ہی اس
کے ذہن میں بے ہوش ہونے سے پہلے کے تمام واقعات فلمی مناظر
کی طرح اس قدر تیزی سے گزرے جیسے کسی فلم کو تین گنا سپیڈ سے
چلا دیا جائے۔ وہ اپنے ساتھیوں سمیت وادی شاہاں سے واپس
آرزوق جا رہا تھا۔ دار یوش کو انہیں نے قندوز میں اتار دیا تھا تاکہ
وہ وہاں سے دارالحکومت اپنے گھر واپس جا سکے۔ انہوں نے یہی
فیصلہ کیا تھا کہ وہ صندوقچی کو جلانے یا اسے کسی طرح مکمل ضائع
کرنے کے لئے امیر اعطاف سے مشورہ لیں گے۔ اس لئے وہ جیپ
میں سوار آرزوق کی طرف بڑھے چلے جا رہے تھے۔ ڈرائیونگ سیٹ
پر عمران خود تھا جبکہ جولیا سائیڈ پر بیٹھی ہوئی تھی اور عقبی سیٹوں پر اس
کے ساتھی موجود تھے۔ صندوقچی جیپ کے اندر موجود تھی۔ پھر راستے
میں ایک جگہ وہ فیول ڈلوانے کے لئے رکے تو انہوں نے کافی پینے

کا فیصلہ کیا اور پھر جیپ کو ایک سائیڈ پر روک کر وہ اتر کر فیول سٹیشن
میں ہی بنے ہوئے ریستوران کی طرف بڑھ گئے۔ صندوقچی کو ایک
سیاہ رنگ کے تھیلے میں ڈال کر وہ ساتھ ساتھ لئے پھر رہے تھے۔
کافی پینے کے بعد وہ سب واپس جیپ میں سوار ہوئے اور عمران
نے جیپ آگے بڑھا دی لیکن ابھی جیپ نے کچھ ہی فاصلہ طے کیا
تھا کہ اچانک جیپ کے اندر سائیں سائیں کی آواز سنائی دی اور اس کے
ساتھ ہی عمران کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے ذہن پر کسی نے سیاہ
رنگ کی چادر ڈال دی ہو اور اس کے بعد اب اسے ہوش آیا تھا۔
اس کے ساتھ ہی اسے فوراً احساس ہو گیا کہ وہ کسی بڑی جیپ کے
عقبی حصے میں پڑے ہوئے ہیں۔ اس نے سر اٹھا کر ادھر ادھر دیکھا
تو اس نے دیکھا کہ یہ ریگستان میں چلنے والی مخصوص جیپ ہے جس
کی ڈرائیونگ سیٹ پر ایک لمبے قد اور بھاری جسم کا مقامی آدمی بیٹھا
ہوا تھا جبکہ اس کے ساتھ ایک اور آدمی تھا۔ وہ بھی تنومند اور ورزشی
جسم کا آدمی دکھائی دیتا تھا۔ وہ دونوں آپس میں باتیں کر رہے تھے
جبکہ عمران کے تمام ساتھی اس کے ساتھ ہی بڑی جیپ کے عقبی حصے
میں ٹیڑھے میڑھے انداز میں پڑے ہوئے تھے۔ وہ بے ہوش تھے۔
عمران کو یہ سب دیکھ کر بے حد حیرت ہوئی۔ کچھ دیر تک تو اسے سمجھ
ہی نہ آئی کہ وہ کہاں ہے اور اس کے اور اس کے ساتھیوں کے
ساتھ کیا ہوا ہے کہ اچانک جیپ ایک جھٹکے سے رک گئی۔
”بس کافی ہے۔ اب انہیں نکال کر باہر پھینک دو۔ یہاں سے

یہ کسی صورت بھی پیدل چل کر واپس نہیں جا سکتے"۔۔۔ ڈرائیور نے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ جیپ کا دروازہ کھول کر نیچے اتر گیا۔

"ہاں۔ تم درست کہہ رہے ہو"۔۔۔۔ ان کے ساتھی نے کہا اور پھر وہ بھی جیپ سے نیچے اتر گئے۔ عمران فوراً ہوشیار ہو گیا۔ اسے معلوم تھا کہ اب جیپ کا عقبی دروازہ کھلے گا اور انہیں گھسیٹ کر باہر پھینک دیا جائے گا۔ چنانچہ اس نے فوری طور پر ان دونوں سے نمٹنے کا فیصلہ کر لیا۔ یہ تو شاید قدرت کی رحمت تھی کہ عمران کو اس کی مخصوص ذہنی ورزشوں کی وجہ سے عین اس وقت خود بخود ہوش آ گیا تھا جب وہ جیپ میں موجود تھے۔ اگر وہ انہیں یہاں پھینک جاتے تو نجانے انہیں کتنے دشوار مراحل سے گزرنا پڑتا۔ چند لمحوں بعد جیپ کا عقبی دروازہ کھلا اور دروازے کی دوسری طرف دونوں آدمی موجود تھے۔

"یہ لڑکی تو بے حد خوبصورت ہے۔ کیوں نا اسے واپس لے جایا جائے"۔۔۔۔ ان میں سے ایک نے بڑے اوباشانہ لہجے میں کہا۔

"نہیں۔ برا کیا۔ چیف ہمیں گولی مار دے گا"۔۔۔۔ دوسرے نے کہا اور پھر انہوں نے دروازے کے قریب بے ہوش پڑے ہوئے صفدر کو گھسیٹ کر باہر نکالا اور دونوں مل کر اسے اٹھائے ہوئے واپس پلٹنے لگے تو عمران تیزی سے اٹھا اور اس نے دیکھا کہ وہ ایک لق و دق صحرا میں موجود ہیں۔ وہ دونوں بے ہوش صفدر کو ایک طرف ریت پر لٹا رہے تھے کہ عمران جیپ سے نیچے اتر آیا اور پھر اس سے

پہلے کہ وہ دونوں مڑتے، عمران نے چھلانگ لگائی۔ وہ اچھل کر ایک قدم آگے بڑھ گیا اور اس کے ساتھ ہی وہ فضا میں اچھلا اور اس کی دونوں ٹانگیں بیک وقت ان دونوں کی کمر پر پڑیں اور وہ دونوں چیختے ہوئے منہ کے بل نیچے جا گرے۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ اٹھتے عمران نے اپنے قریب موجود آدمی کو دبوچ لیا۔ عمران نے تیزی سے اس کی گردن پکڑی اور دوسرے لمحے وہ چیختا ہوا ہوا میں قلابازی کھا کر عقب میں کھڑی جیپ کے ساتھ ایک دھماکے سے جا ٹکرایا۔ جبکہ دوسرا آدمی بجلی کی سی تیزی سے اچھل کر کھڑا ہوا ہی تھا کہ عمران نے اس پر چھلانگ لگا دی اور وہ آدمی ایک بار پھر چیختا ہوا نیچے جا گرا اور عمران نے اس کی گردن پر پیر رکھ کر اسے تیزی سے اوپر کی طرف موڑ دیا اور تیزی سے اٹھتے ہوئے اس آدمی کا جسم ایک جھٹکے سے سیدھا ہو گیا۔ اس کا چہرہ مسخ ہو گیا تھا اور آنکھیں باہر کو نکل آئی تھیں۔

"کیا نام ہے تمہارا"۔۔۔ عمران نے پیر کو ترچھا کرتے ہوئے غرا کر کہا۔

"ہاشم۔ ہاشم۔ میرا نام ہاشم ہے"۔۔۔۔ اس آدمی کے منہ سے خرخراہٹ بھری آواز نکلی۔ یہ وہ آدمی تھا جو جیپ ڈرائیو کر رہا تھا اور اس نے دوسرے آدمی کو جولیا کے بارے میں روکا تھا۔

"کون ہے تمہارا چیف"۔۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

"ماسٹر اساف۔ ماسٹر اساف"۔۔۔۔ ہاشم نے اسی لہجے میں جواب دیا۔

اور پھر عمران کے بار بار پوچھنے کے بعد ہاشم نے جو کچھ بتایا۔ اس سے عمران کو معلوم ہوا کہ اسلاد آرزوق کا بڑا بدمعاش ہے۔ اس کا ایک کلب ہے جس کا نام گولڈن کلب ہے۔ اس نے اس ہاشم اور اس کے گروپ کے چار افراد کو یہ جیپ دے کر وادی شاہان والی سڑک پر بھجوایا اور ساتھ ہی انہیں ہدایت کی کہ چونکہ جیپ میں موجود افراد غیر ملکی ٹورسٹ اور تربیت یافتہ ہیں اس لئے وہ انہیں بے ہوش کر کے جیپ میں موجود صندوقچی اٹھا لیں اور پھر بے ہوش افراد کو جیپ میں ڈال کر آرزوق ٹاؤن کی سرحدی صحرائی پٹی جو ملک لیبیا کے اندر ہے تک دور پھینک کر واپس آ جائیں کہ وہ پیدل بھی زندہ واپس نہ آ سکیں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ جب یہ لوگ ان کے پاس پہنچے تو وہ ریسٹوران میں کافی پی رہے تھے۔ ہاشم نے ریموٹ کنٹرول کی مدد سے فائر ہونے والا گیس بم جیپ کے اندر سیٹ کے نیچے رکھ دیا کیونکہ جیپ کے دروازے لاک نہ تھے اور پھر جب وہ فیول اسٹیشن سے کچھ آگے گئے تو ہاشم نے ریموٹ کنٹرول کی مدد سے گیس بم آن کر دیا۔ پھر جیپ رک گئی اور اندر موجود افراد بے ہوش پڑے تھے۔ اندر سیاہ تھیلے میں ایک صندوقچی بھی موجود تھی۔ ہاشم نے بے ہوش افراد کو اپنی جیپ میں ڈالا اور ایک ساتھی کو ساتھ لیا جبکہ اس کے باقی ساتھی دوسری جیپ میں سوار ہو گئے۔ دونوں جیپیں آرزوق پہنچیں تو صندوقچی والی جیپ وہیں رک گئی جبکہ ہاشم انہیں لے کر صحرا میں آ گیا تاکہ یہاں بے ہوش افراد

کو ڈال کر واپس چلا جائے۔ عمران نے اس سے چند اور سوالات کئے اور پھر پیر کو ایک جھٹکے سے آگے کی طرف موڑ دیا۔ ہاشم کے جسم نے ایک جھٹکا کھایا اور اس کی آنکھیں بے نور ہو گئیں۔ عمران کو دوسرے آدمی کی طرف سے کوئی فکر نہ تھی کیونکہ اسے معلوم تھا کہ گردن میں بل آنے کی وجہ سے وہ اب تک ہلاک ہو چکا ہوگا۔ اس نے جھک کر ہاشم کی تلاشی لی تو اس کی جیب سے ایک مشین پسٹل نکال لیا۔ پھر وہ آگے بڑھا اور اس نے دوسرے آدمی کو چیک کیا۔ اس کی توقع کے مطابق سانس رک جانے کی وجہ سے وہ ہلاک ہو چکا تھا۔ عمران نے جھک کر اس کی بھی تلاشی لی۔ اس کی جیب سے بھی اسے ایک مشین پسٹل مل گیا تو اس نے دونوں مشین پسٹلز جیبوں میں رکھ لئے۔ پھر صفدر کو اٹھا کر اس نے جیپ میں ڈالا۔ عقبی دروازہ بند کیا اور پھر آ کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ چابی اگنیشن میں موجود تھی۔ عمران نے انجن سٹارٹ کیا۔ جیپ میں فیول کی مقدار کافی تھی۔ اس نے جیپ ایک جھٹکے سے موڑی اور واپس اس راستے پر دوڑا دی جہاں سے وہ آئی تھی چونکہ ہوا بند تھی اس لئے ریت پر بھاری اور مخصوص انداز کی بنی ہوئی جیپ کے بھاری ٹائروں کے واضح نشانات موجود تھے۔ عمران اپنے ساتھیوں کو ہوش میں اس لئے نہ لایا تھا کہ اس کے لئے اسے کافی مقدار میں پانی کی ضرورت تھی اور پھر تقریباً آدھے گھنٹے بعد اسے دور سے آرزوق شہر کے آثار دکھائی دینے لگے۔ تھوڑی دیر بعد وہ جب آرزوق میں

داخل ہوا تو تھوڑا سا ہی دور اسے ایک سپر سٹور نظر آ گیا۔ اس نے جیپ روکی اور نیچے اتر کر تیز تیز قدم بڑھاتا سٹور کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ رقم اس کے کوٹ کی خفیہ جیب میں موجود تھی۔ اس نے منرل واٹر کی دو بڑی بوتلیں خریدیں اور پھر واپس آ کر اس نے جیپ کو ایک ویران سائیڈ پر موڑ دیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی جیپ ایک کھنڈر نما احاطے میں داخل ہو کر ایک دیوار کی اوٹ میں رک گئی تو عمران نے جیپ کا انجن بند کیا اور پھر عقبی دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ اس نے ایک بوتل کا ڈھکن کھول کر صفدر کا جبڑا بھینچ کر اس کا منہ کھولا اور پانی اندر ٹپکا دیا۔ پھر اس نے یہی کارروائی اپنے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ کی۔ اس کے بعد وہ جیپ سے نیچے اتر آیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کے ساتھیوں کے کراہنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔

"ہوش میں آ جاؤ۔ پہلے ہی بہت وقت ضائع ہو گیا ہے"...... عمران نے کہا تو وہ سب باری باری ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھے۔

"عمران صاحب یہ۔ یہ کیا مطلب۔ یہ کیا ہوا ہے"...... صفدر نے سب سے پہلے ہوش میں آتے ہوئے کہا۔

"پہلے تم سب پوری طرح ہوش میں آ جاؤ۔ پھر قصہ چہار درویش سنایا جا سکتا ہے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور صفدر تیزی سے جیپ سے نیچے اتر آیا اور حیرت بھری نظروں سے ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

"یہ ہم کہاں ہیں عمران صاحب"...... صفدر نے کہا۔

"آر دوق میں"...... عمران نے جواب دیا اور پھر ایک ایک کر کے کیپٹن شکیل، تنویر اور جولیا بھی جیپ سے نیچے اتر آئے تو عمران نے مختصر طور پر انہیں سب کچھ بتا دیا۔

"ویری بیڈ۔ اگر تمہیں بروقت ہوش نہ آتا تو ہم وہاں صحرا میں ہی ختم ہو جاتے"...... جولیا نے کہا۔

"عمران صاحب کی ذاتی ورزشیں واقعی کام کی ہیں۔ اب میں بھی اس معاملے میں ان کا شاگرد بنوں گا"...... صفدر نے کہا۔

"خیر کی بجائے آغا سلیمان پاشا کے شاگرد بن جاؤ۔ دماغ کے چودہ نہیں بلکہ چودہ ہزار طبق روشن ہو جائیں گے اور جب اتنے طبق روشن ہوں تو آدمی سرے سے بے ہوش ہی نہیں ہوتا"...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا تو سب بے اختیار ہنس پڑے۔

"عمران صاحب۔ اس کا مطلب ہے کہ ہمارا مشن ناکام رہا۔ وہ صندوقچی واپس ان لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچ گئی ہے اور اب تک اسے کھولا بھی جا چکا ہوگا"...... کیپٹن شکیل نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا تو سب بے اختیار چونک پڑے۔

"ہاں۔ لگتا تو ایسے ہی ہے لیکن میرا خیال ہے کہ صندوقچی اس اساور نے کسی اور کے لئے حاصل کی ہے۔ اساور جیسے ٹاپ کے لوگ ان چکروں میں نہیں پڑ سکتے"...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تو ہمیں گولڈن کلب جا کر اس سے معلوم کرنا چاہیے"۔۔۔ صفدر نے کہا۔

"ہمیں یہ جیپ یہیں چھوڑنا ہوگی کیونکہ یہ چھوٹا سا شہر ہے۔ یہاں اس جیپ کو پہچان لیا جائے گا اور پھر اس میں موجود اجنبی افراد کی اطلاع جیسے ہی استاد تک پہنچے گی تو وہ غائب ہو جائے گا اور ہم خواہ مخواہ کی الجھنوں میں پھنس جائیں گے"۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ آؤ پھر چلیں۔ ہم ٹیکسی بھی لے سکتے ہیں"۔۔۔ جولیا نے کہا اور عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"ویسے مجھے حیرت ہے کہ انہوں نے بے ہوشی کا گیس بم وہاں رکھا۔ وہ بارودی بم بھی وہاں رکھ سکتے تھے۔ پھر ہمیں وہیں ہلاک کرنے کی بجائے وہ ہمیں صحرا میں چھوڑنے کیوں لے گئے۔ یہ سب کیا ہے"۔۔۔۔۔ صفدر نے کہا

"وہیں ہمیں ہلاک نہ کرنے کی وجہ تو اس ہاشم نے بتائی تھی کہ ہم ٹورسٹ ہیں اور ٹورسٹ کی ہلاکت کا یہاں حکومتی سطح پر سخت نوٹس لیا جاتا ہے اور گیس بم کی وجہ شاید وہ صندوقچی تھی جو وہ صحیح سلامت حاصل کرنا چاہتے تھے"۔۔۔۔۔ عمران نے آگے بڑھتے ہوئے جواب دیا اور اس کے پیچھے آتے ہوئے سب ساتھیوں نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔

قندوز میں اپنی رہائش گاہ کے ایک کمرے میں ڈاکٹر گارشین موجود تھا۔ اس کے ساتھ اس کا دوست نادر بھی تھا۔ درمیان میں ایک میز پر سیاہ رنگ کی صندوقچی پڑی ہوئی تھی جس کے اوپر والے حصے پر سرخ رنگ کی ابھری ہوئی مہر تھی جس پر نشانات نظر آ رہے تھے۔ صندوقچی میں کوئی درز تک موجود نہ تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے یہ صندوقچی ہر طرف سے بند ہو۔

"یہ ہے وہ صندوقچی۔ جس میں بلیک سکارب بند ہے"۔۔۔ ڈاکٹر گارشین نے آگے کی طرف جھکتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ بلیک سکارب نہیں۔ پوری دنیا کی بادشاہت کہو ڈاکٹر۔ مطلق العنان بادشاہت"۔۔۔۔۔ نادر نے کہا۔

"اگر یہ بادشاہ والا مسئلہ درمیان میں نہ ہوتا تو میں اس پر یقیناً ایک تحقیقی مقالہ لکھتا۔ لیکن ٹھیک ہے۔ اب اسے کھول دینا

چاہئے“..... ڈاکٹر گارشین نے کہا اور اس نے دونوں ہاتھ بڑھا کر صندوقچی کو اٹھایا اور اسے اپنے سامنے اور قریب رکھ کر وہ اس پر جھک گیا۔ وہ صندوقچی کو غور سے دیکھ رہا تھا۔

”اس میں تو کوئی درز بھی نظر نہیں آ رہی اور نہ ہی اسے کھولنے کا کوئی طریقہ۔ اور یہ مہر نجانے کس کی ہے“..... ڈاکٹر گارشین نے غور سے صندوقچی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”اس مہر کے نیچے ہی اس صندوقچی کو کھولنے کا بٹن موجود ہوگا“..... نادر نے کہا۔

”بٹن“..... ڈاکٹر گارشین نے چونک کر کہا اور پھر بے اختیار ہنس پڑا۔

”تو تمہارا خیال ہے کہ صدیوں پہلے بھی لوگ اس قدر ایڈوانس تھے کہ سائنسی میکنزم استعمال کرتے تھے“..... ڈاکٹر گارشین نے ہنستے ہوئے کہا۔

”میرا مطلب تھا کہ کوئی طریقہ“..... نادر نے شرمندہ سے لہجے میں کہا تو ڈاکٹر گارشین نے انگلی اس ابھری ہوئی مہر پر پھیری۔

”یہ تو بے حد سخت ہے۔ چاقو یا خنجر استعمال کرنا پڑے گا“..... ڈاکٹر گارشین نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے انٹرکام کا رسیور اٹھایا اور کسی کو ایک تیز دھار خنجر کمرے میں پہنچانے کا کہا۔ تھوڑی دیر بعد خنجر آ گیا اور پھر ڈاکٹر گارشین نے اپنی پوری طاقت استعمال کر لی لیکن اس مہر پر خنجر کی تیز دھار خراش تک نہ ڈال سکی۔ جھنجھلا کر

ڈاکٹر گارشین نے صندوقچی کی لکڑی پر خنجر مارا لیکن وہ پلٹ کر اس کے ہاتھ سے نکل کر نیچے فرش پر جا گرا۔

”اب کیا کیا جائے۔ کیسے کھولا جائے اسے۔ نجانے یہ کس قسم کے لوگ تھے اس زمانے کے“..... ڈاکٹر گارشین نے انتہائی جھنجھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”میں تو اسے ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا۔ جو کچھ کرنا ہے آپ نے ہی کرنا ہے“..... نادر نے جواب دیا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی۔ میز پر پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو ڈاکٹر گارشین نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”یس“..... ڈاکٹر گارشین نے کہا۔

”آرزوق سے اساور کی کال ہے جناب۔ وہ آپ سے کوئی انتہائی ضروری بات کرنا چاہتا ہے“..... دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

”کراؤ بات“..... ڈاکٹر گارشین نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

”ہیلو سر۔ میں اساور بول رہا ہوں“..... دوسری طرف سے اساور کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

”کیا بات ہے۔ کیوں فون کیا ہے“..... ڈاکٹر گارشین نے قدرے سخت لہجے میں کہا کیونکہ وہ اس وقت صندوقچی کے بارے میں سوچ رہا تھا اس لئے اسے یہ کال ڈسٹربنس اچھی محسوس نہ ہوئی تھی۔

”وہ صندوقچی تو آپ کے پاس پہنچ چکی ہے۔ کیا وہ کھل گئی ہے“۔۔۔ اساود نے کہا تو ڈاکٹر گارشین چونک پڑا۔

”تم کیوں پوچھ رہے ہو“۔۔۔ ڈاکٹر گارشین نے چونک کر اور حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

”اس لئے جناب کہ اس وقت میرے آفس میں مصری آثار قدیمہ کے بہت بڑے ماہر جناب لارڈ ارنسٹ موجود ہیں۔ وہ اپنے کسی ذاتی کام کی وجہ سے آرزون آئے تھے تو میرے پاس سپیشل گولڈن وائن پینے آ گئے۔ میری سپیشل گولڈن وائن کی شہرت تو جناب اب پورے یورپ میں پھیل چکی ہے“۔۔۔ اساود نے بڑے فاخرانہ لہجے میں کہا۔

”لارڈ ارنسٹ۔ اوہ۔ اوہ وہ تمہارے پاس ہیں۔ جانتے ہو وہ اس وقت پوری دنیا میں قدیم مصریات پر اتھارٹی ہیں“۔۔۔ ڈاکٹر گارشین نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”جی ہاں۔ آپ تو انہیں مجھ سے بھی بہتر طور پر جانتے ہیں۔ میں نے ان کے سامنے صندوقچی کی بات کی تو انہوں نے بتایا کہ دنیا کا کوئی آدمی اس صندوقچی کو کسی صورت نہیں کھول سکتا۔ اس پر ایک خاص طلسم استعمال کیا گیا ہے۔ قدیم مصری طلسم۔ البتہ انہوں نے کہا ہے کہ وہ اسے کھول سکتے ہیں کیونکہ انہیں وادی شاہاں میں سے ملنے والے ایک قدیم پتھر پر لکھی ہوئی تحریر ملی تھی جس میں اس طلسم کا حل لکھا گیا تھا لیکن ان کا خیال ہے کہ یہ اصل صندوقچی ہو

ہی نہیں سکتی۔ اگر آپ ان سے بات کرنا چاہیں تو کر لیں“۔۔۔ دوسری طرف سے اساود نے کہا۔

”ہیلو۔ میں لارڈ ارنسٹ بول رہا ہوں“۔۔۔ چند لمحوں بعد ڈاکٹر گارشین کو ایک بلغم زدہ کھڑکھڑاتی ہوئی آواز سنائی دی اور وہ فوراً پہچان گیا کہ یہ واقعی لارڈ ارنسٹ کی آواز ہے کیونکہ وہ کئی سال پہلے ایک کانفرنس میں ان سے مل چکا تھا۔

”میں ڈاکٹر گارشین بول رہا ہوں جناب۔ مجھے بے حد مسرت ہو رہی ہے کہ آپ سے اس طرح ملاقات ہو رہی ہے“۔۔۔ ڈاکٹر گارشین نے کہا۔

”ہاں۔ میں اپنے ذاتی کام سے یہاں آیا تھا۔ پھر سپیشل گولڈن وائن کی کشش مجھے گولڈن کلب لے آئی اور یہاں اساود نے صندوقچی کے بارے میں تفصیل بتائی تو مجھے بے حد اشتیاق ہوا۔ اگر یہ اصل صندوقچی ہے تو اسے اس پوری دنیا میں صرف میں ہی کھول سکتا ہوں“۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

”یہ اصل ہی ہے جناب۔ آپ مجھے بتا دیں کہ کس طرح کھل سکتی ہے تو مہربانی ہوگی“۔۔۔ ڈاکٹر گارشین نے کہا۔

”سوری۔ یہ ایسا طلسم نہیں ہے کہ تمہیں بتا دیا جائے اور تم اسے کھول لو۔ ہاں اگر تم اجازت دو تو میں تمہارے پاس پہنچ کر اسے کھول دیتا ہوں تاکہ میں اپنی آئندہ تحقیقی کتاب میں تمہارا نام لکھ کر یہ بھی لکھ سکوں کہ طلسم درست ثابت ہوا ہے“۔۔۔ لارڈ

ارنسٹ نے کہا۔

"یہ میرے لئے اعزاز کی بات ہے جناب کہ آپ میرے پاس آ رہے ہیں۔ یہ صندوقچی واقعی مجھ سے نہیں کھل رہی۔ آپ فون اساد کو دیں"..... ڈاکٹر گارشین نے کہا۔

"ہیلو۔ اساد بول رہا ہوں"..... چند لمحوں بعد اساد کی آواز سنائی دی۔

"اساد۔ لارڈ صاحب کو انتہائی عزت و احترام کے ساتھ یہاں فیلڈوز بھجوا دو۔ ڈرائیور کو میری رہائش گاہ کے بارے میں بتا دینا۔ میں ان کا شدت سے منتظر رہوں گا"..... ڈاکٹر گارشین نے کہا۔

"یس سر۔ حکم کی تعمیل ہو گی"..... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو ڈاکٹر گارشین نے رسیور رکھ دیا۔

"یہ تو اچھا ہوا کہ لارڈ ارنسٹ یہاں آ رہے ہیں۔ اب یہ صندوقچی آسانی سے کھل جائے گی"..... ڈاکٹر گارشین نے مسرت بھرے لہجے میں کہا اور نادر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"وہ پاکیشائی تو یقیناً ہلاک ہو چکے ہوں گے"..... چند لمحوں کی خاموشی کے بعد نادر نے کہا۔

"ہاں۔ تم کیوں پوچھ رہے ہو"..... ڈاکٹر گارشین نے کہا۔

"نجانے میرا دل کیوں خطرہ محسوس کر رہا ہے۔ کیا خیال ہے مجاگو کو بلاؤں اور اس سے حالات معلوم کروں"..... نادر نے کہا۔

"ارے ہاں۔ بلاؤ اسے"..... ڈاکٹر گارشین نے چونک کر کہا

اور نادر اٹھ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس آیا تو اس کے ساتھ دبلا پتلا اور بڑے سے سر والا مجاگو بھی اندر داخل ہوا۔ اس کے بڑے سے سر میں چھوٹی چھوٹی لیکن ہیروں کی طرح چمکتی ہوئی آنکھیں کچھ زیادہ ہی چمک رہی تھیں۔

"تم نے ابھی تک کچھ نہیں بتایا مجاگو۔ کیوں"..... ڈاکٹر گارشین نے مجاگو سے مخاطب ہو کر کہا۔

"جناب۔ جب تک آقا نہ بلائیں ہم از خود نہ آ سکتے ہیں اور نہ ہی کچھ کر سکتے ہیں۔ اب آقا نے بلایا ہے تو حاضر ہو گیا ہوں"..... مجاگو نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"صندوقچی تو ہمارے پاس پہنچ چکی ہے لیکن ان پاکیشائی ایجنٹوں کا کیا ہوا ہے"..... ڈاکٹر گارشین نے کہا۔

"جناب۔ وہ نہ صرف زندہ ہیں بلکہ انہوں نے اساد کو بھی ہلاک کر دیا ہے"..... مجاگو نے کہا تو اس کی بات سن کر ڈاکٹر گارشین اور نادر دونوں بے اختیار اچھل پڑے۔

"کیا کہہ رہے ہو۔ کیا تم پاگل ہو۔ ابھی تمہارے آنے سے چند لمحے پہلے فون پر میری اساد سے بات ہو رہی تھی"..... ڈاکٹر گارشین نے غصیلے اور چیختے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میں درست کہہ رہا ہوں جناب۔ جس نے آپ سے باتیں کی ہیں وہ اساد نہیں تھا بلکہ وہ پاکیشائی عمران تھا۔ اس کے پاس یہ خاص صلاحیت ہے کہ وہ کسی کی آواز اور لہجے کی نقل اس انداز میں

کر لیتا ہے کہ خود وہ آدمی جس کی نقل اتاری جائے حیران رہ جاتا ہے"..... مجاگو نے جواب دیا تو ڈاکٹر گارشین اور نادر دونوں حیرت بھری نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

"وہ لارڈ ارنسٹ نے اس نے جو باتیں کی ہیں"..... ڈاکٹر گارشین نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"وہ لارڈ ارنسٹ نہیں تھا۔ وہ وہی عمران ہی تھا۔ وہ لارڈ ارنسٹ کی آواز اور لہجے میں آپ سے باتیں کر رہا تھا اور اب وہ لارڈ ارنسٹ کے روپ میں آپ سے اس لئے ملنے آ رہا ہے تاکہ آپ سے یہ صندوقچی دوبارہ حاصل کر سکے"..... مجاگو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"میں لارڈ ارنسٹ کی آواز بخوبی پہچانتا ہوں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی اس حد تک نقل کر سکے"..... ڈاکٹر گارشین نے تیز اور قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

"میں نے جو بتانا تھا وہ بتا دیا ہے جناب۔ اب آپ کی مرضی کہ اسے تسلیم کریں یا نہ کریں"..... مجاگو نے سپاٹ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"مجاگو۔ کیا تم اس صندوقچی کو کھولنے کی کوئی ترکیب جانتے ہو"..... نادر نے اچانک کہا۔

"نہیں آقا۔ میں تو اس کے قریب بھی نہیں جا سکتا۔ اور نہ ہی مجھے معلوم ہے کہ یہ کیسے کھل سکتی ہے"..... مجاگو نے جواب دیا۔

"کیا اس دنیا میں کوئی ایسا شخص موجود ہے جو اسے کھول سکے"..... نادر نے دوبارہ پوچھا۔

"قاہرہ میں ایک بوڑھا امام مسجد رہتا ہے۔ اس کو بابا جان کہا جاتا ہے۔ اصل نام ایسا ہے جو میں اپنے منہ سے نہیں نکال سکتا۔ وہ روشنی کی ایک بہت بڑی شخصیت ہے۔ بذات خود سادہ اور سیدھا سا آدمی ہے۔ اگر وہ تیار ہو جائے تو وہ آسانی سے اسے کھول سکتا ہے"..... مجاگو نے کہا۔

"اسے کیسے تیار کیا جائے"..... نادر نے پوچھا۔

"اسے یقین دلا دیں کہ اس کے کھلنے سے نیکی بڑھے گی۔ دنیا میں امن و سکون میں اضافہ ہوگا تو وہ اسے کھول دے گا"..... مجاگو نے جواب دیا۔

"اسے یہاں کیسے لایا جا سکتا ہے"..... ڈاکٹر گارشین نے پوچھا۔

"وہ یہاں نہیں آئے گا۔ اس کے لئے آپ کو قاہرہ جانا ہوگا اور ویسے بھی وہ عمران یہاں آ رہا ہے۔ آپ اس صندوقچی سمیت یہاں سے فوری روانہ ہو جائیں اور کسی کو نہ بتائیں کہ آپ کہاں جا رہے ہیں۔ اس طرح عمران ناکام رہے گا اور آپ بابا جان کو راضی کر کے اس سے صندوقچی کھلوا سکتے ہیں لیکن یہ کام آقا نادر نہیں کر سکتے کیونکہ آقا نادر کا تعلق شیطان سے ہے اور بابا جان انہیں ایک لمحے میں پہچان جائیں گے البتہ ڈاکٹر گارشین یہ کام کر سکتے

"ہیں"..... جیگاجو نے جواب دیا۔

"میں ساتھ تو جا سکتا ہوں"..... نادر نے کہا۔

"ہاں۔ آپ قاہرہ تک ساتھ جا سکتے ہیں لیکن بابا جان سے اکیلے ڈاکٹر گارشین ہی ملیں"..... جیگاجو نے کہا۔

"ٹھیک ہے تم جاؤ۔ ہم یہاں سے فوری روانگی کا انتظام کرتے ہیں۔ فاصلہ کافی زیادہ ہے اس لئے ہمیں قاہرہ پہنچتے پہنچتے بھی دو روز تو لگ جائیں گے"..... ڈاکٹر گارشین نے کہا تو جیگاجو سر ہلاتا ہوا مڑا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

عمران اپنے ساتھیوں سمیت جیپ میں سوار قندوز کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا۔ اس نے گولڈن کلب کے اسٹاد کو اس کے آفس میں گھیر لیا تھا اور پھر اسٹاد کو بتانا پڑا کہ اس نے یہ ساری کارروائی قندوز کے ڈاکٹر گارشین کے کہنے پر کی ہے اور اس نے ہی عمران کو ڈاکٹر گارشین کے بارے میں تمام تفصیل بتائی تھی۔ چونکہ عمران کو خطرہ تھا کہ کہیں ڈاکٹر گارشین ان کے پہنچنے تک صندوقچی کو کھول نہ لے۔ اس لئے اس نے اسٹاد کے آفس سے ہی فون پر ڈاکٹر گارشین سے بات کی تو اسے معلوم ہوا کہ ابھی صندوقچی کو کھولا نہیں جا سکا تو اس نے لارڈ ارنسٹ بن کر اسے آفر کر دی اور ڈاکٹر گارشین لارڈ ارنسٹ کا سن کر فوراً تیار ہو گیا۔ عمران چونکہ لارڈ ارنسٹ کو بہت اچھی طرح جانتا تھا اور کئی بار اس سے مل چکا تھا اس لئے اس نے خود لارڈ ارنسٹ بننے کا فیصلہ کر لیا اور پھر میک اپ کر کے وہ سب جیپ کے

ذریعے آرزوق سے قندوز کے لئے روانہ ہو گئے۔ اساد کو انہوں نے اس کے آفس میں ہی ہلاک کر دیا تھا۔ گو عمران نے کوشش کی تھی کہ آرزوق سے قندوز کے لئے کوئی ہیلی کاپٹر ہائر کیا جا سکے لیکن چونکہ آرزوق میں ایسی کوئی سروس موجود نہ تھی اس لئے مجبوراً انہیں جیپ پر ہی سفر کرنا پڑا تھا۔ یہ وہی جیپ تھی جسے وہ ایک کھنڈر نما احاطے میں چھپا کر چھوڑ گئے تھے۔ ان کی جیپ تو قندوز پہلے ہی پہنچ چکی تھی۔ اب جبکہ اساد ہلاک ہو چکا تھا تو انہوں نے اس جیپ پر ہی قندوز پہنچنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ جیپ کی ڈرائیونگ سیٹ پر صفدر تھا جبکہ سائیڈ سیٹ پر جولیا اور عقبی سیٹوں پر عمران، تنویر اور کیپٹن شکیل موجود تھے۔ عمران چونکہ بوڑھے لارڈ ارنسٹ کے میک اپ میں تھا اور مصر میں چونکہ بوڑھے آدمیوں پر ڈرائیونگ کرنے پر پابندی تھی اس لئے عمران عقبی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے آنکھیں بند کر رکھی تھیں اور سر سیٹ کی پشت سے لگایا ہوا تھا۔

"عمران صاحب۔ ڈاکٹر گارشین کو اس بارے میں کیسے علم ہوا ہوگا"...... اچانک ساتھ بیٹھے ہوئے کیپٹن شکیل نے کہا۔

"وہ بھی امیزمیروم کی کیمیگری کا آدمی ہوگا"...... عمران نے آنکھیں کھول کر سیدھے ہوتے ہوئے کہا۔

"نہیں عمران صاحب۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ صندوقچی کو ہاتھ بھی نہ لگا سکتا۔ امیزمیروم نے بھی اس کام کے لئے حاتم شیرازی کی خدمات حاصل کی تھیں"...... ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے صفدر نے

کہا۔

"میں تو یہ سوچ رہا ہوں کہ یہ کیسا مشن ہے کہ اگر صندوقچی کھول لی گئی تو مشن ناکام ہو جائے گا جبکہ اس کے کھولنے کا کوئی نسخہ ہمارے پاس نہیں ہے۔ اس طرح کب تک یہ سب کچھ چل سکتا ہے"...... جولیا نے کہا۔

"میرا خیال ہے عمران صاحب کہ آپ اس سلسلے میں پاکیشیا میں سید چراغ شاہ صاحب سے فون پر رابطہ کریں۔ وہ اتنے بڑے بزرگ ہیں کہ ضرور اس بارے میں کوئی نہ کوئی رہنمائی کر سکیں گے"...... اس بار صفدر نے کہا۔

"نہیں۔ وہ ایسے مشورے نہیں دیا کرتے۔ ان کا کہنا ہوتا ہے کہ آگے بڑھتے رہو۔ اللہ تعالیٰ خود ہی کوئی نہ کوئی راستہ بنا دے گا۔ وہ عمل پر زیادہ زور دیتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ عمل ضروری ہے"...... عمران نے جواب دیا۔

"ہاں۔ ان کی بات درست ہے۔ میں بھی تو یہی کہتا ہوں کہ سوچنے کی بجائے عمل کیا جائے"...... خاموش بیٹھے ہوئے تنویر نے اچانک کہا تو سب بے اختیار مسکرا دیئے۔ اسی طرح باتیں کرتے ہوئے وہ چھ گھنٹوں کے مسلسل اور خاصے تیز رفتار سفر کے بعد قندوز پہنچ گئے۔ قندوز میں ڈاکٹر گارشین کی رہائش گاہ کا پتہ انہیں آسانی سے مل گیا اور تھوڑی دیر بعد وہ ایک شاندار اور جدید انداز کی کوٹھی کے بند گیٹ کے سامنے موجود تھے۔ عمران جیپ سے نیچے اتر آیا

جبکہ جولیا اس کی سیکرٹری کی حیثیت سے اور تنویر اور کیپٹن شکیل اس کے باڈی گارڈز تھے۔

"جی صاحب"..... گیٹ کے باہر موجود دربان نے آگے بڑھ کر سلام کرتے ہوئے کہا۔

"ڈاکٹر صاحب سے کہو کہ لارڈ ارنسٹ آئے ہیں"..... عمران نے لارڈ ارنسٹ کی آواز اور لہجے میں کہا۔

"وہ تو قاہرہ گئے ہیں جناب"..... دربان نے جواب دیا۔

"قاہرہ۔ لیکن انہوں نے تو یہاں بلایا ہے"..... عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

"مجھے تو معلوم نہیں۔ بہرحال میں پھاٹک کھولتا ہوں۔ آپ جیپ اندر لے جائیں۔ انچارج واسدی سے بات کر لیں۔ شاید وہ اسے کوئی پیغام دے گئے ہوں"..... دربان نے مودبانہ لہجے میں کہا اور عمران کے اثبات میں سر ہلانے پر وہ چھوٹی کھڑکی کھول کر اندر چلا گیا۔

"میرا خیال ہے اسے کسی طرح ہمارے بارے میں اطلاع مل گئی ہے۔ اس لئے وہ روپوش ہو گیا ہے"..... عمران نے دوبارہ جیپ میں سوار ہوتے ہوئے کہا۔

"اس واسدی کو سب کچھ معلوم ہوگا"..... جولیا نے بھی اپنی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا اور عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ کیپٹن شکیل اور تنویر بھی جیپ میں سوار ہو گئے۔ چند لمحوں بعد پھاٹک کھلا تو

صفدر نے جیپ آگے بڑھا دی۔ پورچ وسیع و عریض تھا لیکن اس وقت وہ خالی تھا۔ صفدر نے پورچ میں جا کر جیپ روکی اور پھر وہ سب نیچے اتر آئے۔ اسی لمحے اصل عمارت کے برآمدے کی سیڑھیاں اتر کر ایک ادھیڑ عمر آدمی تیزی سے آگے بڑھا۔

"مجھے واسدی کہتے ہیں۔ میں ہاؤس کیپر ہوں"..... آنے والے نے قریب آ کر مودبانہ لہجے میں کہا۔

"یہ لارڈ ارنسٹ ہیں۔ میں ان کی سیکرٹری ہوں اور یہ باڈی گارڈز ہیں۔ ہماری ڈاکٹر گارشین سے ملاقات طے ہے"..... جولیا نے سیکرٹری کے انداز میں اپنا، عمران اور اپنے ساتھیوں کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"ڈاکٹر صاحب تو قاہرہ گئے ہیں اور ان کی واپسی ایک ہفتے بعد ہوگی"..... واسدی نے جواب دیا۔

"کیا تم تمام باتیں یہیں کھڑے کھڑے کرو گے۔ کیا اب ہم اس قابل بھی نہیں ہیں کہ کسی جگہ بیٹھ سکیں"..... عمران نے ناراض سے لہجے میں کہا۔

"اوہ سوری سر۔ تشریف لائیے"..... واسدی نے قدرے شرمندہ سے لہجے میں کہا اور پھر وہ انہیں لے کر ایک کافی بڑے اور انتہائی جدید انداز میں سجائے گئے ڈرائنگ روم میں آ گیا۔

"تشریف رکھیں اور فرمائیں آپ کیا پینا پسند کریں گے"..... واسدی نے کہا۔

"اب تم میرے سوالوں کا جواب دو"...... عمران کا لہجہ یکلخت تبدیل ہو گیا تو واسدی بے اختیار چونک پڑا۔

"تم اٹھ کر دروازہ اندر سے بند کر دو"...... عمران نے ساتھ بیٹھے ہوئے صفدر سے کہا تو صفدر اٹھ کر تیزی سے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"واسدی۔ تم مسلمان ہو"...... عمران نے واسدی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"جی ہاں۔ الحمدللہ میں مسلمان ہوں"...... واسدی نے جواب دیا۔

"تم کب سے یہاں کام کر رہے ہو"...... عمران نے پوچھا۔

"پندرہ سالوں سے"...... واسدی نے جواب دیا۔

"تمہارے ڈاکٹر گارشین کا تعلق کس شیطان سے ہے"...... عمران نے کہا تو واسدی بے اختیار اچھل پڑا۔

"شیطان سے۔ اوہ نہیں جناب۔ وہ تو اپنے معاملات میں نہیں پڑتے۔ وہ تو پڑھے لکھے والے آدمی ہیں اور بس"...... واسدی نے جواب دیا۔

"اس کے باوجود انہوں نے آرزوق کے اسپاو کو کہہ کر لوگوں پر حملہ کرایا اور وہ سیاہ رنگ کی چھوٹی سی صندوقچی اڑا لی جس میں شیطانی طاقتیں بھری ہوئی ہیں"...... عمران کا لہجہ یکلخت غراہٹ آمیز ہو گیا تھا۔

"وہ۔ وہ میرے خیال میں۔ نہیں جناب۔ مجھے کچھ معلوم نہیں

ہے"...... واسدی کچھ کہتے کہتے بات کا رخ پھیر گیا۔

"اوکے۔ پھر ہم چلتے ہیں"...... عمران نے یکلخت اٹھتے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ واسدی کچھ سمجھتا عمران کا بازو بجلی کی سی تیزی سے گھوما اور کنپٹی پر پڑنے والی ضرب کھاتے ہی واسدی چیختا ہوا اچھل کر نیچے قالین پر جا گرا۔ نیچے گرتے ہی اس نے تیزی سے اٹھنے کی کوشش کی لیکن عمران نے اس کی گردن پر پیر رکھ کر اوپر کو موڑا تو واسدی کا اٹھنے کے لئے سمٹتا ہوا جسم ایک جھٹکے سے سیدھا ہو گیا۔ اس کے منہ سے خرخراہٹ کی آوازیں نکلنے لگیں تو عمران نے پیر واپس کر دیا۔

"سب کچھ بتا دو واسدی۔ کہاں ہے ڈاکٹر گارشین اور وہ صندوقچی"...... عمران نے غراتے ہوئے کہا۔

"وہ۔ وہ واقعی قاہرہ گئے ہیں نادر کے ساتھ۔ نادر کے ساتھ"...... واسدی نے رک رک کر اور انتہائی تکلیف سے رکتے لہجے میں کہا۔

"کون نادر"...... عمران نے کہا تو واسدی نے نادر کے بارے میں جو کچھ بتایا اس کے مطابق وہ نادر انتہائی پراسرار آدمی ہے لیکن لوگوں کا کہنا ہے کہ اس کے پاس شیطانی طاقتیں ہیں۔

"وہ قاہرہ کہاں اور کس کے پاس گئے ہیں"...... عمران نے پیر کو دوبارہ موڑتے ہوئے کہا۔

"بتاتا ہوں۔ بتاتا ہوں۔ مجھے میرے لئے خدا کی قسم۔ میں سب کچھ سچ سچ

بتا دوں گا''...... واسدی نے کہا تو عمران نے نہ صرف پیر ہٹا لیا بلکہ جھک کر اس نے واسدی کو بازو سے پکڑ کر سامنے موجود صوفے پر اس طرح اچھال دیا جیسے واسدی گوشت پوست کی بجائے کاغذ کا بنا ہوا ہو۔ واسدی بے اختیار دونوں ہاتھوں سے اپنی گردن مسل رہا تھا۔ لیکن اس کی آنکھوں میں عمران کے لئے بے پناہ حیرت تھی۔

''آپ اس قدر بوڑھے ہو کر بھی اس قدر طاقتور ہیں''...... واسدی نے گلے سے ہاتھ ہٹاتے ہوئے کہا۔

''تم نے چونکہ خدا کی قسم کھائی ہے اور تم مسلمان بھی ہو۔ اس لئے میں نے تمہیں اس حالت تک نہیں پہنچایا کہ تم سب کچھ بتانے کے بعد زندہ رہنے کے قابل بھی نہ رہتے۔ ہمیں صرف معلومات چاہئیں۔ درست معلومات۔ اس طرح تم زندہ بچ جاؤ گے اور یہ بھی سن لو کہ ہمارے علاوہ اور کسی کو بھی یہ معلوم نہیں ہوگا کہ تم نے ہمیں کچھ بتایا ہے اور اگر تم نے دوبارہ انکار کیا یا مجھے چکر دینے کی کوشش کی تو پھر اپنے بدترین انجام کے تم خود ذمہ دار ہو گے''...... عمران نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

''میں سب کچھ بتا دوں گا۔ مجھے مت مارو۔ ڈاکٹر صاحب واقعی نادر کے ساتھ قاہرہ گئے ہیں۔ وہ جب گئے تھے اور انہیں یہاں سے گئے ہوئے چار گھنٹے ہو چکے ہیں۔ وہ صندوقچی بھی اپنے ساتھ لے گئے ہیں۔ انہوں نے جانے سے پہلے مجھے بلا کر کہا تھا کہ جو بھی آئے اسے سچ بتا دیا جائے اور واسدی کا پوچھا جائے تو

ایک ہفتہ بتا دیا جائے''...... واسدی نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔ اس کا لہجہ بتا رہا تھا کہ وہ سچ بول رہا ہے۔

''کیوں۔ وہ اچانک کیوں چلا گیا ہے۔ کیا اسے کسی نے کوئی اطلاع دی تھی''...... عمران نے کہا۔

''نہیں۔ پہلے ایک آدمی اسادر کی طرف سے آیا تھا۔ وہ صندوقچی لے آیا تھا۔ نادر اس وقت یہاں موجود تھا پھر اس کے بعد تو کوئی نہیں آیا۔ البتہ''...... واسدی بات کرتے کرتے رک گیا تھا۔

''بولو۔ سچ بول دو''...... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

''میں اس لئے رک گیا ہوں کہ کہیں آپ یہ نہ سمجھیں کہ میں جھوٹ بول رہا ہوں۔ ویسے بھی یہ میرا صرف خیال ہے''...... واسدی نے کہا۔

''کیا۔ کھل کر بات کرو۔ تمہارے لہجے سے ہی میں سمجھ جاؤں گا کہ تم سچ بول رہے ہو یا نہیں''...... عمران نے کہا۔

''میرے خیال میں نادر کی کسی شیطانی طاقت نے انہیں کوئی اطلاع دی ہے''...... واسدی نے کہا تو عمران اور اس کے سارے ساتھی واسدی کی بات سن کر بے اختیار چونک پڑا۔

''کیسے یہ خیال آیا تمہیں''...... عمران نے پوچھا۔

''باس اور نادر اپنے مخصوص کمرے میں تھے۔ میں باہر برآمدے میں موجود تھا تاکہ اگر باس طلب کریں تو میں فوراً ان کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں۔ میں ایک کونے میں دیوار کے ساتھ

کھڑا تھا کہ اچانک میں نے نادر کو دروازہ کھول کر باہر آتے دیکھا۔ نادر نے مجھے نہیں دیکھا۔ اس کا رخ ایک اندھیرے کونے کی طرف تھا۔

"آ جاؤ مجاگو"...... اچانک مجھے نادر کی آواز سنائی دی۔ وہ ایسے بول رہا تھا جیسے کسی کو بلا رہا ہو۔ میں حیران ہوا ہی تھا کہ میں نے اس اندھیرے کونے سے ایک عجیب ہیئت کے آدمی کو نکل کر آتے دیکھا۔ وہ آدمی بے حد دبلا پتلا تھا لیکن اس کا سر اس کے جسم کی مناسبت سے اس قدر بڑا تھا جیسے کسی پتلی سی لکڑی کے سرے پر بڑا سا گھڑا رکھا ہوا ہو۔ پھر نادر اس آدمی کو اپنے ساتھ لے کر اندر چلا گیا۔ میں چونکہ خود خوفزدہ ہو گیا تھا۔ اس لئے میں وہاں سے چلا گیا اور میں نے اپنی جگہ اپنے ایک ماتحت کو وہاں بھجوا دیا۔ پھر کچھ دیر بعد باس نے ڈرائیور کو طلب کیا اور پھر وہ اس نادر اور ڈرائیور کو ساتھ لے کر قاہرہ روانہ ہو گئے۔ البتہ وہ عجیب ہیئت کا آدمی ان کے ساتھ نہ تھا اور نہ ہی وہ مجھے دوبارہ نظر آیا"...... واسدی نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا اور عمران اس آدمی کا حلیہ سن کر ہی سمجھ گیا کہ واسدی کا خیال درست ہے۔ اس کا نام بھی بتا رہا تھا اور حلیہ بھی کہ وہ کوئی شیطانی طاقت تھی۔

"ڈاکٹر قاہرہ میں کہاں گیا ہے۔ کس کے پاس گیا ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"مجھے نہیں معلوم۔ البتہ میں نے انہیں نادر کو یہ کہتے سنا تھا کہ

اگر باباجان نے توجہ نہ کی تو وہ ان پر زبردستی کرے گا۔ بس اتنی سی بات میں نے سنی تھی"...... واسدی نے جواب دیا۔

"یہ باباجان کون ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"مجھے نہیں معلوم۔ میں نے تو یہ نام ہی پہلی بار سنا ہے"...... واسدی نے جواب دیا اور عمران نے ہاتھ بڑھا کر سامنے پڑے ہوئے فون کا رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"انکوائری پلیز"...... دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"یہاں سے قاہرہ کا رابطہ نمبر دیں"...... عمران نے کہا تو دوسری طرف سے نمبر بتا دیا گیا۔ عمران نے کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ اسے اچانک دار پوش کا خیال آ گیا تھا۔ اسے انہوں نے واپسی پر قندوز چھوڑا تھا تاکہ وہ وہاں سے قاہرہ اپنے آبائی گھر واپس جا سکے اور دار پوش نے واپس جاتے ہوئے عمران کو قاہرہ آنے کی دعوت دی تھی اور ساتھ ہی اپنا فون نمبر بتا دیا تھا تاکہ اگر وہ آئیں تو آنے سے پہلے فون کر لیں اور یہ فون نمبر عمران کو یاد تھا۔ اس نے دار پوش کا ہی نمبر پریس کیا تھا۔

"دار پوش بول رہا ہوں"...... دوسری طرف سے دار پوش کی آواز سنائی دی۔

"عمران بول رہا ہوں قندوز سے"...... عمران نے کہا۔

"اوہ۔ عمران صاحب آپ۔ لیکن آپ تو آرزوق جا رہے تھے"...... دار پوش نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"دار پوش۔ یہ بتاؤ کہ تم قاہرہ میں کسی بابا لعجان سے واقف ہو"...... عمران نے کہا۔

"ہاں۔ قاہرہ میں انہیں کون نہیں جانتا۔ وہ بے حد نیک بزرگ ہیں اور قاہرہ کی جامع مسجد کے امام ہیں"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"اچھا سنو۔ کیا کسی طرح ایسا ممکن ہے کہ تم قاہرہ سے کوئی ہیلی کاپٹر چارٹرڈ کرا کر یہاں قندوز پہنچ سکو اور پھر ہمیں اس ہیلی کاپٹر میں واپس لے جاؤ۔ اخراجات کی فکر مت کرو۔ ہم فوراً قاہرہ پہنچنا چاہتے ہیں"...... عمران نے کہا۔

"ہاں۔ کیوں نہیں۔ یہاں قاہرہ میں آسانی سے چارٹرڈ ہیلی کاپٹر سروس مل سکتی ہے۔ لیکن"...... دار پوش نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"سوال جواب نہیں۔ تم فوراً ہیلی کاپٹر لے کر قندوز میں ڈاکٹر گارشین کی کوٹھی پہنچو۔ کیا تم نے ڈاکٹر گارشین کی کوٹھی دیکھی ہوئی ہے"...... عمران نے کہا۔

"نہیں جناب۔ میں تو یہ نام ہی پہلی بار سن رہا ہوں"...... دار پوش نے کہا تو عمران نے واسدی سے تفصیل معلوم کر کے اسے

بتا دی۔

"ٹھیک ہے جناب۔ لیکن یہ سروس کافی مہنگی ہے"...... دار پوش نے قدرے ہچکچاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میں نے کہا ہے کہ تم بے فکر رہو اور سنو۔ تمہیں اتنا انعام بھی علیحدہ ملے گا کہ تمہاری باقی زندگی سکھی گزر جائے گی"...... عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے جناب۔ آپ نے پہلے بھی مجھے بھیجتے ہوئے خاصی رقم دی تھی۔ میں پہنچ رہا ہوں"...... دوسری طرف سے کہا گیا تو عمران نے اوکے کہہ کر رسیور رکھ دیا۔

"اب تم بتاؤ۔ تمہارے اور تمہارے ساتھیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے"...... عمران نے واسدی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"کک۔ کک۔ کیا مطلب"...... واسدی نے چونک کر اور حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہم بڑی آسانی سے تمہیں اور یہاں موجود تمام افراد کو ہلاک کر سکتے ہیں کیونکہ ہمارے یہاں سے جانے کے بعد تم ڈاکٹر گارشین کو کسی بھی صورت مطلع کر سکتے ہو اور یہ بات ہمارے حق میں نہیں جائے گی جبکہ تمہارے اور یہاں موجود افراد کے ہلاک ہونے کی صورت میں یہ خطرہ باقی نہیں رہے گا"...... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"لیکن مجھے تو ان کا فون نمبر معلوم نہیں ہے اور نہ ہی یہ معلوم

ہے کہ وہ کہاں جا کر ٹھہریں گے''...... واسدی نے کہا۔

''وہ لازماً وہاں پہنچ کر تمہیں فون کریں گے تاکہ معلوم کر سکیں کہ لارڈ ارنسٹ آئے تھے یا نہیں اور تم نے انہیں ساری بات بتا دینی ہے''...... عمران نے کہا۔

''نہیں۔ میں حلف اٹھا کر کہتا ہوں کہ انہیں کچھ نہیں بتاؤں گا''...... واسدی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے دونوں ہاتھ اٹھا کر حلف دیا۔ اسی لمحے فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

''اس کا منہ بند کرو''...... عمران نے کہا تو کیپٹن شکیل نے بجلی کی سی تیزی سے بڑھ کر واسدی کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ عمران نے رسیور اٹھا لیا۔

''یس۔ واسدی بول رہا ہوں''...... عمران نے واسدی کی آواز اور لہجے میں کہا۔

''باس کی کال ہے۔ چونکہ آپ ڈرائنگ روم میں ہیں اس لئے میں نے کال یہاں ٹرانسفر کر دی ہے''...... دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی اور عمران نے لاؤڈر کا بٹن پریس کر دیا۔

''یس باس۔ میں واسدی بول رہا ہوں''...... عمران نے ہلکی سی کھٹک کی آواز سن کر انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''کیا ہوا۔ لارڈ ارنسٹ آئے یا نہیں''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''وہ آئے تھے جناب۔ ان کے ساتھ ان کی سیکرٹری، ایک

ڈرائیور اور دو باڈی گارڈز بھی تھے۔ میں نے انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھایا۔ پھر انہیں مشروبات دیئے اور انہیں بتایا کہ آپ ایک ہفتے کے لئے قاہرہ گئے ہیں تو وہ یہ کہہ کر واپس چلے گئے کہ اب وہ ایک ہفتہ بعد آئیں گے''...... عمران نے جواب دیا۔

''کیا تم واقعی واسدی بول رہے ہو۔ بتاؤ تمہارے باپ کا کیا نام ہے''...... دوسری طرف سے کہا گیا تو عمران نے کیپٹن شکیل کو ہاتھ ہٹانے کا اشارہ کر کے رسیور واسدی کے کان سے لگا دیا۔

''بولو۔ خاموش کیوں ہو گئے ہو''...... دوسری طرف سے چونک کر کہا گیا۔

''جناب۔ میں اس لئے حیران ہو گیا ہوں کہ آپ ایسا کیوں پوچھ رہے ہیں۔ ویسے میرے والد کا نام مبارک احمد تھا''...... واسدی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اوکے۔ ٹھیک ہے۔ اب قاہرہ پہنچ کر ہی تمہیں کال کروں گا''...... دوسری طرف سے اطمینان بھرے لہجے میں کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے رسیور واپس کریڈل پر رکھ دیا۔

''تم نے اپنی اور اپنے ساتھیوں کی زندگی بچا لی ہیں''...... عمران نے کہا تو واسدی کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات ابھر آئے۔

دار پوش کار لئے قندوز سے قاہرہ آنے والی سڑک کے ایک چوک کے قریب موجود تھا۔ وہ ہیلی کاپٹر لے کر قندوز پہنچا تھا اور پھر وہاں سے عمران اور اس کے ساتھیوں کو لے کر وہ چند گھنٹوں میں واپس قاہرہ پہنچ گئے تھے۔ عمران اور اس کے ساتھیوں کے کہنے پر اس نے قاہرہ کے ایک ریئل اسٹیٹ کے ذریعے ان کے لئے ایک رہائش گاہ کا انتظام کر دیا تھا جس میں دو کاریں بھی موجود تھیں۔ عمران نے ہیلی کاپٹر سروس کو رقم کے ساتھ ساتھ اسے بھی بھاری رقم انعام کے طور پر دی تھی۔ ویسے بھی جب سے امیر میروم نے دار پوش کی بیٹی زوہیرا کو ہلاک کرایا تھا دار پوش کی تمام تر ہمدردیاں عمران کے ساتھ ہو گئی تھیں۔ اسے معلوم ہو چکا تھا کہ امیر میروم کیا چاہتا تھا اور عمران اور اس کے ساتھی پاکیشیا سے یہاں آ کر کیا کرنا چاہتے ہیں اور اسے عمران اور اس کے ساتھیوں کے اس ایثار نے بے حد

متاثر کیا تھا کہ یہ لوگ پوری دنیا کے مسلمانوں کو یہودیوں اور کافروں سے بچانے کے لئے اس انداز میں جدو جہد کر رہے ہیں جبکہ ذاتی طور پر اس سارے مشن میں ان کا کوئی فائدہ نہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اب عمران کے احکامات کی تعمیل بالکل اس طرح کرتا تھا جیسے عمران اس کا باس ہو۔ عمران نے اسے کہا تھا کہ وہ کار لے کر اس جگہ پہنچ جائے جہاں سے ڈاکٹر گارشین نے جیپ کے ذریعے قاہرہ میں داخل ہونا ہے اور اس کا تعاقب کرتا ہوا یہ معلوم کرے کہ وہ قاہرہ میں کہاں ٹھہرتا ہے۔ عمران نے اسے ہدایت کی تھی کہ وہ ہرگز کسی معاملے میں مداخلت نہ کرے کیونکہ صندوقچی ان کے پاس تھی اور اگر انہیں کوئی شک پڑ گیا تو وہ صندوقچی کو کہیں بھی چھپا سکتے ہیں۔ اس طرح معاملات مزید خراب ہو سکتے تھے جبکہ خود عمران بابا جان سے ملاقات کے لئے ان کی رہائش گاہ کی طرف چلا گیا تھا اور دار پوش یہاں پہنچ گیا تھا۔ پھر کئی گھنٹوں کے انتظار کے بعد اس نے وہ جیپ چیک کر لی کیونکہ عمران نے اسے جیپ کے نمبر کے بارے میں بھی بتا دیا تھا اور ساتھ ہی ڈاکٹر گارشین کا حلیہ بھی بتا دیا تھا۔ جیپ کے بارے عمران نے تفصیلات ڈاکٹر گارشین کے ہاؤس کیپر واسنڈی سے معلوم کی تھیں اور بقول عمران کے ڈاکٹر گارشین کا حلیہ اس نے اس کی رہائش گاہ کے ڈرائنگ روم میں موجود تصویر سے معلوم کیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد جیپ چوک کراس کر کے آگے بڑھ گئی اور دار پوش نے جیپ کی عقبی طرف بیٹھے ہوئے ڈاکٹر گارشین کو

بھی پہچان لیا تھا۔ اس کے ساتھ ایک اور آدمی بھی تھا۔ ایک بار تو داریوش کو خیال آیا کہ وہ جیپ کو زبردستی روک کر ان سے وہ صندوقچی چھین لے لیکن پھر اس نے اپنا ارادہ اس لئے تبدیل کر دیا کہ عمران نے اسے سختی سے منع کیا تھا کہ وہ کسی بھی معاملے میں مداخلت نہ کرے۔ اس لئے وہ خاموش رہا اور اس خاموشی کے دوران وہ مناسب فاصلہ دے کر اس جیپ کا تعاقب کرتا رہا جس میں ڈاکٹر گارشین موجود تھا۔ داریوش چونکہ تربیت یافتہ تھا اس لئے اسے تعاقب کرنے کا سلیقہ بھی آتا تھا اور تعاقب کے دوران انہوں نے تقریباً آدھا قاہرہ گھوم لیا۔

"یہ آخر کہاں جا رہے ہیں"...... داریوش نے بڑبڑاتے ہوئے کہا لیکن اسی لمحے وہ یہ دیکھ کر چونک پڑا کہ ڈاکٹر گارشین کی جیپ قاہرہ کے سب سے بڑے اور مشہور ہوٹل فراعنہ کے کمپاؤنڈ گیٹ میں مڑ گئی اور جب داریوش کی کار وہاں پہنچی تو اس نے بھی اپنی کار کمپاؤنڈ گیٹ میں موڑ دی اور اس نے پارکنگ سے نکل کر ڈاکٹر گارشین کو ہوٹل کے مین گیٹ کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا۔ ڈاکٹر گارشین نے ایک تھیلا ہاتھ میں اٹھایا ہوا تھا۔ داریوش سمجھ گیا کہ اسی تھیلے میں وہ صندوقچی ہو گی جس کے لئے یہ سارا کھیل کھیلا جا رہا ہے۔ اس نے کار پارکنگ میں روکی اور پھر نیچے اتر کر اس نے کار لاک کی اور پھر پارکنگ بوائے سے کارڈ لے کر وہ مڑا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا مین گیٹ کی طرف بڑھ گیا جبکہ ڈاکٹر گارشین اور اس کا

ساتھی ہوٹل کے اندر جا چکے تھے۔ تھوڑی دیر بعد داریوش بھی مین گیٹ کراس کر کے ہوٹل کے اندر پہنچا اور پھر وہ کاؤنٹر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ ڈاکٹر گارشین اور اس کا ساتھی کاؤنٹر پر موجود تھے۔ داریوش ان کے قریب بلکہ ان کے بالکل عقب میں جا کر رک گیا۔

"کمرہ نمبر تین سو اٹھارہ۔ ڈبل بیڈ جناب"...... کاؤنٹر پر موجود نوجوان کی آواز داریوش کو سنائی دی۔

"اوکے"...... ڈاکٹر گارشین نے کہا۔

"جناب۔ یہ تھیلا مجھے دے دیں۔ میں پہنچا دیتا ہوں"...... اسی لمحے سائیڈ پر موجود پورٹر نے آگے بڑھ کر ڈاکٹر گارشین سے کہا۔

"نہیں۔ یہ میں خود اٹھاؤں گا۔ تھینک یو"...... ڈاکٹر گارشین نے انتہائی سخت اور ترش لہجے میں کہا تو پورٹر پیچھے ہٹ گیا اور ڈاکٹر گارشین اور اس کا ساتھی لفٹ کی طرف بڑھ گئے۔ داریوش اب پیچھے ہٹ گیا تھا کیونکہ اسے معلوم ہو گیا تھا کہ یہ دونوں تیسری منزل کے کمرہ نمبر تین سو اٹھارہ میں رہیں گے۔ ہوٹلوں کے سسٹم کے مطابق ہر منزل کے کمرے کے ساتھ منزل کے مطابق سو لگا دیا جاتا تھا۔ اس لئے تین سو کا مطلب تھا تیسری منزل۔ داریوش چند لمحے کھڑا سوچتا رہا۔ پھر اس طرف کو بڑھ گیا جہاں پبلک فون بوتھز کی ایک طویل قطار تھی جس میں انٹرنیشنل فون بوتھز علیحدہ تھے اور لوکل فون بوتھز علیحدہ تھے۔ داریوش لوکل فون بوتھ میں داخل ہوا۔ اس نے جیب سے ایک کارڈ نکال کر فون پیس کے مخصوص خانے میں ڈالا اور

اسے جیسے ہی اس نے دبایا فون کے اوپر والے خانے میں سبز رنگ کا بلب جل اٹھا تو دار پوش نے ہک سے رسیور اٹھایا اور اس کوٹھی کے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے جو عمران اور اس کے ساتھیوں کی رہائش گاہ تھی۔ دوسری طرف سے کچھ دیر تک گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دیتی رہی۔ پھر رسیور اٹھا لیا گیا۔

"ہیلو"...... دوسری طرف سے ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

"دار پوش بول رہا ہوں"...... دار پوش نے کہا۔

"علی عمران بول رہا ہوں"...... دوسری طرف سے عمران کی آواز سنائی دی۔

"عمران صاحب۔ میں ہوٹل فراغنہ سے بول رہا ہوں۔ ڈاکٹر گارشین اپنے ایک ساتھی کے ساتھ ابھی ابھی یہاں پہنچا ہے اور انہوں نے ڈبل بیڈ کمرہ بک کرایا ہے۔ تیسری منزل اٹھارہ نمبر کمرہ۔ مطلب ہے کہ تین سو اٹھارہ نمبر"...... دار پوش نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

"کیا جیپ میں صرف وہ دونوں تھے"...... عمران نے پوچھا۔

"ڈرائیور بھی ساتھ تھا لیکن وہ ہوٹل میں ساتھ نہیں گیا"...... دار پوش نے جواب دیا۔

"وہ صندوقچی ان کے پاس تھی یا نہیں"...... عمران نے پوچھا۔

"ڈاکٹر گارشین نے خود ہی ایک تھیلا اٹھایا ہوا تھا۔ ہوٹل کے پورٹر نے اسے لینا چاہا تو ڈاکٹر گارشین نے اسے ڈانٹ دیا۔ شاید

اس تھیلے میں صندوقچی ہوگی"...... دار پوش نے جواب دیا۔

"اوکے۔ تم وہیں ٹھہرو۔ ہم آ رہے ہیں"...... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو دار پوش نے رسیور ہک سے لٹکایا۔ کارڈ نکال کر جیب میں ڈالا اور پھر فون بوتھ سے نکل کر وہ لابی کی طرف بڑھ گیا تا کہ وہاں بیٹھ کر وہ کافی بھی پی سکے اور عمران اور اس کے ساتھیوں کا انتظار بھی کر سکے۔

ہوٹل فراغنہ کے کمرے میں ڈاکٹر گارشین اور نادر دونوں بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک طرف میز پر تھیلا پڑا ہوا تھا جس میں صندوقچی تھی۔

"میرا خیال ہے کہ باباجان سے پہلے فون پر وقت لے لیا جائے تو بہتر ہے"...... ڈاکٹر گارشین نے کہا۔

"ہاں۔ ویٹر نے تو بتایا ہے کہ وہ صرف عصر سے مغرب کے درمیان لوگوں سے ملتے ہیں اور اس دوران وہاں لوگوں کا رش رہتا ہے۔ اب لوگوں کے سامنے تو اس معاملے پر بات نہیں ہو سکتی"...... نادر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"لیکن اگر اس نے علیحدگی میں وقت نہ دیا تو پھر"...... ڈاکٹر گارشین نے کہا۔

"آپ کا نام پورے مصر میں مشہور ہے۔ وہ بھی جانتا ہوگا۔

اس لئے مجھے یقین ہے کہ آپ کو وہ علیحدگی میں وقت دے دے گا"...... نادر نے کہا تو ڈاکٹر گارشین نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھایا اور ہوٹل ایکسچینج سے رابطہ کے لئے فون پیس کے نیچے موجود بٹن پریس کر دیا۔

"یس سر"...... دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"میں باباجان سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ ڈائریکٹ لائن پر ان کا نمبر دیں"...... ڈاکٹر گارشین نے کہا اور دوسری طرف سے فوراً ہی نمبر بتا دیا گیا تو ڈاکٹر گارشین نے کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر فون کے نیچے موجود سرخ رنگ کا بٹن پریس کر کے اسے ڈائریکٹ کیا اور پھر دوسری طرف سے بتایا گیا نمبر پریس کرنے میں مصروف ہو گیا۔

"لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دو"...... نادر نے کہا تو ڈاکٹر گارشین نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے آخر میں لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا۔ دوسری طرف گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی اور پھر کسی نے رسیور اٹھا لیا۔

"السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ میں باباجان عرض کر رہا ہوں"...... چند لمحوں بعد ایک کپکپاتی سی آواز سنائی دی جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ بولنے والا خاصا عمر رسیدہ آدمی ہے۔

"وعلیکم السلام جناب۔ میں ڈاکٹر گارشین بول رہا ہوں۔ میں نے ایک انتہائی اہم کام کے لئے آپ سے ملنا ہے۔ آپ براہ

مہربانی علیحدگی میں ملاقات کا وقت دے دیں"...... ڈاکٹر گارشین نے کہا۔

"میری طبیعت ان دنوں خاصی ناساز ہے لیکن آپ جیسی معزز اور معروف شخصیت کو تو انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے آپ عصر اور مغرب کے درمیان غریب خانے پر تشریف لے آئیں۔ آپ کی خدمت کر کے مجھے خوشی ہوگی"...... دوسری طرف سے بڑی میانہ آواز میں کہا گیا۔

"بے حد شکریہ بابا جان۔ میں حاضر ہو جاؤں گا"...... ڈاکٹر گارشین نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ ابھی اسے رسیور رکھے چند ہی لمحے ہوئے تھے کہ کمرے کا دروازہ کھلا اور مجاگو اندر داخل ہوا تو ڈاکٹر گارشین اور نادر دونوں بے اختیار چونک پڑے۔

"بغیر طلب کئے کیوں آئے ہو مجاگو"...... نادر نے سخت لہجے میں کہا۔

"آقا میں آپ کو اطلاع دینے آیا ہوں کہ آپ کے دشمنوں نے آپ کے اس کمرے کا سراغ لگا لیا ہے۔ وہ کسی بھی وقت یہاں آپ کو ہلاک کر کے صندوقچی لے جا سکتے ہیں۔ آپ کی جان شدید خطرے میں ہے"...... مجاگو نے کہا تو وہ دونوں بے اختیار اچھل کر کھڑے ہو گئے۔

"اوہ۔ اوہ۔ اب کیا ہوگا"...... ڈاکٹر گارشین نے انتہائی خوفزدہ ہوتے ہوئے کہا۔ شاید موت کا خوف اس پر طاری ہو گیا تھا۔

"ابھی وقت ہے آقا۔ آپ دونوں خاموشی سے کمرے سے باہر نکلیں اور ہوٹل کے اس دروازے سے جو آگ لگنے کے وقت کھولا جاتا ہے، خاموشی سے ہوٹل کے عقبی طرف چلے جائیں۔ آپ کے دشمنوں کا آدمی اپنے ساتھیوں کے انتظار میں نیچے موجود ہے۔ اسے معلوم نہیں ہو سکے گا اور آپ کسی اور ہوٹل میں جا کر کمرے میں بند ہو جائیں۔ اس طرح کسی کو معلوم نہیں ہو سکے گا کہ آپ کہاں ہیں"...... مجاگو نے باقاعدہ ماہرانہ مشورہ دیتے ہوئے کہا۔

"لیکن میں نے تو باباجان کے پاس جانا ہے۔ میں کیسے بند ہو کر بیٹھ سکتا ہوں"...... ڈاکٹر گارشین نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"آپ ان کے پاس جائیں۔ اپنی جیپ میں نہیں بلکہ ٹیکسی میں۔ وہ آپ کی جیپ کو ہی چیک کرتے رہ جائیں گے"...... اس بار نادر نے کہا اور مجاگو نے بھی اپنا بڑا سا سر اثبات میں سر ہلا دیا۔

"ٹھیک ہے۔ آؤ چلیں اور مجاگو تم ہماری اس دروازے تک رہنمائی کرو جس کے بارے میں تم بتا رہے تھے"...... ڈاکٹر گارشین نے سائیڈ پر موجود صندوقچی والا تھیلا اٹھاتے ہوئے کہا۔

"میں دوسروں کے سامنے نہیں آ سکتا۔ صرف آقا نادر کو نظر آ سکتا ہوں۔ آقا نادر میرے پیچھے اور آپ آقا نادر کے پیچھے چلیں۔ میں آپ کو باہر پہنچا دیتا ہوں"...... مجاگو نے کہا اور تیزی سے کمرے سے باہر چلا گیا۔ اس کے پیچھے نادر اور اس کے پیچھے ڈاکٹر گارشین باہر آ گیا۔ ڈاکٹر گارشین نے دروازہ بند کیا اور پھر تیزی

سے مڑ کر اس طرف کو بڑھ گیا جدھر نادر جا رہا تھا۔ پھر لفٹ کے ذریعے نیچے جانے کی بجائے وہ عقبی طرف موجود تنگ سی مخصوص سیڑھیاں اترتے چلے گئے اور تھوڑی دیر بعد ان کے سامنے موجود ایک دروازہ خودبخود کھل گیا اور پہلے نادر اور پھر ڈاکٹر گارشین اس کے پیچھے باہر آ گیا۔ اب وہ ہوٹل کی عقبی سمت میں تھے۔ تھوڑا آگے جانے کے بعد انہیں ایک خالی ٹیکسی مل گئی۔

"ہوٹل القاہرہ چلو"...... ڈاکٹر گارشین نے اندر بیٹھتے ہوئے کہا اور نادر بھی ساتھ ہی بیٹھ گیا۔ ٹیکسی تیزی سے آگے بڑھ گئی۔ ہوٹل القاہرہ دو منزلہ اور چھوٹا سا ہوٹل تھا۔ انہیں وہاں آسانی سے کمرہ مل گیا۔ ڈاکٹر گارشین نے کمرہ لیتے ہوئے اپنا اور نادر کا نام غلط لکھوایا۔ ہوٹل والوں نے کوئی کاغذات وغیرہ چیک کرنے کی کوشش ہی نہ کی تھی۔ اس لئے وہ دوسری منزل میں اپنے نئے نام سے الاٹ شدہ کمرے میں پہنچ گئے۔

"حیرت ہے۔ یہ لوگ ہمارے پیچھے یہاں کیسے پہنچ گئے اور کیسے انہوں نے ہمیں تلاش کر لیا"...... ڈاکٹر گارشین نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"وہ سیکرٹ ایجنٹ ہیں ڈاکٹر گارشین۔ اس لئے ان کے لئے یہ معمولی باتیں ہیں۔ اگر مجاگو ازخود ہماری مدد کو نہ آتا تو یہ لوگ ہمیں ہلاک کر کے صندوقچی لے جاتے"...... نادر نے کہا۔

"ہاں۔ مجاگو نے واقعی ہماری مدد کی ہے لیکن اب یہ لوگ

باباجان تک نہ پہنچ جائیں"...... ڈاکٹر گارشین نے کہا۔

"باباجان کے متعلق تو صرف مجھے اور آپ کو علم ہے۔ تیسرا کوئی آدمی تو ان سے واقف ہی نہیں ہے۔ اس لئے انہیں کیسے علم ہو سکتا ہے"...... نادر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ تمہاری بات درست ہے لیکن اگر باباجان سے بھی صندوقچی نہ کھل سکی تب"...... ڈاکٹر گارشین نے کہا۔

"اور بھی سینکڑوں طریقے ہو سکتے ہیں۔ اسے فولادی آٹومیٹک آری سے بھی کاٹا جا سکتا ہے۔ ڈائنامیٹ کے ذریعے اسے تباہ کر کے بھی کھولا جا سکتا ہے"...... نادر نے جواب دیا۔

"نہیں۔ اس طرح تو اندر موجود سیاہ پھوڑا بھی ضائع ہو سکتا ہے"...... ڈاکٹر گارشین نے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں۔ اول تو مجھے یقین ہے کہ باباجان یہ کام آسانی سے کر لے گا اور نہ کر سکا تو پھر کچھ اور سوچ لیں گے۔ صندوقچی تو ہمارے ہاتھ آ ہی چکی ہے"...... نادر نے کہا اور ڈاکٹر گارشین نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

قاہرہ کی وسیع و عریض جامع مسجد شہر کے گنجان آباد علاقے میں تھی۔ اس کے چاروں طرف گنجان آباد مارکیٹیں تھیں۔ اس مسجد کی شمالی طرف باباجان کا ایک چھوٹا سا لیکن صاف ستھرا گھر تھا۔ اس گھر کے بعد آگے دور تک اوپر سے بند ایک مارکیٹ تھی جسے تیزاب مارکیٹ کہا جاتا تھا۔ اس مارکیٹ میں چھوٹی بڑی بے شمار ایسی دکانیں تھیں جہاں کیمیکلز اور صنعتوں میں استعمال ہونے والا تقریباً ہر طاقت کا تیزاب بند ڈبوں میں ہی فروخت ہوتا تھا اور کم مقدار میں کھلا تیزاب بھی۔ ان دکانوں پر بعض اوقات اس قدر طاقتور تیزاب بھی ہوتے تھے کہ اگر اس کے چند قطرے انسانی جسم پر پڑ جائیں تو جسم فوراً گل سڑ جاتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس مارکیٹ میں سوائے مخصوص لوگوں کے اور لوگ داخل ہی نہ ہوتے تھے۔ اسی طرح جنوبی طرف صرافہ بازار یعنی سونے کی مارکیٹ تھی جہاں کھلے عام سونے

چاندی کا کاروبار بھی ہوتا تھا اور تیار شدہ زیورات بھی بکتے تھے۔ اس بازار میں زیادہ تعداد عورتوں کی تھی۔ یہ بازار بھی اوپر سے بند تھا۔ اسی طرح دوسری سمتوں میں بھی کئی مارکیٹیں تھیں البتہ صرف ایک بڑی سڑک تھی جو سیدھی جامع مسجد پر آ کر ختم ہو جاتی تھی۔ عمران باباجان کے گھر کے ایک بڑے سے کمرے میں کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ کمرہ سادہ سا تھا اور اس میں دس بارہ کرسیاں پڑی تھیں۔ وضع قطع بھی بناوٹ کے لحاظ سے سادہ سی تھی۔ عمران اپنے ساتھ صفدر کو لے کر وار پوش کی کال پر ہوٹل فراغنہ گیا تھا تاکہ وہاں موجود ڈاکٹر گارشین سے وہ صندوقچی حاصل کر سکے جس کے اندر بلیک سکارپ بند تھا لیکن وہاں پہنچ کر انہیں معلوم ہوا کہ ڈاکٹر گارشین اور اس کا ساتھی جس کا نام ہوٹل کے رجسٹر میں نادر لکھا ہوا تھا، دونوں غائب تھے اور وہ لوگ کمرے کی چابی بھی کاؤنٹر پر نہیں دے کر گئے تھے۔ عمران نے مخصوص چابی کی مدد سے کمرہ کھولا اور پھر اس کی تلاشی پر انہیں معلوم ہو گیا کہ کمرے میں کچھ دیر پہلے افراد موجود تھے لیکن پھر وہ نکل گئے اور وہاں ان کا سامان تک بھی موجود نہ تھا۔ جبکہ وار پوش کے مطابق وہ مسلسل نیچے لابی میں موجود رہا تھا اور ڈاکٹر گارشین اور نادر وہاں واپس آئے ہی نہیں تھے۔ پھر عمران کی چیکنگ پر اسے معلوم ہو گیا کہ فائر ڈور کھلا ہوا ہے۔ اس کا مطلب تھا کہ ڈاکٹر گارشین اور اس کا ساتھی نادر کسی اطلاع ملنے پر فائر ڈور کے ذریعے ہوٹل سے نکل گئے ہیں۔ اب چونکہ قاہرہ جیسے گنجان آباد شہر

میں انہیں تلاش کرنا ناممکن تھا۔ اس لئے عمران نے اپنے ساتھیوں سمیت باباجان سے ملاقات کرنے کا فیصلہ کر لیا کیونکہ اسے یقین تھا کہ ڈاکٹر گارشین صندوقچی کھلوانے کے لئے لازماً باباجان کے پاس آئے گا۔ ہوٹل فراغت جانے سے پہلے عمران نے باباجان سے رابطہ کیا تھا لیکن باباجان چونکہ طبیعت کی ناسازی کی وجہ سے آرام کر رہے تھے اس لئے عمران واپس آ گیا تھا لیکن چونکہ ڈاکٹر گارشین کے اس طرح ہوٹل سے غائب ہونے پر اب اس کے سوا اور کوئی چارہ نہ رہا تھا کہ اسے باباجان سے ملنے سے پہلے پکڑ لیا جائے۔ چنانچہ واپس اپنی رہائش گاہ پر آ کر عمران نے فون پر ایک بار پھر باباجان سے رابطہ کیا اور ان سے فوری ملاقات کی استدعا کی تو باباجان نے پاکیشیا کا نام سن کر انہیں عصر کی نماز سے پہلے ملاقات کا وقت دے دیا تھا کیونکہ عام لوگوں سے ان کی ملاقات کا وقت عصر سے مغرب کے درمیان تھا اور عمران نے چونکہ باباجان سے صرف گفتگو کرنی تھی تا کہ اندازہ لگا سکے کہ کیا وہ ڈاکٹر گارشین کا مقصد پورا کر سکتے ہیں یا نہیں۔ اس لئے باقی ساتھیوں کو وہیں رہائش گاہ میں چھوڑ کر وہ اکیلا باباجان سے ملنے یہاں آیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور ایک سفید باریش بزرگ اندر داخل ہوئے۔ انہوں نے مصریوں کا مقامی لباس پہنا ہوا تھا۔ سر پر خصوصی انداز میں رومال باندھا ہوا تھا۔ چہرے پر بے پناہ حلیمی اور شفقت تھی۔ عمران انہیں دیکھتے ہی سمجھ گیا کہ یہی باباجان ہیں جو قاہرہ کی

سب سے بڑی جامع مسجد کے امام ہیں۔ وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ میرا نام باباجان ہے"۔ آنے والے نے مسکراتے ہوئے انتہائی نرم سے لہجے میں کہا۔

"میرا نام علی عمران ہے اور میں پاکیشیا سے یہاں آیا ہوں"...... عمران نے بھی سلام کا جواب دیتے ہوئے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔ باباجان کی شخصیت کا تاثر ہی کچھ ایسا تھا کہ عمران کا لہجہ خودبخود مؤدبانہ ہو گیا تھا۔

"بیٹھو بیٹے اور بتاؤ کہ میں تمہاری کیا خدمت کر سکتا ہوں"...... باباجان نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا تو عمران نے انہیں مختصر طور پر اس صندوقچی اور اس کے اندر بند بلیک سکاراب یعنی سیاہ بھنورے اور پھر اس کے کھلنے سے مسلمانوں کے ساتھ ہونے والے سنگین معاملات کے بارے میں تفصیل بتا دی۔

"جو تم نے بتایا ہے وہ میں نے سن لیا ہے اور کافی حد تک مجھے پہلے سے معلوم تھا لیکن کافی باتیں مجھے تمہاری زبان سے معلوم ہوئی ہیں جن کے لئے میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ لیکن اس سلسلے میں تمہاری میں کیا خدمت کر سکتا ہوں"...... باباجان نے کہا۔

"اس صندوقچی پر کسی قدیم لیکن روشنی کی عظیم شخصیت کی مہر لگی ہوئی ہے۔ گو شیطان کے پیروکاروں نے کنواں اوپن کر کے صدیوں بعد یہ صندوقچی حاصل کر لی ہے لیکن وہ اسے کھول نہیں پا رہے جبکہ

"میں چاہتا ہوں کہ اس صندوقچی کو اس طرح ضائع کر دیا جائے کہ آئندہ کبھی یہ سلسلہ سامنے نہ آ سکے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ ڈاکٹر گارشین جس کی تحویل میں یہ صندوقچی ہے وہ اسے کھلوانے کے سلسلے میں آپ سے ملاقات کے لئے قندوز سے قاہرہ آیا ہے"...... عمران نے کہا۔

"مجھے معلوم ہے۔ اس کا فون آیا تھا اور وہ مجھ سے ملاقات کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اسے عصر سے مغرب کے درمیان ملاقات کا وقت دیا ہے"...... باباجان نے کہا۔

"تو کیا آپ یہ صندوقچی کھول دیں گے یا اسے کھولنے میں اس کی مدد کریں گے"...... عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"یہ کیسے ممکن ہے عمران بیٹے۔ اس صندوقچی پر جس شخصیت کی مہر لگی ہوئی ہے۔ میں تو ان کے پیروں کی خاک بھی نہیں ہوں۔ میری یہ جرات ہی نہیں ہو سکتی کہ جسے اس عظیم شخصیت نے بند کیا ہو، اسے میں کھولوں۔ ویسے مجھے واقعی یہ معلوم نہیں ہے کہ اسے کیسے کھولا جا سکتا ہے بلکہ میرا خیال ہے کہ اسے کسی صورت کھولا ہی نہیں جا سکتا"...... باباجان نے کہا۔

"کیا آپ یہ بتائیں گے کہ اسے کیسے ختم کیا جا سکتا ہے تاکہ آئندہ کے لئے یہ خدشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو سکے"...... عمران نے کہا۔

"اس صندوقچی کی لکڑی ایسی ہے عمران بیٹے کہ اسے کسی

صورت آگ نہیں لگ سکتی۔ تم اسے دہکتے ہوئے تنور میں ڈال دو۔ یہ پھر بھی سلامت رہے گی۔ اس پر تم ایٹم بم مار دو۔ تب بھی اس پر خراش تک نہیں آئے گی۔ میرے نزدیک تو اس کا ایک ہی حل ہے کہ اسے واپس زمین کی تہہ میں پہنچا دیا جائے"...... باباجان نے جواب دیتے ہوئے کہا تو عمران نے بے اختیار ایک طویل سانس لی۔ باباجان کا لہجہ بتا رہا تھا کہ وہ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ سچ ہے اور ویسے بھی اس قدر بزرگ شخصیت کی طرف سے جھوٹ کا سوچا بھی نہ جا سکتا تھا۔ چنانچہ عمران نے ان کا شکریہ ادا کیا اور پھر ان سے مصافحہ کر کے مکان سے باہر آ گیا۔ اب اس نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ ڈاکٹر گارشین سے صندوقچی چھین کر اسے اپنے ساتھ پاکیشیا لے جائے گا اور وہاں اسے ایک بار پھر زمین کی تہہ میں پہنچا دے گا اور اس بارے میں کسی کو نہ بتائے گا۔ اب اسے پبلک فون بوتھ کی تلاش تھی تاکہ وہ اپنے ساتھیوں کو یہاں کال کر کے باباجان کے مکان کے گرد تعینات کر دے تاکہ جیسے ہی ڈاکٹر گارشین یہاں پہنچے، اس سے صندوقچی چھین لی جائے اور پھر اسے ساتھ لے کر وہ اپنے ساتھیوں سمیت پاکیشیا چلا جائے۔

ٹیکسی قاہرہ کی سڑکوں پر دوڑتی ہوئی آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔ عقبی سیٹ پر ڈاکٹر گارشین بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ہی سیٹ پر سیاہ رنگ کا تھیلا موجود تھا جس میں وہ صندوقچی موجود تھی جس کو کھولنا اس وقت اس کے لئے لاینحل مسئلہ بنا ہوا تھا لیکن نجانے کیا بات تھی کہ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ بابا جان اس کے کھولنے کا کوئی نہ کوئی طریقہ بہرحال جانتے ہوں گے اور اگر ایسا نہ ہو سکا تو پھر واقعی نادر کی تجویزوں میں سے کسی ایک تجویز پر عمل کرنا پڑے گا۔ اسے کسی فولادی آری سے چیرا جائے گا یا پھر اس پر ڈائنامیٹ فائر کیا جائے گا۔ وہ شاید ایسا پہلے ہی کر گزرتا لیکن اس کے ذہن میں موہوم سا خدشہ موجود تھا کہ ایسا کرنے میں اگر اندر موجود سیاہ پھوڑے کو کوئی نقصان پہنچ گیا تو پھر مستقبل کے تمام خواب بکھر کر رہ جائیں گے۔ اس لئے وہ چاہتا تھا کہ کسی طرح ایسی نوبت آئے بغیر

صندوقچی کھل جائے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ نہ چاہنے کے باوجود بابا جان کے پاس جانے کے لئے مجبور تھا۔ ٹیکسی خاصی تیز رفتاری سے چلی جا رہی تھی کہ اچانک اس کی رفتار کم ہونا شروع ہو گئی تو ڈاکٹر گارشین جو اپنے خیالوں میں گم تھا، بے اختیار چونک پڑا۔

"کیا ہوا۔ کیا جامع مسجد آ گئی ہے"۔۔۔۔ ڈاکٹر گارشین نے کہا۔

"ابھی آئی تو نہیں لیکن ٹیکسی میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی ہے۔ حالانکہ صبح سے یہ درست طور پر چل رہی تھی"۔۔۔۔ ٹیکسی ڈرائیور نے ٹیکسی ایک سائیڈ پر کر کے روکتے ہوئے کہا۔ ٹیکسی کا انجن بند ہو چکا تھا۔ ٹیکسی ڈرائیور نیچے اترا۔ اس نے بونٹ کھولا اور انجن کو چیک کرنے لگا۔ کچھ دیر بعد اس نے جھنجھلائے ہوئے انداز میں بونٹ بند کر دیا۔

"سوری سر۔ انجن میں نجانے کیا خرابی ہے۔ آپ یا تو کوئی اور ٹیکسی لے لیں یا پھر حیراب مارکیٹ سے جامع مسجد پہنچ جائیں۔ یہاں سے بالکل قریب ہے"۔۔۔۔ ڈرائیور نے کہا تو ڈاکٹر گارشین ٹیکسی سے باہر نکل آیا۔ صندوقچی والا تھیلا اس کے ہاتھ میں تھا۔

"یہاں ٹیکسی ملنی تو مشکل ہے۔ مارکیٹ کہاں ہے"۔۔۔۔ ڈاکٹر گارشین نے اسے میٹر کے مطابق کرایہ دیتے ہوئے کہا۔

"یہ سامنے بائیں طرف جو اوپر سے بند گلی ہے سر۔ یہ حیراب مارکیٹ ہے۔ آپ اسے کراس کریں گے تو جامع مسجد آ جائے گی۔ صرف پانچ دس منٹ کا راستہ ہے"۔۔۔۔ ٹیکسی ڈرائیور نے اشارہ

کرتے ہوئے کہا تو ڈاکٹر گارشین سر ہلاتا ہوا مارکیٹ کی طرف چل پڑا۔

"میں مجاگو ہوں آقا"...... اچانک ڈاکٹر گارشین کے کانوں میں آواز پڑی تو وہ بے اختیار چونک پڑا۔ وہ اس وقت مارکیٹ سے چند قدم کے فاصلے پر تھا۔

"میں آپ کو نظر نہیں آ سکتا۔ کیونکہ دوسرے لوگ بھی مجھے دیکھ لیں گے۔ آپ ایک طرف ہو کر میری بات سن لیں۔ میں نے ہی ٹیکسی کے انجن میں خرابی پیدا کر کے اسے رکوایا تھا"...... مجاگو کی آواز سنائی دی۔ تو ڈاکٹر گارشین کا دل بے اختیار دھڑکنے لگا تو اس نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا اور سائیڈ پر موجود ایک دیوار کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔

"آقا۔ عمران اور اس کے ساتھی جامع مسجد کے گرد موجود ہیں۔ وہ آپ سے یہ صندوقچی چھیننا چاہتے ہیں اور ان کو معلوم ہے کہ آپ باباجان کے پاس آئیں گے"...... مجاگو نے کہا۔

"اوہ۔ پھر تو مجھے یہیں سے واپس چلے جانا چاہئے"...... ڈاکٹر گارشین نے قدرے خوفزدہ سے لہجے میں کہا۔

"نہیں آقا۔ وہ نہیں جانتے لیکن مجھے معلوم ہے کہ نہ ہی یہ صندوقچی جلائی جا سکتی ہے اور نہ ہی اسے فولادی آری سے چیرا جا سکتا ہے اور نہ ہی کسی ڈائنامیٹ سے اسے تباہ کیا جا سکتا ہے۔ اس کے کھولنے کا طریقہ صرف باباجان ہی جانتے ہوں گے اور اسی لئے

عمران اور اس کے ساتھی آپ کو صندوقچی سمیت ان تک نہیں پہنچنے دینا چاہتے"...... مجاگو کی آواز سنائی دی۔

"پھر مجھے کیا کرنا چاہئے۔ یہ صندوقچی تو میرے لئے عذاب بن گئی ہے"...... ڈاکٹر گارشین نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"یہی صندوقچی کھلنے کے بعد آپ کو پوری دنیا کا بادشاہ بنا دے گا آقا۔ اس لئے اس انداز میں نہ سوچیں۔ میں آپ کو ایک ترکیب بتاتا ہوں۔ آپ آگے بڑھ کر تیزاب مارکیٹ میں داخل ہوں تو وہاں تیزاب فروخت کرنے کی ایک دکان ہے جس کا مالک معصوم تیزاب فروش ہے۔ یہ ایک بوڑھا آدمی ہے۔ انتہائی شریف اور سادہ آدمی ہے۔ آپ یہ تھیلا اسے دے دیں کہ وہ اسے اپنی دکان میں چھپا کر رکھ لے۔ آپ اسے بھاری رقم دے دیں تو وہ اس کام پر تیار ہو جائے گا۔ پھر آپ باباجان کے پاس چلے جائیں اور باباجان سے ترکیب معلوم کر کے واپس یہاں سے صندوقچی لے کر مارکیٹ سے گزر کر واپس ہوٹل چلے جائیں"...... مجاگو نے کہا۔

"لیکن وہ تو مجھے پہچانتے ہوں گے کیونکہ انہوں نے میری جاسوسی کی اور ہوٹل فراغنہ میں پہنچ گئے"...... ڈاکٹر گارشین نے کہا۔

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا آقا۔ وہ کسی ٹیکسی یا کار کے انتظار میں ہوں گے جبکہ مارکیٹ ختم ہوتے ہی باباجان کے مکان کا دروازہ ہے۔ اس وقت بہت سے لوگ ان سے ملاقات کے لئے جاتے ہیں۔ آپ بھی ان میں شامل ہو کر اندر چلے جائیں اور اسی

طرح واپس آ جائیں۔ انہیں معلوم بھی نہ ہوگا اور آپ اپنا کام کر لیں گے"۔۔۔۔ مجاگو نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ لیکن کیا تم میرے ساتھ رہو گے"۔۔۔۔ ڈاکٹر گارشین نے کہا۔

"میں بابا جان کے مکان کے اندر نہیں جا سکتا۔ اس لئے اس تیزاب فروش کی دکان کے باہر رک جاؤں گا"۔۔۔۔ مجاگو نے کہا تو ڈاکٹر گارشین سر ہلاتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ مارکیٹ میں تیزاب کی بے شمار دکانیں تھیں۔ ڈاکٹر گارشین دکانوں کے نام دیکھتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا اور پھر اسے ایک چھوٹی سی دکان نظر آ گئی جس پر مخصوص تیزاب فروش کا نام لکھا ہوا تھا۔ دکان میں نیلے رنگ کے بڑے بڑے ڈرم پڑے ہوئے تھے۔ ساتھ ہی کرسی پر ایک سادہ لوح بوڑھا آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ دکان میں کوئی گاہک نہ تھا۔ ڈاکٹر گارشین دکان میں داخل ہوا تو بوڑھا بے اختیار اٹھ کھڑا ہوا۔

"جی فرمائیے۔ میں کیا خدمت کر سکتا ہوں۔ ویسے میں پہلے یہ بتا دوں کہ میرے پاس انتہائی کم طاقت کا تیزاب ہے کیونکہ میرے پاس اتنی رقم نہیں ہے کہ میں بڑی طاقت کا تیزاب رکھ سکوں"۔ بوڑھے آدمی نے دونوں ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

"تمہیں زیادہ طاقت کا تیزاب رکھنے کے لئے کتنی رقم کی ضرورت ہے"۔۔۔۔ ڈاکٹر گارشین نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"سب سے طاقتور تیزاب جس کو ایس پی ون کہتے ہیں کا ایک

ڈرم دس ہزار دینار کا آتا ہے اور پندرہ ہزار دینار کا فروخت ہو جاتا ہے۔ اس طرح ہر ڈرم سے آسانی سے پانچ ہزار دینار کا منافع ہو جاتا ہے جبکہ یہ ڈرم جو یہاں آپ دیکھ رہے ہیں ایک ڈرم کی قیمت پانچ سو دینار ہے اور اس پر منافع صرف چالیس دینار ملتا ہے۔ پھر سب سے زیادہ مانگ بھی طاقتور تیزاب کی ہے کیونکہ صنعتوں میں ہی زیادہ کام آتا ہے۔ لیکن آپ کو کیا چاہئے"۔۔۔۔ بوڑھا شاید ضرورت سے زیادہ باتونی تھا۔ اس لئے وہ مسلسل بولتا چلا گیا تھا۔

"مجھے تیزاب نہیں چاہئے لیکن میں تمہیں دس ہزار دینار دے سکتا ہوں۔ اس کے لئے تمہیں میرا ایک چھوٹا سا کام کرنا پڑے گا"۔۔۔۔ ڈاکٹر گارشین نے مسکراتے ہوئے کہا تو بوڑھا چونک پڑا۔

"کونسا کام جناب"۔۔۔۔ بوڑھے نے کہا۔

"میرا تھیلا تم اندر کہیں چھپا کر رکھ دو۔ میں جب چاہوں گا واپس آ کر لے جاؤں گا اور بس"۔۔۔۔ ڈاکٹر گارشین نے کہا۔

"اس تھیلے میں کیا ہے"۔۔۔۔ بوڑھے نے مشکوک نظروں سے کہا۔

"کوئی غلط چیز نہیں ہے۔ ایک صندوقچی ہے۔ آثار قدیمہ کی صندوقچی۔ آثار قدیمہ کے لحاظ سے اس کی بڑی قیمت ہے۔ میرے چند دشمن مجھ سے زبردستی اسے چھیننا چاہتے ہیں۔ اس لئے میں اسے یہاں چھپانا چاہتا ہوں"۔۔۔۔ ڈاکٹر گارشین نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے تھیلے میں سے صندوقچی نکال کر بوڑھے کو دکھائی اور پھر

واپس اسے تھیلے میں رکھ دیا۔

"کیا آپ واقعی اتنے معمولی سے کام کے لئے مجھے دس ہزار دینار دیں گے"...... بوڑھے نے یقین نہ آنے والے لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ میں تمہاری مدد بھی کرنا چاہتا ہوں"...... ڈاکٹر گارشین نے کہا۔

"ٹھیک ہے جناب۔ آپ کی یہ امانت میرے پاس رہے گی۔ آپ بے فکر رہیں"...... بوڑھے نے آگے بڑھ کر ڈاکٹر گارشین کے ہاتھ سے تھیلا لیا اور پھر مڑ کر اندر کی طرف موجود ایک ریک کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے ریک میں وہ تھیلا رکھ دیا۔ ڈاکٹر گارشین نے مطمئن ہو کر جیب سے ایک ہزار دینار پر مشتمل دس نوٹ نکال کر بوڑھے کو دیئے تو بوڑھا بے اختیار خوشی سے اچھل پڑا۔

"آپ کا بے حد شکریہ۔ اب میں جلد ہی طاقتور تیزاب بیچ کر مالدار ہو جاؤں گا۔ آپ کب تک واپس آ سکیں گے"...... بوڑھے نے انتہائی مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے۔ جو چاہے کرو۔ بس اس تھیلے کی حفاظت کرنا۔ میں جلد آ کر اسے واپس لے جاؤں گا"...... ڈاکٹر گارشین نے کہا۔

"آپ قطعی بے فکر رہیں جناب"...... بوڑھے نے بڑے پراعتماد لہجے میں کہا تو ڈاکٹر گارشین سر ہلاتا ہوا مڑا اور دکان سے باہر آ کر آگے بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ باباجان کے مکان کے ایک کمرے میں موجود تھا۔ اس کی شخصیت کو دیکھتے ہوئے اسے عام

لوگوں سے علیحدہ کمرے میں بٹھایا گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد باباجان اندر داخل ہوئے تو ڈاکٹر گارشین ان کے احترام میں بے اختیار اٹھ کھڑا ہوا۔

"آپ کی مہربانی جناب کہ آپ نے مجھے وقت دیا"...... ڈاکٹر گارشین نے کہا۔

"ایسی کوئی بات نہیں۔ میں اتنا اہم آدمی نہیں ہوں جتنا آپ سمجھ رہے ہیں۔ میں تو ایک عام سا آدمی ہوں۔ یہ تو صرف اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اس نے مجھے توفیق دی ہے کہ میں مخلوق خدا کے کسی کام آ جاتا ہوں۔ آپ فرمائیے میں کیا خدمت کر سکتا ہوں"...... باباجان نے دھیمے لہجے میں کہا تو گارشین نے انہیں صندوقچی کے بارے میں بتانا شروع کر دیا۔

"زیادہ تفصیل بتانے کی ضرورت نہیں جناب۔ آپ سے پہلے ایک پاکیشیائی صاحب بھی اس سلسلے میں آئے تھے لیکن میں نے انہیں بھی عرض کر دیا تھا اور آپ سے بھی عرض کر رہا ہوں کہ یہ صندوقچی کسی صورت بھی نہیں کھولی جا سکتی۔ ویسے وہ صندوقچی ہے کہاں"...... باباجان نے کہا۔

"آپ کیوں پوچھ رہے ہیں"...... ڈاکٹر گارشین نے چونک کر قدرے مشکوک لہجے میں کہا۔ یہ سن کر کہ عمران وغیرہ باباجان سے پہلے ہی مل چکے ہیں وہ اب ذہنی طور پر باباجان سے بھی برگشتہ ہو چکا تھا۔

اس لئے محترم کہ اس پر قدیم دور کی عظیم شخصیت کی مہر ہے۔ اس مہر کی زیارت ہی میرے لئے سب کچھ ہے"...... باباجان نے جواب دیا۔

"وہ تو بینک کے لاکر میں ہے۔ بہرحال شکریہ۔ اب مجھے اجازت دیں۔ اب میں اسے کسی اور طریقے سے کھولوں گا"...... ڈاکٹر گارشین نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"یہ بھی بتا دوں جناب کہ یہ صندوقچی ایسی لکڑی سے بنائی گئی ہے کہ نہ اسے جلایا جا سکتا ہے اور نہ ہی اسے کسی بھی طرح کاٹا جا سکتا ہے اور اگر اس پر ایٹم بم بھی مار دیا جائے تب بھی اس پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔ اس لئے آپ ایسا نہ سوچیں"...... باباجان نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ۔ دیکھ لوں گا۔ بہرحال میں نے اسے کھولنا ہے"...... ڈاکٹر گارشین نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا اور بغیر سلام دعا کے وہ تیزی سے مڑا اور کمرے سے باہر نکل کر تیز تیز قدم اٹھاتا تیزاب مارکیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ ویسے عمران اور اس کے کسی ساتھی سے اس کا ٹکراؤ نہیں ہوا تھا۔ شاید وہ اس طرف تھے جدھر سے بڑی سڑک جامع مسجد کی طرف آتی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ اس بوڑھے کی دکان پر پہنچ گیا۔ بوڑھا گہرے نیلے رنگ کے ایک بڑے ڈرم کے ساتھ کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھوں پر سلیٹی رنگ کے دستانے تھے۔ اس نے جسم پر کسی مخصوص پلاسٹک کا باقاعدہ ایپرن پہنا ہوا تھا۔ ڈاکٹر

گارشین کے قدموں کی آواز سن کر بوڑھا مڑا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے چہرے پر یکلخت انتہائی مسرت کے تاثرات ابھر آئے۔

"آئیے جناب آئیے۔ یہ دیکھئے دنیا کے سب سے طاقتور تیزاب کا ڈرم۔ میں اسے چیک کر رہا تھا۔ ادھر قریب آ کر دیکھئے۔ یہ سنہری رنگ کا ہے۔ مکمل خالص"...... بوڑھے نے انتہائی مسرت بھرے لہجے میں کہا تو ڈاکٹر گارشین نے دیکھا کہ ڈرم کا ڈھکن ہٹا کر ایک طرف رکھا ہوا تھا۔

"آپ نے اتنی جلدی اسے منگوا لیا"...... ڈاکٹر گارشین نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"مجھے دور تو نہیں جانا تھا۔ یہ اس مارکیٹ سے ہی مل جاتا ہے اور ہاں۔ مجھے انہوں نے پانچ سو دینار مزید رعایت بھی کر دی ہے"...... بوڑھے نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میرا تھیلا مجھے دے دو۔ میں نے واپس جانا ہے"...... ڈاکٹر گارشین نے قدرے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"جی اچھا۔ آپ کی امانت ہے لے لیں"...... بوڑھے نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ہاتھ بڑھایا اور ڈرم کے پیچھے ریک میں پڑا ہوا تھیلا اٹھایا اور ہاتھ کھینچا ہی تھا کہ اچانک تھیلا ایک جھٹکے سے ڈرم کے اندر جا گرا اور اس سے جو چھینٹے اڑے تو ڈاکٹر گارشین کے حلق سے یکلخت چیخیں نکل گئیں۔ اسے یوں محسوس ہوا تھا جیسے اس کے جسم میں کئی گرم سلاخیں اتر گئی ہوں۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے

بتا۔

"اوہ۔ اوہ یہ کیا ہوا۔ اوہ۔ اوہ یہ تھیلا تو ڈرم کے اندر جا گرا ہے۔ اوہ ستیاناس ہو گیا۔ اس میں تو دنیا کا سب سے طاقتور تیزاب موجود تھا۔ تھیلے کا ہینڈل گل گیا اور تھیلا اندر جا گرا"...... بوڑھے نے یکلخت چیختے ہوئے کہا۔ اس نے چونکہ مخصوص ایپرن باندھ رکھا تھا اس لئے تیزاب کے چھینٹوں نے اس پر اثر ہی نہ ڈالا تھا۔

"کیا۔ کیا کہہ رہے ہو۔ میرا تھیلا۔ یہ کیا کر دیا ہے تم نے جاہل، گدھے، الو"...... ڈاکٹر گارشین نے اپنی تکلیف بھول کر حلق کے بل چیختے ہوئے کہا۔

"جناب۔ جناب۔ میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ میں نے جان بوجھ کر تو نہیں گرایا جناب"...... بوڑھے نے انتہائی رحم طلب نظروں سے ڈاکٹر گارشین کی طرف دیکھتے ہوئے کہا لیکن ڈاکٹر گارشین مسلسل غصے سے چیخے جا رہا تھا۔

"اوہ۔ اوہ۔ وہ صندوقچی اندر صحیح سالم ہو گی۔ اسے باہر نکالو"...... اچانک ایک خیال کے آتے ہی ڈاکٹر گارشین نے چیختے ہوئے کہا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس بوڑھے کو بھی اٹھا کر اس ڈرم کے اندر پھینک دے۔ اس کے چیخنے کی وجہ سے ادھر ادھر سے کئی افراد دوڑتے ہوئے وہاں پہنچ گئے۔

"نکالو۔ میری صندوقچی نکالو۔ باہر نکالو"...... ڈاکٹر گارشین کسی مشین کے سے انداز میں مسلسل چیختے چلا جا رہا تھا۔

عمران اپنے ساتھیوں سمیت اس وقت باباجان کے ایک کمرے میں موجود تھا۔ انہیں یہاں آئے ہوئے ابھی چند ہی لمحے گزرے تھے کہ دروازہ کھلا اور باباجان اپنے مخصوص لباس میں اندر داخل ہوئے۔ ان کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔ سلام دعا کے بعد ان کی نظریں جیسے ہی جولیا پر پڑیں۔ وہ تیزی سے آگے بڑھے اور انہوں نے جولیا کے سر پر ہاتھ رکھ کر اسے اس طرح دعائیں دینا شروع کر دیں جیسے وہ ان کی حقیقی بیٹی ہو اور جولیا کا چہرہ فرط مسرت سے کھل اٹھا تھا۔

"میری بیٹی۔ تم ان سب سے زیادہ میرے لئے قابل احترام ہو"...... باباجان نے جولیا کو دعائیں دیتے ہوئے کہا اور پھر ایک طرف موجود کرسی پر بیٹھ گئے۔

"ہاں عمران بیٹے، تم کوئی خاص بات مجھے بتانے آئے ہو تو

بتاؤ"...... باباجان نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"باباجان۔ وہ صندوقچی جس کے بارے میں آپ نے بتایا تھا کہ اس پر ایٹم بم بھی پڑ جائے تب بھی اس کا کچھ نہیں بگڑ سکتا۔ وہ مکمل طور پر ختم ہو گئی ہے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اچھا۔ وہ کیسے"...... باباجان نے مسکرتے ہوئے پوچھا۔

"ہم آپ کے مکان کے باہر ڈاکٹر گارشین کے انتظار میں موجود تھے تاکہ اس سے وہ صندوقچی واپس حاصل کر سکیں لیکن ہم انتظار کرتے رہے وہ نہیں آیا۔ ہم مایوس ہو کر واپس جانے کا سوچ ہی رہے تھے کہ اچانک آپ کے مکان کی شمالی طرف سے بلیں کسی کے چیخنے اور لوگوں کے دوڑنے بھاگنے کی آوازیں سنائی دیں تو ہم بھی ادھر گئے تو یہ تیزاب فروشوں کی مارکیٹ تھی۔ وہاں ایک چھوٹی سی دکان کے سامنے لوگوں کا جمگھٹا موجود تھا۔ ہم نے ایک آدمی سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ انتہائی طاقتور تیزاب کے ڈرم میں کسی ڈاکٹر کا تھیلا اچانک گر گیا ہے۔ اس پر ہم آگے بڑھے تو وہاں ڈاکٹر گارشین موجود تھا۔ ایک بوڑھا بھی موجود تھا اور اس مارکیٹ کے اور لوگ بھی۔ وہ ڈاکٹر گارشین کو یقین دلا رہے تھے کہ یہ انتہائی طاقتور ترین تیزاب ہے۔ اس میں تو فولاد بھی پانی بن جاتا ہے۔ اس کا تھیلا اور صندوقچی کیسے بچ سکتی ہے لیکن وہ اس بات پر مصر تھا کہ اس صندوقچی کو کچھ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اس کی تسلی کے لئے لوگوں نے مخصوص دستانے اور لباس پہنے اور پھر ایک عجیب ساخت کے کسی

عجیب سی دھات کے ڈول سے ڈرم کے اندر سے تیزاب نکال کر ایک بڑی سی چھلنی میں سے گزار کر دوسرے ڈرم میں ڈالا جاتا رہا۔ حتیٰ کہ ڈرم کو بھی اٹھا کر چھلنی پر پلٹ دیا گیا۔ ڈرم خالی ہو گیا لیکن چھلنی میں کچھ بھی نہ تھا۔ جس پر ڈاکٹر گارشین واہی تباہی بکتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔ پھر اس بوڑھے سے معلومات کی گئیں تو اس نے بتایا کہ ڈاکٹر گارشین اس کے پاس آیا۔ اسے دس ہزار دینار دیئے کہ وہ اس کا تھیلا اپنے پاس رکھ لے اور اس کی حفاظت کرے اور خود چلا گیا۔ بوڑھے نے دس ہزار دینار سے وہیں مارکیٹ سے انتہائی تیز اور طاقتور تیزاب کا ڈرم خریدا اور وہ ڈرم کا ڈھکن ہٹا کر اسے چیک کر رہا تھا کہ ڈاکٹر گارشین واپس آ گیا۔ اس نے اپنا تھیلا واپس مانگا۔ وہ اسے ریک میں سے تھیلا اٹھا کر دے رہا تھا کہ اسے خیال نہیں رہا کہ اس کے ہاتھ پر چڑھے ہوئے دستانے پر طاقتور تیزاب لگا ہوا ہے۔ اس تیزاب نے فوری طور پر کپڑے کے تھیلے کا ہینڈل گلا دیا اور تھیلا ڈرم کے اندر گر گیا اور طاقتور تیزاب کی وجہ سے پانی بن گیا"...... عمران نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ اللہ تعالیٰ کا کرم ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ بلاشک و شبہ قادر مطلق ہے۔ جو چیز نہ آگ میں جل سکتی تھی اور نہ ہی کسی اور طرح توڑی جا سکتی تھی اسے تیزاب نے گلا کر پانی کر دیا"...... باباجان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ویسے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس بلیک سکارب

مطلب ہے سیاہ بھنورے کو اس طرح صندوقچی میں بند کرنا اور پھر اس کا صدیوں تک زمین میں دفن رہنا اور پھر موجودہ دور میں تیزاب سے گل جانا۔ یہ سب کیا ہے۔ کیا صدیوں پہلے اس بلیک سکارب کو کسی اور انداز میں ختم نہ کیا جا سکتا تھا"...... عمران نے کہا تو بابا جان بے اختیار مسکرا دیئے۔

"اللہ تعالیٰ کی رمزیں اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے بیٹے۔ جس چیز نے تیزاب سے ختم ہونا تھا وہ تیزاب سے ہی ختم ہو سکتی ہے لیکن اس دور میں تیزاب ایجاد ہی نہیں ہوا تھا اس لئے صدیوں تک یہ چیز زمین کی تہوں میں محفوظ پڑی رہی اور پھر آخرکار اپنے انجام کو پہنچ گئی۔ تمہیں یہ سب سوچنے کی بجائے اس بات پر خوش ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اب اس بلیک سکارب سے قیامت تک شیطان کوئی فائدہ نہ اٹھا سکے گا اور یہ سب واقعی تمہاری ہمت اور کوشش ہے کہ تم نے پوری دنیا کے مسلمانوں کے تحفظ کے لئے اس پر کام کیا ہے"...... بابا جان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ سب اللہ تعالیٰ کا کرم ہے بابا جان۔ برائی کا منبع اپنے انجام کو پہنچ گیا۔ اب ہمیں اجازت دیں"...... عمران نے اٹھتے ہوئے کہا تو بابا جان بھی سر ہلاتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"ہاں ایک بات۔ پاکیشیا جا کر آپ سید چراغ شاہ صاحب کو میرا سلام ضرور دینا اور انہیں کہہ دینا کہ اللہ تعالیٰ کے کرم سے میں نے ان کے حکم کی تعمیل کر دی ہے۔ وہ مجھے ضرور دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ حافظ"...... بابا جان نے کہا اور واپس مڑے۔

"ایک منٹ۔ ایک منٹ جناب۔ کیا آپ سید صاحب سے واقف ہیں۔ وہ تو پاکیشیا میں ہیں اور آپ یہاں اور پھر انہوں نے آپ کو کس بات کا کہا تھا جس کی آپ نے تعمیل کر دی"...... عمران نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"میں کیا عمران بیٹے۔ انہیں کون نہیں جانتا۔ وہ واقعی اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ہیں۔ انہوں نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں اس فتنے کے خاتمے کے لئے تمہاری مدد کروں۔ میں کیا اور میری اوقات کیا لیکن پھر اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہو گیا کہ میں نے برائی کی ایک طاقت مجاگو کے ذریعے ڈاکٹر گارشین کے ذہن میں یہ بات ڈلوا دی کہ وہ اس صندوقچی کو اس تیزاب فروش کے پاس رکھ دے اور پھر اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس صندوقچی کی تقدیر نے اپنا کام دکھا دیا"...... بابا جان نے دھیمے سے لہجے میں کہا تو عمران تو عمران، اس کے سارے ساتھی بھی حیرت سے آنکھیں پھاڑے انہیں دیکھنے لگے۔

"کیا۔ کیا۔ برائی کی طاقت پر بھی آپ کا زور چلتا ہے۔ اگر ایسا ہے تو آپ انہیں برائی سے روک کیوں نہیں دیتے"...... عمران نے رک رک کر کہا۔

"بیٹے۔ میرا کسی پر کیا زور چلنا ہے۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے۔ یہ صرف اس کی دی ہوئی توفیق ہوتی ہے کہ بندہ دوسروں کے سامنے سرخرو ہو جاتا ہے۔ جہاں تک کسی کو برائی سے روکنے کی بات

ہے تو آگ کا تو کام ہی جلانا ہے۔ وہ صرف اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہی گلزار بن سکتی ہے ورنہ نہیں۔ اللہ حافظ"..... باباجان نے کہا اور مڑ کر کمرے سے باہر چلے گئے۔

ختم شد